بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا

وصفِ شیخ

حضرت شیخ زکریا کاندھلوی رح کے اوصاف عالیہ

از

فقیہ الامت جامع الشریعت والطریقت
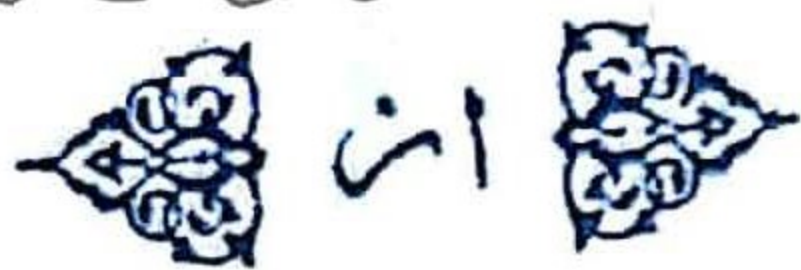
حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہ گنگوہی

تشریح

محمد فاروق غفرلہ

مدرس مدرسہ دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

ذکر رحمت ربک عبدہٗ زکریا

وصفِ شیخ

یعنی

شیخ العرب والعجم قطب عالم مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری

مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف عالیہ

نتیجۂ فکر

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

ترجمہ و تشریح

محمد فاروق میرٹھی

ناشر

مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ

انوار

(مختار پریس دیوبند)

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰

امابعد! بیسویں صدی کے اس پر فتن دور میں جبکہ حیوانیت عریاں رقص کر رہی ہے اور جگہ جگہ انسانیت کی قتل گاہیں تعمیر ہو رہی ہوں۔ بھلا کیا یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ انگلستان میں جہاں نئی تہذیب کی حیرت انگیز ترقیات اور دولت کی فراوانی نے لوگوں کو دین کے نام تک سے نا آشنا اور وجود باری تعالیٰ سے منکر ہی نہیں الحاد و زندقہ ہی متاع زندگی ہو۔ وہاں لندن جیسے شہر میں سیکڑوں طالب علم قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہونگے، جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم ہونگے، مسجدیں آباد ہونگی بلکہ خانقاہوں کی بنیاد پڑیگی اور اصلاح نفس کیطرف عمومی توجہ ہوگی اور ایک دار العلوم کی بنیاد بھی پڑے گی۔

حیرت و مسرت سے یہ خبر سماعت فرمائیے کہ لندن میں شیخ العرب والعجم قطب وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم محدث سہارنپوری مہاجر مدنی کے ارشاد سے حضرت موصوف کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہٗ نے دار العلوم کی بنیاد رکھی ہے اور اس سے الحاق شدہ سیکڑوں مکاتب کا اجراء فرمایا ہے جس کے اثرات وہاں کے رہنے والے سیکڑوں مسلمانوں ہی پر نہیں پڑ رہے بلکہ غیر مسلم تک داخل اسلام ہو رہے ہیں۔ اور عمومی طور پر دینی رجحان بڑھ رہا ہے مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہٗ کی مساعی دیکھکر بے اختیار زبان پر آجاتا ہے، ؎

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ۔ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

خدائے پاک مولانا موصوف کے فیوض و برکات کو عام و تام فرمائیں اور دار العلوم کو خوب خوب ترقیات سے نوازیں اور زمانہ کے ہر قسم کے شر و فتن سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

سیدی و مولائی حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم صدر مفتی دار العلوم دیوبند سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہٗ نے دار العلوم لندن دیکھنے اور معائنہ فرمانے کا اصرار کیا ساتھ ہی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کو لندن تشریف لیجانیکی سفارش چاہی، حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم مولانا موصوف نیز حضرت اقدس

شیخ الحدیث زید مجدہ کے ارشاد کی تعمیل میں دارالعلوم کے معائنہ کے لئے لندن تشریف لے گئے۔
حضرت اقدس مفتی صاحب دامت فیوضہم کی فارسی نظم کی قادرالکلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا موصوف نے لندن کے دوران قیام حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کے مبارک اوصاف نظم فرمانیکا اصرار کیا۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہ نے حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے پاکیزہ اوصاف فارسی میں نظم فرمائے۔ انہیں اشعار کا ترجمہ اور تشریح بسط و تفصیل کے ساتھ ہمارے محترم مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدرس دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ نے فرمایا ہے۔ مولانا موصوف نے بڑے اہتمام سے ہر چیز کا ماخذ اور حوالہ بقید صفحہ تحریر فرمایا ہے خدائے پاک ان کے علم و عمل اخلاص وللہیت میں برکت نصیب کریں اور دینی خدمات کی مزید توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

اس مجموعہ میں حضرت شیخ مدظلہ کے علاوہ دیگر اکابر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا رشید احمد صاحب، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہم اور سلاسل اربعہ کے صاحب سلسلہ مشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بہاءالدین نقشبندی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہم کا تذکرہ اور فرقہائے ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ کی بحث، غوث و ابدال کی تحقیق فن تصوف کی بعض اصطلاحات کا بیان بھی آگیا ہے، اس طرح یہ مجموعہ بیش بہا نادر معلومات کا خزانہ ہوگیا ہے۔ فللہ الحمد والشکر

ناظرین سے درخواست ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ کہ اصل محرک کتاب کے رہے ہیں۔ نیز حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ کہ جنکے نتیجہ فکر کا یہ ادنی کرشمہ ہے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ جن کے اوصاف عالیہ کا یہ مرقع پیش خدمت ہے۔ نیز مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کے حق میں جنھوں نے فارسی اشعار کا ترجمہ و تشریح کرکے سہل الوصول بنایا۔ دعاء فرمائیں کہ خدائے پاک ان اکابر علماء اور مشائخ کاملین کے سایہ کو ہمارے سروں پر شفقت و عافیت کے ساتھ قائم و دائم رکھیں اور انکے فیوض عالیہ سے ہمیں مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ سیدی و مولائی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنی دامت برکاتہم

کے خلفاء مجازین کو بھی فارسی میں نظم فرمایا جسکی اشاعت عنقریب شیخ کی اجازت پر موقوف ہے، اجازت کے بعد انشاء اللہ جلد ہی شائع کئے جائیں گے۔ خدائے پاک تمام حضرات کی سعی کو قبول فرما کر باجور فرمائیں اور ہم سب کو اس سے سبق لینے، اپنی استعداد بھر اپنی زندگیوں میں اتار لینے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یارب العلمین۔ فقط۔

بندۂ ظہیر الاسلام غفرلہٗ

مسجد چھتہ، دیوبند۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

۴ اگست ۱۹۷۹ء بروز شنبہ۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

۱۶

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ	۲۵۰	خلق احسن	۲۶۳
سالک کو مطلوب تک پہنچانا اور اس کا واصل و مجاز ہو جانا	۲۵۱	حضرت شیخ زید مجدہ کے اوراد اور ہمہ وقت ذاکر ہونا۔	۲۶۹
اجازت کا نہ ہونا علامت قبولیت کی دلیل نہیں۔	۲۵۲	ذاکر و مذکور کے درمیان ربط کیا ہے	۲۷۵
مجمع ماہ مبارک	۲۵۴	ذاکر کے ذکر کا غیر انسان اور غیر حیوان پر اثر	۲۷۷
دعاء	۲۵۵	حضرت میاں جی نور محمد نور اللہ مرقدہ کا واقعہ	۲۷۸
جود و سخاوت	〃	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ذکر کا سانپ پر اثر	〃
رأفت بر خلقت	۲۵۸	حضرت شیخ زید مجدہ کا سجدہ۔	۲۷۹
کمال اطاعت اور فنا فی الرسول ہونا	۲۶۰	اعتذار۔	۲۸۱
شیخ زید مجدہ کا فیض عام	۲۶۲		

نام کتاب ــــــ وصف شیخ

تالیف ــــــ حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

ترجمہ و تشریح ــــــ محمد فاروق مدرس دار العلوم، میرٹھ

صفحات ــــــ ۳۸۴

سنہ اشاعت ــــــ ۱۴۰۷ھ

طباعت ــــــ مختار پریس دیوبند

تعداد ــــــ ایک ہزار ۱۰۰۰

ہدیہ ــــــ

وصف شیخ

گفت یوسف وصف شیخ ما بنظمے کن بیاں
تا دلے مضطر قرارے گیرد از تذکار آں
گفتم آرے آرے گویم قطرۂ از قلزمے
گر خدا خواہد بسازد ہم نوا ہر دل زباں
بعد حمد و نعت بشنو وصف شیخ غوث وقت
مہبط رحمت بگیتی برکت العصر است آں
آں بدائع بحر رائق زیلعی را راز دار
تحفہ و شرح مہذب نیل در روضہ پیش آں
باجی و معنی و محلی در منثور از برقی
طیبی عینی عسقلانی قسطلانی بر زباں
چوں سلف آں حافظ قرآن و تفسیر و حدیث
فقہ بر اقوال و اعمالش مسلسل ضو فشاں
قول مالکؒ شافعیؒ احمدؒ ہمہ در حفظ او
ظاہریہ خارجیہ مرجیہ را راز داں!
علم فوارہ نما جوشد ز نوک خامہ اش
بہرہ یاب اہل عرب اہل عجم در کل جہاں
از حکایات صحابہؓ زندگی پر نور کن

ہم بیابی در فضائل روشنی قلب و جاں
ذکر قرآں صدقہ روزہ حج نماز و ہم درود

ہر یکے را بر طریق دلنشیں کردہ بیاں
اعتدالش فرقہائے مختلف را جمع کرد

صلح کردہ دشمنے با دشمنے شد شادماں
حب دنیا از دل خود دور کن در یاد موت

مال و عترت را ہمیں جا ترک کردہ رفتگاں
در وجوب لحیہ ہم دارد کتابے پُر اثر

ریش دشمن چوں بخواند ریش را شد پاسباں
اوجز و لامع خصائل کوکب و حج وداع

بر مؤطا بر بخاری ترمذی شرح عیاں
در مسائل در فتاوی بر عزیمت میرود

اندرو ہرگز نیابی ہیچ کسلے را نشاں
گاہ رخصت را پسندد در عمل بہر خدا

تا گمان حرمتش را دفع سازد از میاں
آں سراپا رشد و خلت نائب خیر الوری

نور عینین شہ رشید و شہ خلیل سروراں
شہ حسین احمد شہ الیاس شہ عبد الرحیم

جامہائے عشق دادندش بجوشش ساقیاں
با مشائخ ربط قلبی و قوی دارد مدام

گریہ طاری می شود چوں نام آید بر زباں
در نگہ دارد ہمہ اقوال و احوال شیوخ

ہیچ گہ غافل نماند از ادائے حق شاں

آصفیہ عشرہ تلاوت بہر ایصال ثواب
ہست جاری در طریقش مثل معمولات شاں
صابری و نقشبندی سہروردی قادری
چہار نسبت جمع کردہ آں معین چشتیاں
آتش عشق الٰہی در دل او شعلہ زن
چشم گریاں می چکاند روز و شب سیل رواں
گوہر حب محمد در دل او روشن است
صاف گو ہم قلب او روشن شدہ ہم رنگ آں
عاشقانہ می نشیند سمت اقدام حبیب
مشفقانہ می نوازد سرور پیغمبراں
روئے انور از جمال مصطفیٰ شد تابناک
روح اطہر با کمال شہا دفتار و شادماں
خاک طیبہ شد وے محبوب از عیش نعیم
قلب او از ما سوا فارغ شدہ در شوق آں
خلق و فعل و نطق از سنت منور سر بسر
معدن ایثار و شفقت راحت دل خستگاں
صحبت او اے برادر کیمیائے بے مثال
ہر کہ آید حسب استعداد یابد بہرہ زاں
می فزاید بارش الطاف در ماہ صیام
اعتکافش خلوتے در انجمن اے رازداں
می نشیند در مجالس بہر تنویر ظلم
می رساند آفتابے در قلوب خاکداں
چہرۂ پرنور او روشن تر از شمس و قمر

لیک ظاہر می شود مقدار تاب طالبان
سطح ظاہر را منوّر می نماید آفتاب

از شعاع روئے او روشن شود خلق جہان
کاسہ گیران جادہ پیما سوئے آن مینا نواز

در دلش میخانہ عشق و محبت این زمان
مجلس او معرفت را بحر ناپیدا کنار

بہر لآلی حسب طاقت ہر کسے غوطہ زنان
مجلس او آبشارے کشت دل سیراب ازو

مجلس او رود بارے برکنارش تشنگان
مجلس او دلگدازے گرد او دلہا چو موم

مجلس او دلنوازے گرد او دلدادگان
مجلس او باغبانے گرد او انواع گل

مجلس او سائبانے زیر او دل تفتگان
مجلس او ہر زبانے وقف بر ذکر و درود

مجلس او پاسبانے بر قلوب سالکان
مجلس او نہر دیانے بہر شیر و صول

مجلس او مہربانے بر ہمہ آیندگان
مجلس او آسمانے از کواکب زینتش

مجلس او راہ دانے گرد او سیارگان
مجلس او شمع روشن گرد او پروانہا

مجلس او شاہ گل گردش عنادل در فغان
مجلس او غم گسارے گرد او دل پارہا

مجلس او تاجدارے گرد او فرزانگان

ما یہ او اعتماد وعدہائے ذات حق
تاج فقرش با توکل روکش چتر شہاں

قلب طالب از نگاہش می کشد حب رسول
تابع سنت شود ہر قول و فعلش بے گماں

از مودت ہر کرا بیند نگاہ لطف او
قلب او گردد معطر مثل گل در گلستاں

در نوافل در تلاوت در دعا و در بکار
حسب حالت ہر کسے یابد سکون قلب و جاں

ساغر عیش کسے نوشد شود مست و خراب
سینہ بریاں دیدہ گریاں اللہ اللہ در زباں

سوختہ گردد رذائل دل مجلّیٰ می شود
کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستاں

روحِ سالک را بروحِ خود گرفتہ می برد
پیش وے بعدے نماند از زمیں تا آسماں

نیز سالک از ہفت آسماں تا عرش اعظم می رسد
با ادب داخل شود در بارگاہِ لامکاں

ہم شفاعت می کند محبوب رب العالمین
وا شود آغوش رحمت با ہزاراں عز و شاں

در سراپردہ چسانش می نوازد لطف حق
قلب گوید گر بگوید سرّ او سوزد زباں

سالک وارفتہ عارف می شود از وصل دوست
خود خدا حافظ شود از ابتلاء دشمناں

در چنیں مشہد اگر خواہد خدا گردد مجاز رہ

قلب او آئینہ گردد بہر فیض عارفاں
گر کسے را راز مخفی داشتن خواہد خدا

در حجابے دارد ش مثل عوام سالکاں
بارک اللہ مجمع ماہ مبارک در سلوک

ہر کسے در طے منزل رہرو السنت ودواں
یک اشیمے بد ترباۓ بد نگاہے بد عمل

ہم امید عفو دارد در طفیل دیگراں
اے خدائے قادر و قیوم رحمان و غفور

بہر فیضاں ہر کسے کو آیدش کن کامراں
یا الٰہی روح و قلب شیخ ما مسرور باد

فیض اولاد و تلامیذش بہ عالم دررساں
از شرور جملہ مخلوقات خود محفوظ دار

علم، عبرت، حلم، عفت کن عطا خورد و کلاں
مظہر جود و سخاوت دست دولت بخش او

ابر نیساں بر عطائش از مسرت درفشاں
سفرہ اش را دیدہ حیراں می شود مرد کریم

حق تعالیٰ می رساند رعیت ہر مہماں
ہر کہ آید می خورد از سفرہ اش مرغوب خویش

می برد با خود طعام و میوہ بہر دو دماں
چوں کسے نہ آید رسد مقسوم او بر جائے او

پرورش یابند طفل و پیر و بیوہ نوجواں
بر یتیم و بر ضعیف و بر مسافر بر فقیر

سایہ افگن ابر جودش بر مثال خانداں

گر خلد در پائے کس خارے شود قلبش ملول
بہر خلقت رأفتے دارد دل او بیکراں

ضعف پیری کثرت امراض کردش مضمحل
لیک بہر محنت دین ہمتے دارد جواں

کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم
گاه او در طیبہ آید گاه در ہندوستاں

بے اجازت نقل و حرکت وصل ہجرت ہیچ نیست
شد فنا قصدش بقصد سید پیغمبراں

خانقاه و مدرسہ قائم نموده جا بجا
تربیت کرده فرستد کارواں در کارواں

مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسیده فیض او
ساخت مرکز موریشس، رنگون، لندن، انڈیاں

خلق احسن شد عطائش بہر تسخیر قلوب
نرمی و گرمی بہم حسب مزاج طالباں

درگذرد در طبع عالی از حقوق ذاتِ خویش
در حقوق شرع جاری امر و نہی رہبراں

کس نشنود از زبانش فقرۂ ناگفتنی
کس نہ بیند در کتابش جملۂ ژولیدگاں

قلب پُر غم چشم پُر نم خنده بر لب برملا
آبِ آتش دیده حیراں واردان و صادراں

ورد پاک او درود و ذکر قرآن و حدیث
روز و شب شام و سحر از بس ہمہ رطب اللساں

یک نفس از ذکر خالی نیست او را اے عزیز

ذکرِ قلبی، ذکرِ روحی، ذکرِ سرّی ہم روان
درمیان ذاکر و مذکور ربط بے قیاس

گر بگویم مرغ جانم پر پرد بہ آشیان
خشت و چوب حجرۂ او مثل ناطق ذاکر اند

از لحاف و تکیہ و بستر شنو ذکر نہان
سجدہ اش گویا نہد سر در بر محبوب خویش

این چنین قرّہ کجا حاصل شود در این زمان
بہ سجودش در ملائک رشک پیدا می شود

مجمع کرّوبیان انگشت حیرت در دہان
اے عزیز القدر بہر خاطرت کردم رقم
خامہ اینجا در شکست و سار بانم شد روان

ختم شد

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَمَّابَعْدُ: ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب پنجشنبہ گیارہ بجے
تراویح کے دوران مشہور "مردم خیز" قصبہ کاندھلہ کے اس خاندان مشائخ
میں (جو دو تین صدی سے زائد مدت سے علم وعمل کا مرکز و مسکن بنا ہوا
ہے اور جہاں سے علم ومعرفت کے دریا اکناف عالم میں بہے اور جہاں سے بڑے
بڑے اتقیا، اذکیا، اولیا، صلحا، فضلا پیدا ہوئے اور نجوم ہدایت بن کر
دنیا کو صراط مستقیم دکھائی، جس خاندان کا فیض دنیا کے چپہ چپہ پر پہنچا وہ خاندان
جس کا پورا ہند ہی نہیں بلکہ پورا عالم مرہون احسان ہے) ایک درخشاں ستارہ
طلوع ہوا جیسے بدر کامل بن کر علمی دنیا میں چمکنا اور ہزاروں لاکھوں راستہ
بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانا تھا، جس نے جب اس دنیا میں آنکھ کھولی
تو اپنے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی شکلیں، صورتیں چلتی پھرتی
دیکھیں اور وہ ماحول پایا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ماحول
کے بہت مشابہ تھا، سب سے پہلے وہ گود ملی جس کے لئے علامۂ وقت
رشیدی علوم ومعارف کے محافظ و نگہبان یعنی حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب
قدس سرہ نے بڑی دعائیں کی تھیں، آپ بیتی نمبر ۲ صفحہ ۱۳۵ پر یہ عبارت
ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ زید مجدہ کی والدہ

یہ تو مجھ سے بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ
تیری خالہ کے انتقال کے بعد اس کے حسن صورت حسن سیرت
کی وجہ سے تیری والدہ کے نکاح کے لئے بہت ہی دعائیں

گئیں اور بڑی ہی کوششوں سے تیری والدہ سے نکاح ہوا،
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیسی خداترس متقی و پرہیزگار
ہونگی، یہ تو والدہ صاحبہ کا حال ہوا، دادی صاحبہ کا حال حضرت مولانا
عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں سنئے:۔

شیخ زکریا کی دادی صاحبہ کے معمولات

مگر ہاں مولانا محمد یحییٰ صاحب نے ان کی بیٹی یعنی اپنی والدہ
کے معمولات ایک مرتبہ بیان فرمائے جن کو سن کر میں تو
حیران رہ گیا کہ عورت تو عورت ہی ہے، اگر با ہمت مرد بھی
سال دو سال اس کا نباہ کرلے تو بڑی مردانگی ہے، پھر
صاحب اولاد عورت اور امور خانگی کی سرپرست منتظمہ
کا آخر عمر تک اس پر مواظبت کرنا تو استقامت کا وہ
بڑا نمونہ ہے جس سے نہ دیکھنے والوں کو ان کے نانا مولانا
مظفر حسین صاحب کی استقامت و عبادت و زہد
و قناعت اور خوف و خشیۃ کا پتہ چلتا ہے، اور وہ
معمولات روزمرّہ کے یہ ہیں۔

درود شریف پانچ ہزار[۵۰۰۰]، اسم ذات اللہ پانچ ہزار[۵۰۰۰]،
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اُنیس سو[۱۹۰۰]، یا مغنی گیارہ سو[۱۱۰۰]،
لاحول ولا قوۃ الا باللہ گیارہ سو[۱۱۰۰]، اللہ الصمد گیارہ
سو[۱۱۰۰]، لا الٰہ الا اللہ بارہ سو[۱۲۰۰]، یا حیُّ یا قیُّومُ دو سو[۲۰۰]،
حسبی اللہُ ونعم الوکیل پانچ سو[۵۰۰]، سبحان اللہ دو سو[۲۰۰]،
الحمد للہ دو سو[۲۰۰]، لا الٰہ الا اللہ دو سو[۲۰۰]، اللہ اکبر دو سو[۲۰۰]،
استغفار پانچ سو[۵۰۰]، اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللہِ سو، حسبنا
اللہ ونعم الوکیل سو، رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو
رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ سو

اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن سو مرتبہ، اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا کہ حافظہ قرآن تھیں، اور مانع نسوانی حائل نہ ہوتا تو ہر ہفتہ قرآن مجید ختم کر لیتی تھیں رحمہا اللہ رحمۃً واسعۃً[1]

"مشائخ کاندھلہ" میں یہ معمولات لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے :۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ چالیس پارہ روزانہ پڑھتی تھیں، آپ رمضان المبارک ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئیں اور بروز چہارشنبہ ۴ر شعبان ۱۳۳۶ھ کو کاندھلہ میں وفات پائی ہے[2]

بی بی امۃ الرحمٰن عرف امی بی (جو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب و مولانا محمد الیاس صاحب کی حقیقی نانی ہوتی تھیں) کے حالات حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

حضرت امی بی صاحبہ کا یہ بڑھاپے کا زمانہ تھا بینائی جاتی رہی تھی، اس لئے گھر کا کام وکاج سب چھوڑ دیا تھا، اور پلنگ اور چوکی ان کی آرامگاہ اور نشست گاہ تھی، بیشتر وقت نماز میں گذرتا تھا، اور نماز اتنی طویل ہوتی تھی کہ شروع ہونے کے بعد کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی، معمول تھا کہ سورج نکلنے کے بعد اشراق کی نماز شروع ہوتی تھی، نماز اشراق کے ختم ہونے کے تھوڑی دیر بعد چاشت کی نماز شروع ہو جاتی تھی، پھر کھانا کھا کر آرام فرماتی تھیں، اول وقت ظہر کی نماز شروع کرتیں اور اس کے اختتام پر عصر کا وقت قریب ہوتا تھا، غرض نمازوں کے درمیان بہت کم وقت بچتا تھا، اور جو وقت بچتا تھا اوراد و وظائف میں گذرتا تھا یا کچھ دیر آرام

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی نانی صاحبہ کے معمولات

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۹۶،۹۵ ۱۲ [2] حالات مشائخ کاندھلہ ص ۱۲۷ ۱۲

فرماتی تھیں اور یہی روزآنہ کا معمول اور دستور تھا، نماز شروع کرنے کے بعد پھر وہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے خبر ہوجاتی تھیں اور محویت واستغراق میں کسی بڑے سے بڑے حادثہ کی بھی خبر نہ ہوتی تھی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امی بی کی نماز کی جھلک حضرت گنگوہیؒ کی نماز میں دیکھی، اور بس پانی کی گھڑیا پاس میں رکھی رہتی تھی، اور ہر نماز کے بعد اس میں پھونک مارا کرتی تھیں جس کو حاجت مند لوگ لے جاتے تھے اور دن بھر آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، وہی پانی ہر مرض کی دوا تھا اور ہر مریض کے لئے پیغام شفا تھا، فرماتی تھیں کہ مجھے باداجی نے سات سال کی عمر میں خود بیعت کیا اور نوافل مسنون اور اوراد وظائف مسنون بتلائے اور رمضان المبارک میں گھر کے گوشہ میں اعتکاف میں بٹھایا اس کے بعد سے میں آج تک ان کی پابند ہوں،

سادہ لباس اور موٹا کپڑا پہنتی تھیں اور جو کچھ کھانے کیلئے لاکر رکھدیا جاتا تھا اسی کو تناول فرمالیا کرتی تھیں اکثر یہ ہوتا تھا جب کھانا آتا تو نماز میں مشغول ہوتیں، کھانا ان کے پاس رکھدیا جاتا تھا، جب کبھی نماز سے فارغ ہوتیں تو جس حالت میں ٹھنڈا یا گرم کھانا ہوتا ویسا ہی حسب خواہش کھالیتی تھیں اور اگر کوئی کھانا رکھنا بھول جاتا تھا، تو وہ خود بھی کھانا بھول جاتی تھیں اور کبھی از خود کھانا نہ مانگتی تھیں اور فرمایا کرتیں کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ سے میری بھوک اور پیاس جاتی رہتی ہے،

زہد و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ کبھی والد صاحب اور تایا صاحب اور ماموں صاحب کی آمدنی کا پیسہ نہ کھایا اور نہ اپنے کام میں لگایا کہ انگریزی ملازمت کا پیسہ مشتبہ مال ہے اپنا گذر صرف اس آمدنی پر کرتی تھیں جو والد بزرگوار اور خاوند سے ترکہ میں ملی تھی۔ اور جو کچھ یہ صاحبان دیتے تھے صدقہ و خیرات کر دیتی تھیں۔

داد و دہش اور جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ اگر قارون کا خزانہ بھی ان کے سامنے ڈال دیا جاتا تو شام تک بے دریغ خرچ کر ڈالتیں۔ ہمیشہ کا معمول تھا کہ گیہوں سے بھرا ہوا تسلہ پلنگ کے نیچے رکھا رہتا تھا اور جو بھی غریب آتا تو اس میں سے حسب ضرورت دیا جاتا۔ جب خالی ہو جاتا تو اور بھر دیا جاتا تھا۔ آخر زمانہ میں جب گھر والوں نے اس کو بند کر دیا اور فضول خرچ سمجھا تو دن بھر حسب عادت خالی دو ہتر دیتی رہتی تھیں گویا اناج لیکر کسی کو دے رہی ہیں اس انتظام کے بعد سے گھر کی خیر و برکت جاتی رہی اور برابر آمدنی گھٹتی ہی رہی۔ ۴۔ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۸۔ جون ۱۹۲۴ء بروز یکشنبہ وفات پائی۔ رحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ۔

انتقال کے بعد وہ کوٹھری جس میں انکا قیام رہتا تھا اور اس خیال سے کہ پاخانہ پیشاب کی بدبو کی وجہ سے متعفن ہو گی بند کر دی گئی تھی۔ اس کو کھولا گیا تو ایک خاص قسم کی خوشبو اور مہک محسوس ہوئی جو ہفتوں تک باقی رہی[1]

مولانا اکبر صاحب کاندھلوی کی بیٹی کے حالات کے ذیل میں مولانا

---

[1] حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۱۲۵

احتشام الحسن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
خالہ صاحبہ بڑی دین دار متقی پرہیزگار صاحب فضل کمال باخدا بی بی تھیں اور فہم و فراست اور ذکاوت و ذہانت میں ممتاز تھیں۔ علمی حقائق و دقائق بے تکلف بیان فرمایا کرتی تھیں پوری صحاح ستہ اور ہدایہ اور در مختار اپنے چچا مولانا محمد سلیمان صاحب سے پڑھی تھیں۔ علمی ذوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلا ناغہ روزانہ کتب بینی کا معمول تھا جو آخر تک جاری رہا۔ وظائف و اوراد اور اپنے معمولات کی پابندی مزید برآں۔

مولانا اشرف علی صاحب رح کی بیعت کا تذکرہ

ایک دفعہ مجھے دہلی سے تقاضہ سے بلوایا اور فرمایا کہ میں سخت پریشان ہوں۔ مجھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے پاس تھانہ بھون لے چل۔ تھانہ بھون پہنچکر ایک عزیز کے یہاں قیام کیا اور مولانا کو بلوایا وہ وقت مولانا کی مجلس عام کا وقت تھا۔ مگر حضرت فوراً تشریف لائے۔ خالہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آجکل بہت پریشان ہوں۔ میرے لطائف ستہ جاری تھے جو بند ہو گئے۔ حضرت نے تھوڑی دیر سکوت اور مراقبہ کے بعد فرمایا۔ بحمداللہ بند نہیں ہوئے مگر کثرت مداومت کیوجہ سے اب انکا احساس نہیں رہا۔ آپ فکر ہرگز نہ کریں۔ اس کے بعد حضرت تھانوی رح نے اصرار کے ساتھ آٹھ روز تک ان کو ٹھیرایا اور مستورات میں متعدد وعظ خالہ صاحبہ سے کہلوائے جن کا خود حضرت انتظام واہتمام فرماتے تھے اور ہر وعظ کے بعد اس کی روئداد معلوم کراتے تھے۔

خاندان کی مستورات کا حال

زہد و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ
تایا صاحب (اپنے شوہر) کے ہمراہ ملازمت پر گئیں۔ تایا صاحب
کی آمدنی میں انہیں کچھ کراہیت محسوس ہوئی تو اپنے ہمراہ جو
مسور کی دال لائی تھیں۔ پورے چھ مہینے اسی پر گذار دیئے۔
تھوڑی سی دال روزانہ ابالتی تھیں اور کھا لیتی تھیں۔ یہی روٹی
تھی اور یہی سالن اور یہی ساری غذا۔ حالاں کہ تایا صاحب
کے لئے انواع و اقسام کے کھانے تیار کرتی تھیں۔ اس لئے
کہ تایا صاحب کے یہاں مہمان داری کا زور رہتا مگر خود نہ
چکھتی تھیں۔ چھ ماہ کے بعد وہ مسور کی دال بھی ختم ہوگئی تو ایک
دن گھر کی نوکرانی نے سارا راز تایا صاحب پر کھول دیا اور کہا
کہ میاں تحصیلدار تحصیلدارنی صاحبہ سے نہ کہنا وہ ناراض ہونگی
لیکن اگر یہی حال رہا تو وہ ہلاک ہو جائینگی۔ تایا صاحب کو جب
یہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو ان کو کاندھلہ پہنچا دیا اور پھر کبھی
ملازمت پر نہیں لے گئے۔ اس میں تقویٰ سے زیادہ بڑا کمال یہ
تھا کہ کبھی اس کو خاوند پر ظاہر نہ کیا کہ مبادا رنج و اذیت کا باعث
ہو اور پورے نشاط کے ساتھ یہ عرصہ دراز گذار دیا۔[1]

اسی خاندان کی مستورات کا حال حضرت مولانا ابوالحسن صاحب
دامت برکاتہم ندوی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گھر میں بیبیاں عام طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر
قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح
و نوافل میں سنتی تھیں۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی
عجیب بہار رہتی۔ گھروں میں جا بجا قرآن مجید ہوتے اور دیر

---

۱ حالات مشائخ کاندھلہ ص ۱۹۵ ۱۲

تک اسکا سلسلہ جاری رہتا۔ عورتوں کو علم کا اتنا ذوق تھا کہ قرآن مجید پڑھ پڑھکر مزہ لیتیں اور نماز کے بعد اپنے اپنے مقامات کا ذکر کرتی تھیں۔ نماز میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیویوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثہ وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے تک کا احساس نہ ہوتا۔ قرآن شریف مع ترجمہ و اردو تفسیر مظاہر حق مشارق الانوار، حصن حصین یہ عورتوں کا منتہائے نصاب تھا۔ اسی خاندان کا یہ عام رواج تھا۔ اس وقت گھر باہر اور اندر کی مجلسیں اور صحبتیں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قصوں اور چرچوں سے گرم تھیں ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبان پر تھے۔ مائیں اور گھر کی بیبیاں بچوں کو طوطے، مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سناتیں الخ[1] (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت ص۴۱)

ایسے روح پرور ایمان افزا نورانی خاندان کے بارے میں یہ شعر پڑھنا بالکل برمحل ہے ؎

ایں سلسلہ طلائے ناب است
ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اسی خالص دینی، علمی ماحول میں تقریباً ڈھائی سال گذرے مگر چونکہ اس نومولود بچہ کو مستقبل قریب میں قطب الارشاد ہونا تھا اس لئے ضروری تھا کہ کچھ وقت قطب الارشاد کی خدمت اور صحبت میں بھی گذرے

---

[1] ولی کامل ص۶۴، ۶۵، ۱۲

اور اَلتَّعْلِيْمُ فِي صِغَرِہٖ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ (الحدیث) مشہور حدیث ہے چنانچہ اس وقت سے زیادہ موزوں اور کون سا وقت ہوسکتا تھا۔ کہ مستقبل قریب میں بننے والا قطب الارشاد موجودہ قطب الارشاد کے صفات وکمالات کو اپنے اندر جذب کرے اور دوسرے وقت میں اس کا ظہور ہو اسلئے خالق ارض وسماء، رازق انس وجان نے اس سعید ازلی درخشاں ستارہ کو اس میں قطبیت کی شان وصلاحیت پیدا کرنے کے لئے گنگوہ ۱۳۱۸ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ محدث گنگوہی کی خدمت بابرکات میں پہنچا دیا۔ محدث گنگوہی قدس سرہٗ کی جوہر شناس دوربین بصیرت نے بھانپ لیا۔ کہ یہ کیا کچھ ہونے والا ہے ؎

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارہ بلندی

مشہور ہے کہ اور حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب قدس سرہٗ سے غایت درجہ تعلق کی وجہ سے وہ پیار ومحبت اور شفقتیں ارزانی فرمائیں کہ جس کی مثال مشکل سے ملے گی، آپ بیتی میں حضرت شیخ دام مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت قدس سرہٗ چار زانوں تشریف فرما ہوتے اور یہ بے ادب بدتمیز گستاخ حضرت قدس سرہٗ کے دونوں گھٹنوں پر ایک ایک پاؤں رکھکر حضرت قدس سرہٗ کی گردن میں ہاتھ ڈالکر لپٹ کر کھڑا ہوجاتا تھا۔[۱]

آپ بیتی میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی شفقتوں کے متعدد واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ ولی کامل میں مفتی عزیز الرحمٰن نے حضرت شیخ دامت برکاتہم

---

[۱] آپ بیتی ع۴۲ صے ۱۲ ع۵ جمع الفوائد ص۳۲ ،،

کی نسبت سے نقل کیا ہے۔

میرے پیٹنے پر ابا جی قدس سرہٗ پر بہت مرتبہ حضرت گنگوہی خفا ہوئے۔[1]

غرضیکہ محدث بے مثال قطب الاقطاب حضرت گنگوہی کے سایۂ عاطفت اور دامان شفقت میں آپ کا نشو و نما ہوا اور محبت و شفقت اور تقویٰ و پرہیز گاری کے پُر فضا و پُر سکون ماحول میں تقریباً پانچ ساڑھے پانچ برس گذرے تھے کہ ۱۳۲۳ھ میں جب کہ حضرت شیخ زید مجدہ کی آٹھ برس کی عمر تھی۔ قطب الاقطاب ساقیِ علوم و معرفت اور آفتاب علم و ہدایت حضرت گنگوہی کا وصال ہو گیا۔ لیکن آپ اسی دینی علمی ماحول میں جس کی نظیر اس زمانہ میں کسی اور جگہ نہ تھی تیرہ ۱۳ برس کی عمر تک رہے۔

قدرت نے باپ بھی وہ عطا فرمایا تھا جو رشیدی علوم و معارف کا امین و محافظ امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے خادم خاص اور کاتب خطوط و فتاویٰ ہونیکے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو اس طرح تعلق خاطر تھا کہ اگر تھوڑی دیر نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "مولوی یحییٰ تو میری آنکھیں ہیں"۔ ایک مرتبہ کسی کام میں ذرا دیر لگ گئی تو حضرت نے کئی بار پکارا پھر فرمایا خدا جانے کہاں بیٹھ رہے آخر جب آئے تو حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

مت آئیو اور وعدہ فراموش تو اب بھی
جس طرح کٹا روز گذر جائے گی شب بھی

جس خاندان کا اوپر ذکر کیا گیا آخر اسی نورانی خاندان علمی دینی گھوارہ میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ ذکاوت و ذہانت، تقویٰ و طہارت

(حاشیہ:) پھر بانجھ ماہ کے بعد والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قاعدہ شروع کرایا۔

[1] ولی کامل صفحہ ۱۱۔۱۲

گویا گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ جب بولنا شروع کیا تو پاؤ پارہ حفظ تھا۔ سات
برس کی عمر میں مکمل حفظ کلام پاک کر لیا تھا۔ اس کے بعد سے مسلسل چھ
ہفتہ تک والد صاحب کی طرف سے اس کے مامور رہے کہ پورا قرآن پاک
حفظ پڑھ کر پھر کھانا کھائیں، چنانچہ روزانہ چھ ماہ برابر ظہر تک پورا
قرآن پاک پڑھ لینے کے بعد کھانا کھاتے، مکمل یکسوئی کے ساتھ علمی
تبحر حاصل کیا تھا۔ مدرسہ حسین بخش دہلی میں حدیث کی کتابوں کے علاوہ
سب کتابیں پڑھی تھیں۔ مشہور تھا کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے غیر مقلد
ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وہاں حدیث کے اسباق میں شرکت نہیں کی تھی
مگر ارباب مدرسہ نے آپ کا نام بھی فارغین میں لکھ دیا۔ حالانکہ ایک
سبق بھی آپ نے نہیں پڑھا تھا۔ اور مدرسہ والوں نے مولانا محمد اسمٰعیل
صاحب پر زور دیا تو مولانا نے فرمایا کہ "محمد یحییٰ کیا حرج ہے ابھی پانچ
مہینے باقی ہیں اسی میں پڑھ لو" خود ارشاد فرماتے ہیں۔

علمی انہماک کا عجیب واقعہ

چنانچہ وہ پانچ مہینہ میں نے نظام الدین کے حجرہ میں
اس طرح گذارے ہیں کہ خود مسجد میں رہنے والوں کو معلوم
نہ تھا کہ میں کہاں ہوں بجز ان دو لڑکوں کے جن کے ذمہ
میری روٹی اور وضو کا پانی لانا مقرر تھا۔ چنانچہ اسی دوران
کاندھلہ سے میرے نکاح کا تار آیا تو لوگوں نے یہ کہکر واپس
کر دیا کہ مکتوب الیہ مدت سے یہاں نہیں ہے اور نہ معلوم
کہاں چلا گیا۔ غرض اسی دوران میں میں نے بخاری شریف
سیرت ابن ہشام، طحاوی، ھدایہ، فتح القدیر بالاستیعاب
اس اہتمام سے دیکھی ہے کہ مجھے خود حیرت ہے، اتفاق
سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ممتحن مقرر ہوئے۔ اور
تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھکر یہ لفظ

فرمائے کہ ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا[1]۔

اسی بنا پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی سفارش پر حضرت گنگوہیؒ نے مولانا محمد یحییٰ صاحب کی خاطر آخری دورہ پڑھایا جس کو آخری دور کا آخری منظر کہا جاتا ہے۔ اور آپ کے طفیل ایک کثیر جماعت فیض یاب ہوئی مولانا محمد یحییٰ صاحب کا گنگوہ آنا گویا حضرت کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنا تھا کہ بارہ[14] برس تک جانے کا نام نہ لیا۔ حتیٰ کہ امام ربانی ہی دنیا سے سدھار گئے اور وہ بہار ہی ختم ہو گئی جس نے دنیا کو قدوسی منظر دوبارہ دکھانے کیلئے اپنی طرف کھینچا تھا۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کے حالات بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

> آہ مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم میرے محسن اور مخلص دوست تھے جن کے کمالات مخفیہ اور حالات سنیہ بیان کرنے کو مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ آخر کوئی چیز تھے کہ امام ربانی کو اولاد سے زیادہ پیارے ہوئے کہ حضرت ان کو بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے اور کسی ضرورت سے وہ چند منٹ کے لئے اِدھر اُدھر ہو جاتے تو امام ربانی بے کل اور بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ بارہ برس کامل اس لاڈ اور پیار میں گذرے کہ کوئی اس کی نظیر نہیں بیان کر سکتا۔ حتیٰ کہ امام ربانی کا وصال ہو گیا اور مولانا خلیل احمد صاحب نے جن کی دوربین بصیرت بارہ برس پہلے سمجھ چکی تھی کہ مولوی یحییٰ کوئی چیز ہیں۔ گنگوہ جا کر جو عمامہ آپ کو مرشد العرب والعجم کے

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۲ ۱۲

دست مبارک سے عطا ہوا اور اصل پچھوں پر سیا ہوا اب تک محفوظ رکھا ہوا تھا۔ یہ کہتے ہوئے اپنے دست مبارک سے مولوی یحیٰی صاحب کے سر پر رکھدیا کہ اس کے مستحق تم ہو اور میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا الحمدللہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کرکے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تمکو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔[1]

قوتِ حفظ اور علمی شغف

محض اپنے حفظ سے طلبہ کو ادب کی اکثر درسی کتابیں لکھ کر دے دیا کرتے۔[2]

علم کا یہ شوق کہ سلّم جیسی کتاب کو ہاتھ میں تسبیح لے کر اس کی عبارت از اوّل تا آخر دو سو دو سو مرتبہ پڑھا تھا۔[3]

تربیت کا عالم

مگر اس علم و عمل تقوٰی و طہارت، ذکاوت و ذہانت، یقین و توکّل زہد و قناعت، استغنا، صبر و رضا، تفویض و تسلیم کی مکمل تصویر ہونے کے ساتھ اللہ تعالٰی نے تربیت کرنے کا وہ عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ عزیز فرزند میں رذائل کی ہوا بھی نہ لگے، اور جو محاسن و کمالات فطری طور پر ودیعت کیے گئے تھے۔ ان میں برابر ترقی اور جلا بڑھتی رہے کوئی آن و لمحہ بھی ضائع نہ ہو فرمایا کرتے ؎

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۳، ۲۰۴ ۱۲ [2] تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۱ ۱۲ [3] تذکرۃ الخلیل ۱۲

حضرت شیخ زکریا مجددؒ "الاعتدال فی مراتب الرجال" میں اپنی تربیت
کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ زکریا مجددؒ کی تربیت کے بعض اصول

میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے ماتحت ہوئی ہے
وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی
اجازت تھی نہ بلا معیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا
چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت
میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے
کی اجازت نہ تھی اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے
اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ
کی مجلس میں بھی بلا والد صاحب یا چچا جان صاحب کے ساتھ
ہوئے بیٹھ سکوں کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں یا
حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات
کر لوں۔ مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات
کرنے کی اجازت نہ تھی، تنہا مکان جانے کی اجازت
نہ تھی، یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات
کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا، اس دور کی آپ بیتی اگر میں
سناؤں تو الف لیلہ بن جائے کہ کس قدر تشدد مجھ پر
رہا۔ اور کس قدر سخت قیدیوں کی سی زندگی گذری مگر اللہ
کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھے نباہنے کی توفیق
عطا فرمائی جس کی برکات میں اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں۔[1]

ولی کامل میں آپ بیتی سے نقل کیا ہے۔

یہ تو میری مجال ہی نہ تھی کہ میں کسی کو سلام کر دوں یا میں

---

[1] الاعتدال فی مراتب الرجال ص۳۱ ۱۲

از خود کسی ایسے شخص کے پاس جماعت کی نماز میں کھڑا ہوں جس کے پاس اس سے پہلی کی نماز میں کھڑا ہو چکا ہوں۔ کوئی دوسرا اجنبی آدمی مجھے سلام کر لے تھا تو مجھے جواب طلب ہو جاتا کہ یہ کون ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص جو پہلی نماز میں بھی میرے برابر ہوتا تھا۔ اتفاقاً میرے پاس اگر کھڑا ہو جاتا تو مجھے ڈر کے مارے نیت توڑ کر جانا پڑتا تھا۔ اس لئے کہ اسکو بھگتنا تو مجھے پڑے تھا اور اس خیال سے کہ پاس والے کو یہ خیال ہو گا کہ کیا بات ہے۔ کبھی کھانسنے کا بہانہ کرتا اور کبھی ناک پکڑ کر گویا نکسیر آگئی وہاں سے نکلتا تھا۔[له]

چار سال کی عمر تھی والدہ صاحبہ نے بہترین خوبصورت تکیہ بنایا تھا جس کے متعلق خود حضرت زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

وہ (تکیہ) مجھے اتنا محبوب تھا کہ بجائے سر کے وہ میرے سینے کے اوپر رہا کرتا تھا اور اس کو پیار کرتا اور کبھی سینہ سے چمٹایا کرتا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دے کر فرمایا۔ "زکریا! مجھے تکیہ دیدے" مجھ میں پدری محبت نے جوش مارا اور اپنے نزدیک انتہائی ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا کہ "میں اپنا تکیہ لاؤں" فرمایا کہ "دے آ" میں انتہائی ذوق و شوق میں کہ ابا جان اس نیازمندی اور سعادتمندی پر بہت خوش ہونگے، دوڑا ہوا گیا۔ انھوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر اور اپنے دائیں ہاتھ سے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آجتک اس کی لذت تو بھولا نہیں اور مرتے

بچپن کا ادب آموزی

له ولی کامل ص ۱۴، ۱۵ ۱۲

وقت تک امید نہیں کہ بھولوں گا، اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں، کچھ کما کر ہی کہنا کہ اپنا لاؤں، اللہ ہی کا فضل و کرم ہے اور محض اس کا ہی فضل و کرم ہے کہ اس کے بعد سے جب کبھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے، تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جاتا ہے[۱]"

تربیت کا دوسرا واقعہ

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:-

"سنہ ۱۳۰۳ھ میں جبکہ میری عمر پندرہ برس کی تھی میری والدہ کی سخت علالت کی وجہ سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کاندھلہ بھیجدیا کہ اتنا لمبا چوڑا کام میرے سپرد کر دیا کہ پندرہ سولہ گھنٹے تک بھی پورا نہ ہو سکے، روزآنہ تاریخ وار مقامات کے سو لغت لکھنا اور صراح وغیرہ دوسری کتب کی مدد سے ان کا ترجمہ بھی لکھنا پھوپھا مرحوم (پھوپھا رضی الحسن صاحب) سے سلم کا سبق پڑھنا ایک منزل روزآنہ قرآن کی دو تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دادی صاحبہ (جو کہ حافظہ قرآن تھیں) کو سُنانا اور دو تین سبق فارسی کے گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، حاجی محسن مرحوم کو پڑھانا[۲]"

ایک اور واقعہ

اسی وقت تربیت کا عجیب واقعہ پیش آیا جس کو ملخصاً نقل کرتا ہوں:-

"چونکہ مجھے اچھا کپڑا پہننے کی نوبت نہ آئی تھی اور میری والدہ کی انتہائی خواہش اور تمنا تھی کہ مجھے اچھا کپڑا پہنے ہوئے دیکھیں مگر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوف سے وہ بھی

۱؎ ولی کامل ص ۱۶، ۱۷، ۱۲ ۲؎ ولی کامل ص ۲۵

نہیں بنا سکتی تھیں۔ چونکہ وہ ان کی رشدت علالت کی وجہ سے
مایوسی کی حالت تھی اس لئے انھوں نے میری خالہ اور پھوپھیوں
سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور چونکہ ہر رشتہ دار
اس وقت ان کی دل جوئی کا متمنی تھا۔ اس لئے سب نے
مل کر ایک نہایت نفیس جوڑا میرے لئے لیا۔ میرے والد صاحب
رحمۃ اللہ علیہ والدہ کی اور میری دونوں کی خیر خبر لینے کے
واسطے کاندھلہ تشریف لے گئے اور صدر دروازہ کے
بجائے چور کھڑکی میں کو ایک گھر سے دوسرے گھر میں پردہ
کراتے ہوئے پہنچے۔ ما بدولت اس شاہی جوڑے کو
پہن کر اور اس کی نمائش کرنیکے واسطے اپنے دروازہ
سے نکل رہے تھے کہ ایک دم ایک کی نگاہ دوسرے پر پڑی
ان کی نگاہوں میں تو شیر ببر کی طرح سے خون کی لہر
دوڑ گئی۔ اور میں لنگور کے سامنے بندر۔ ایسی حالت
میں تھا کہ پاؤں نیچے زمین نہیں تھی۔ اور انھوں نے للکار
کر فرمایا، آ! تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا۔ اور وہ نہایت
نفیس جوتا جو چار پانچ منٹ پہلے ہی پاؤں میں پڑا تھا
وہ ان کے ہاتھ میں تھا اور بجائے پیر کے سر پر پڑ رہے تھے
اور ایک لفظ زبان پر تھا کہ ! تجھے معشوق بننے کے واسطے
بھیجا تھا اور دروازہ ع۲ ایک دم بند کر دیا گیا اور سارے
گھروں کی مستورات مجھے چھڑانے کے واسطے وہاں جمع
ہو گئیں۔ ابا جان نے ایک ڈانٹ پلائی کہ جو چھڑانے
آئے گی اس کے جوتا ماروں گا۔ بلا مبالغہ سو کے
قریب تو سر پر پڑے ہوں گے۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ

ایڑی کی طرف سے نہیں پڑے بلکہ پنجے کی طرف سے پڑے
جس سے سر نہیں پھٹا۔ البتہ ضیع کی طرح دماغ کا بہترین
علاج ہو گیا۔ وہ عمامہ اسی وقت تہ کر کے چھوٹی ہمشیرہ کے
نکاح کے لئے رکھا گیا اور چکن کے کرتے کی دو کرتیاں
بہن کی شادی کے لئے بنا کر رکھدی گئیں اور وہ بنیان
اور سلیپر عزیزہ ظہیر الحسن مرحوم کو نذرانہ ہو گیا۔ اور
عمدہ لٹھے کا پاجامہ اس وقت تو جھک مار کر اتارنا
ہی پڑا۔ اور ہم پھر وہی کھرپا اور وہی جالی۔
اللہ کے فضل و احسان سے اچھے کپڑے سے جو نفرت
اس وقت بیٹھی تھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور اب
واقعی اس کے اندر تصنع نہیں کہ اب اچھے کپڑے سے
کچھ اس قدر نفرت ہو گئی کہ اپنے ہی نہیں دوسرے کے بدن
پر بھی اچھا نہیں لگتا اور دماغ میں یہ چیز جم گئی کہ اچھے
کپڑے کے اندر کیا فائدہ اگر اچھی غذا کھائے تو خیر دماغ
و جسم کو طاقت دیتا ہے۔ مگر اچھے کپڑے سے نہ رنگ و
روپ میں فرق پڑے اور نہ بدن میں طاقت آئے۔
پندرہ بیس دن بعد وہ اس سے زیادہ میلے ہو جائیں گے
جتنے کھدر کے بھی نہیں ہوتے[۵]۔
اس قسم کے واقعات آپ بیتی میں حضرت شیخ زید مجدہ نے تفصیل
سے ذکر فرماتے ہیں جسے شوق ہو وہاں دیکھ لے نمونہ اور اشارہ کے
طور پر یہ چند باتیں ذکر کر دی گئیں۔ اسی تربیت کا اثر تھا وہ رذائل
(حب جاہ، حب مال، حرص وغیرہ) سے جو بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد

[۵] ملخصاً، ولی کامل از ص۲۵ تا ص۲۸ ۱۲

بھی اگر کسی سے نکل جائیں تو مالک کا بڑا فضل ہے۔ بچپن سے ہی شدید نفرت ہوگئی اور محاسن و محامد تقوی و طہارت، یقین و توکل، زہد و قناعت، استغنا، صبر و رضا، تفویض و تسلیم وغیرہ (جو بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد بھی اگر کچھ میسر ہو جائیں تو بڑا ہی غنیمت اور مالک کا فضل و احسان ہے) بچپن ہی سے ملکۂ راسخہ بن گئے اور وہ دولت عظمیٰ (تعلق مع اللہ) (جس کے سامنے زمین و آسمان کے خزانے ہیچ در ہیچ ہیں جو زندگی بھر کی محنتوں مجاہدوں کے بعد بھی اگر حاصل ہو جاتے تو بڑا سستا سودا ہے۔) حضرتؒ کو بچپن ہی سے اس دولتِ عظمیٰ سے نواز دیا گیا۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خود والد محترم صاحب قدس سرہ کی سند اس سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں جسے خود حضرت شیخ زید مجدہ نے تحریر فرمایا ہے۔

والد صاحب کی طرف سے تعلق مع اللہ کی سند

اور یہ سارے مراحل والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ختم ہو گئے۔ اس کے بعد سے گویا نگرانی ختم ہو گئی، انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے یا اس سے بھی کچھ زائد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ و قدس سرہ کا شدید اصرار والد صاحب کے بار بار بلانے پر رہتا تھا۔ ان کے خط کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ "اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں میں ایسی زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا" حضرتؒ

کو چونکہ بہت اشتیاق رہتا تھا۔ اس لئے والد صاحب
رائے پور طویل قیام کیلئے تشریف لے گئے۔ اس ناکارہ
نے ان کی تشریف بری کے بعد سے ان کی یاد اور ان کی
غیبت سے اپنے نقصان کا اظہار کیا تو جواب میں تحریر
فرمایا کہ "بڑوں کی نگرانی کی حاجت اس وقت تک
رہتی ہے جب تک تعلق مع اللہ پیدا نہ ہو" اور اسکے
بعد ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل
سے تمہارے اندر پیدا ہو گیا اب میری ضرورت نہیں رہی"[1]
اور اسی کا اثر تھا کہ کمال یکسوئی اور کمال دل جمعی کے ساتھ وہ
تبحر علمی حاصل کیا جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی۔
الاعتدال فی مراتب الرجال میں خود تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک مرتبہ میرا اپنا جوتہ مدرسہ سے کسی نے اٹھا لیا تو
تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتہ خریدنے کی ضرورت
نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر
قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مدرسہ ہی کی مسجد
میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کی بیت الخلاء ایک دو
جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈال دیتا ہے
جو اب تک بھی دستور ہے۔ اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت
کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم
رکھنا پڑا نہ جوتے کی ضرورت ہوئی[2]

اسی تربیت اور نگرانی کا اثر تھا کہ خلوت نشینی کی وہ محبت
دل میں بیٹھی۔ مجلس و مجامع سے گویا وحشت ہو گئی اور اس میں بھی پیارے

[1] ولی کامل ص۳۲ و ۳۴ ۱۲ [2] الاعتدال فی مراتب الرجال ص۳۱ و ۳۲ ۱۲

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ سے موافقت ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ الحدیث[1]۔

"پھر آپ کیلئے خلوت نشینی محبوب بنا دی گئی، آپ غار حراء میں خلوت گزینی فرماتے اور کئی کئی رات گھر لوٹنے سے قبل عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور اسکے لئے توشہ لے جایا کرتے (جب ختم ہو جاتا) تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر اس کے مثل توشہ لیجاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس (وحی) آ گئی جب کہ آپ غار حراء ہی میں تھے"

خدائے پاک نے شیدائی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سچے وارث کو بھی یہ خلوت نشینی کی محبوبیت نصیب فرمائی چنانچہ خود حضرت شیخ زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس کا اثر یہ ہے کہ اب مجھے مجمع سے وحشت ہے۔ کسی مجمع میں مجھے جانا میرے لئے انتہائی مجاہدہ ہے حتیٰ کہ اپنے کمرہ میں اگر تنہا ہوں اور کمرہ کی زنجیر کھلی ہوئی ہو تو اسکی بہ نسبت مجھے اس میں زیادہ لطف اور سکون ہوتا ہے کہ اندر کی زنجیر لگی ہو۔ بھلا ایسا وحشی شخص

---

[1] بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲ ۱۲

کیا کہیں شریک ہو جلسہ جلوس کی خصوصیت نہیں ہے
مجھے تقریبات میں بھی شرکت سے وحشت ہوتی ہے۔
ہر نوع کے مجمعوں کی شرکت میرے لئے دقت کا سبب ہے۔

سہ
قفس دانیم و بس راہ چمن از ما چہ می پرسی
کہ پیش از بال و پر بر داشتند از آشیاں ما را[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے وہ الفاظ جو انہوں نے اپنی طلب علم کے سلسلہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت شیخ زید مجدہٗ پر حرف بحرف صادق آتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی چیست
و خواب کدام مصاحبت کیست۔ و آرام چہ و آسائش
کو د سیر کجا[2]۔

بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ کھیل
کود کیا ہے۔ خواب، مصاحبت، آرام و آسائش
کے کیا معنی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے۔ سہ

شب خواب چہ و سکوں کدامست
خود خواب بعاشقاں حرامست

"ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ و خواب
در محل نبردہ[3]"۔

"تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بر وقت نہیں
کھایا۔ اور نیند بھر کر نہیں سویا"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا علمی ذوق

اخبار الاخیار میں اپنی حالت کو اشعار میں اس طرح
بیان فرمایا ہے

---

[1] الاعتدال صـ ۲۳ ۱۲ [2] حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی صـ ۸۴ بحوالہ المکاتیب والرسائل ۱۲
[3] حوالہ بالا بحوالہ اخبار الاخیار صـ ۳۰۲ ۱۲

چہ دود ہائے چراغ کہ در دماغ نرفت | کدام بادۂ محنت کہ در ایاغ نرفت
کدام خواب و چہ آسائش و کجا آرام | چہ خار خار کہ در بستر فراغ نرفت
بجز تم ز دل خود کہ عمر رفت و لے | ز کنج غمکدہ ہرگز بہ صحن باغ نرفت[۵۱]

رات دن کی محنت کو دیکھ کر والدین کا تقاضہ ہوتا تھا کہ کچھ دیر کھیل لو یا کچھ سو جاؤ۔ مگر حضرت محدث دہلوی کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ کچھ وقت ضائع ہو۔ اور کھیلنے کے بجائے اور سونے کے بجائے پڑھنے لکھنے ہی میں آرام ملتا تھا۔ فرماتے ہیں۔

"دائم پدر و مادر من در پئے آں بودند کہ یک دم باکودکان محلہ بازی کنم یا شب بوقت متعارف یا دراز کشم و من می گفتم کہ آخر غرض از بازی خاطر خوش کردنست و مرا خاطر بہمیں خوش است کہ چیزے بخوانم یا مشقے کنم"[۵۲]

میرے والدین ہر چند کہتے تھے کہ تھوڑی دیر محلہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل لو اور وقت پہ سو جاؤ۔ میں کہتا تھا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی تو ہے۔ میری طبیعت اسی سے خوش ہوتی ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔

گاہے در اثنائے مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت والدم قدس سرہٗ مرا فریاد می زد۔ کہ بابا! چہ می کنی؟ من فی الحال دراز می کشیدم تا دروغ واقع نشود۔ و می گفتم کہ خفتہ ام چہ می فرمایند باز بر نشستم و مشغول می شدم[۵۳]

کبھی مطالعہ کے دوران ایسا بھی ہوا ہے کہ آدھی رات گذر گئی ہے، میرے والد نے مجھے فریاد کی ہے کہ بابا! کیا کر رہے ہو۔ میں سنتے ہی فوراً

---

۵۱ حوالہ بالا ص۵۵ ۵۲ بحوالہ اخبار الاخیار ص۳۰۳ ۱۲ ۵۳ حوالہ بالا ص۸۶ بحوالہ اخبار الاخیار ص۳۰۲، ۳۰۳ ۵۴ حوالہ بالا بحوالہ بالا ۔۱۲۰۔

لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو اور کہتا کہ میں سوتا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں جب وہ مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہو جاتا۔

ایک جگہ نظم میں اپنا حال بیان فرماتے ہیں ؎

من نہ دانم کہ زندگانی چیست　　کامرانی چہ و جوانی چیست

روزگارے خوشی کرا گویند　　دل خوش در جہاں کجا جویند

وصل با کام دل چہ می باشد　　کامیاب از جہاں کہ می باشد

آنکہ او دید چہرۂ مقصود　　کیست در عالم و کہ خواہد بود

آنکہ مقصود یافت در عالم

کہ بود در تمنا ربہ اعلم[ل]

ایک محدث کی طلب و شوق کی حالت دوسرے محدث پر کس طرح حرف بحرف صادق آتی ہے کہ گویا من وعن انھیں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ اپنا حال بیا فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

حضرت شیخ الحدیث کا ذوق

۱۳۲۵ھ کی ابتداء سے اس ناکارہ کے طالب علمی کے ذوق کا دور شروع ہوا اور اسی ذیل میں رات کا کھانا چھوڑا تھا۔ جس میں حرج ہوتا تھا۔ کچھ دنوں تک تو میری ہمشیرہ مرحومہ میرے پاس بیٹھی رہتی۔ میں مطالعہ میں مشغول رہتا اور وہ لقمہ بنا کر کھلاتی رہتی۔ کئی سال تک تو محض حرج کی وجہ سے کھانا چھوڑا رہا۔ پھر عادت پڑ گئی۔[۵۲]

رات کے جاگنے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں =

اس ناکارہ کا دستور رات کو کام میں مشغول رہنے کا خوب رہا اور ساری رات جاگنا معمولی بات تھی،

ل حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۱۲۶ بحوالہ کتاب المکاتیب ص۲۹۸۔ ۱۲۔

۵۲ آپ بیتی نمبر ۶ ص۲۰۔ ۱۲۔

حضرت مدنی قدس سرہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری اس چیز پر بڑا رشک آتا ہے [۱]

طلب علم میں مطالعہ میں اس درجہ مشغولی ہوتی کہ کھانا یاد بھی نہ آتا۔ فرماتے ہیں:۔

اس ناکارہ کی ابتدائی مدرسی کے زمانہ میں مہمانوں کا ہجوم تو تھا نہیں بسا اوقات رات کو کچھ ضعف سا معلوم ہوتا۔ سوچنے پر معلوم ہوتا کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھایا [۲]

مطالعہ میں اس درجہ انہماک اور مشغولی ہوتی کہ کسی کا آنا گراں گزرتا۔ فرماتے ہیں:۔

وہ زمانہ میرے علمی انہماک کا تھا۔ اور صبح کی چائے کے بعد سے دوپہر کے گیارہ بجے تک بجز اکابر ثلاثہ حضرت مدنیؒ رائے پوریؒ، اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہم کے کسی شخص کی آمد مجھے گوارہ نہ تھی اور ان کے علاوہ کوئی اور پہنچتا تو واقف ہوتا تو ڈانٹ پڑتی اور اجنبی ہوتا تو روکھا جواب کہ اس وقت فرصت نہیں گیارہ بجے بات کر سکتا ہوں [۳]

پہلے معلوم ہو چکا کہ حضرت شیخ زید مجدہٗ تیرہ ۱۳ برس تک گنگوہ کے نورانی ماحول میں رہنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کے فیوض و برکات اور انوارات سے جگمگا رہا تھا اور گویا گنگوہ ثانی بنا ہوا تھا۔ تشریف لائے اور ابتداءً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے منظور نظر اور چند ہی دن بعد اپنی فطری صلاحیتوں کی

۱؎ آپ بیتی ع۲ ص ۹۹ ۲؎ آپ بیتی ج ۶ ص ۱۲ ۳؎ آپ بیتی ج ۶ ص ۲۴۴ ۱۲

بنا پر محبوبیت کا مقام حاصل کر لیا اور شب و روز یہ تعلق و اعتماد بڑھتا ہی گیا اور شوق و محبت، سوز و گداز کی برق رفتار سواری پر سوار کر کے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ حضرت اقدس محدث سہارنپوری قدس سرہٗ برد مضجعہ کے طریق اصلاح اور محبوب و مقصود تک پہنچانے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی تربیت سالکین

حضرت اپنے متبعین کو نشست و برخاست، خواب و بیداری، دخول خروج، بول براز، صبح شام، دن رات غرض ہر وقت اور ہر حال کے متعلق جو حدیث میں آئی ہیں، ان کی مواظبت پر اہتمام کی تعلیم دیتے اور عادات میں بھی اتباع سنت محمدیہ کے ہمہ وقت دھیان اور لحاظ قائم رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس کی برکت سے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قلب میں پیدا ہوتی تھی اور چونکہ آپ ہی دربار خداوندی کے فیوضات تقسیم فرمانے کا واسطہ و وسیلہ ہیں اس لئے برکات محبوبیت کی بارش برسنے لگتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دوسرے پیدل یا بہلی میں یا تانگہ یا موٹر میں یا ریل پسنجر پر راستہ قطع کرتے تھے تو آپ کے متبعین اس میل ٹرین میں سفر کرتے تھے جس کا زبردست انجن آندھی کی طرح بیسیوں اسٹیشنوں کو چھوڑتا ہوا جاتا تھا کہ سوئے تھے وطن کے اسٹیشن پر اور آنکھ کھلی تو منزل مقصود پر کھڑے نظر آئے اور راستہ کا کوئی جنگل پہاڑ بستی باغ دریا جھیل، شہر یا گاؤں کچھ

مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر میں

بھی نظر نہ آیا۔[1]

ایک اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ہمت بھی حضرتؒ کی بہت عالی اور عزم اتنا قوی تھا کہ دنیوی معاملات میں بھی آپ جو ارادہ کر لیتے اس سے ہٹتے نہ تھے۔ اور دینی امور بالخصوص تربیت سالکین میں تو آپ کی توجہ اور ہمت ایک بڑی چیز تھی کہ قوی تر انجن بن کر ہزارہا من بوجھ سے لدی ہوئی بیسیوں گاڑیوں کو بیک دم متحرک بنا دیتا اور آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچا دیا کرتی تھی۔[2]

وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر
کسی کے بس کا تیرا تیر بے کماں نہ ہوا

آخر کوئی تو بات تھی کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ (مہاجر مکی) حضرتؒ کو اپنے سلسلہ کا فخر فرماتے تھے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کا ملفوظ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے اعلیٰ حضرتؒ حاجی صاحب کا ایک والا نامہ حضرتؒ کی بیاض میں خود دیکھا ہے جس میں حضرتؒ کی نسبت تحریر فرمایا تھا تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے۔"[3]

اور خود حضرتؒ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے جنہوں نے قطب الارشاد حضرت محدث گنگوہی کی خدمت میں بارہ سال گزارے تھے حضرتؒ محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے وفات کے بعد حضرتؒ کو ہی اپنا شیخ بنایا "تذکرۃ الخلیل" کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:۔

[1] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۹۸ و ۳۹۹ ۱۲ [2] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۴۰۴ ۱۲ [3] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۳۳۹ ۱۲

ایک بار فرمایا تم سمجھ سکتے ہو کہ میں حضرت مولانا گنگوہی
کی خدمت میں بارہ سال رہا ہوں اور حضرت کے ساتھ
جو تعلق مجھے تھا اور جو حضرت کو مجھ سے تھا وہ بھی سب کو
معلوم ہے اس صورت میں غور کر لو کہ مجھے حضرت
گنگوہی کی معرفت کس قدر ہو سکتی ہے اس پر جو میں نے
حضرت کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنا شیخ بنایا
اور ان کی طرف رجوع کیا ہے اس سے جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے
تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میاں ظفر بات یہ ہے کہ خدا کے نزدیک
مراتب کا کم زیادہ ہونا تو کسی کو معلوم نہیں لیکن میرے
نزدیک معرفت وسلوک میں مولانا خلیل احمد صاحب کا
درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے[1]

مولانا خلیل احمد صاحب کا مرتبہ حضرت گنگوہی کی نظر میں

اور آخر مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپور
کوئی تو چیز تھے جن کے متعلق خود ان کے مرشد حضرت مولانا گنگوہی
قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے میرے قرۃ العین سعید ازلی خلیل احمد کو
نسبت صحابہ سے نوازہ ہے اور یہ کہ تمہاری نسبت کو
میری نسبت سے زیادہ قرب و مناسبت ہے[2]

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع
پاؤں کہ تم نے بحسن ظن ذلیل بنایا ہے ورنہ اپنی شومی
کو کیا کہوں اول تو کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔ اگر کچھ طفل تسلی
کی تھی اب ضعف قوت اور ہمت نے جواب دیا سو خیر

---

[1] تذکرۃ الخلیل صـ ۳۳۸ ۱۲ [2] تذکرۃ الخلیل صـ ۳۹۰ ۱۲

دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ۔ "مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ اِنْفَتَحَ" حق تعالیٰ آپ کو فتح باب نصیب فرمائے الخ [۱]

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'! آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا، واردات رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں۔ حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم ہے کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ اس کے لاکھوں جہان مثل پرپشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر وافتخار ہے کہ خود ایسی عطیات سے محروم ہے یاروں احباب کو عطائے متواتر ہے ؎

درگذر بر برم از سر گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روز قیامت الخ [۲]

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

تم کو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں [۳]۔

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

پس یہ نسبت یادداشت و احسان تھی کہ شمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندۂ ناساز کرکے اپنا وصیلہ قرار دئے مطمئن بیٹھا ہے۔ اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا۔

---

[۱] مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۶۔۱۲ [۲] مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۵۱۔۱۲ [۳] مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۶۲۔۱۲

مگر نادان اپنے دوستوں کا بنا اگرچہ سواقی کہ مار ہر سے حفظ نہ ہو کہ مبداء حوض ہے اور منتہی مزرعہ، مگر تاہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے، گو معتد بہا نہ ہو الخ[1]

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

"جو ہیں وہ مولوی خلیل احمد[2]"۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کی جلالت قدر کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کا بیان فرمودہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جس وقت حضرتؒ مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحبؒ کے پاس (جو کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے خاص خلفاء میں تھے، اور صاحب کشف مشہور تھے) بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لئے چلے تو مولانا محب الدینؒ کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کے نشست کی تھی، مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا، یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لئے آگے بڑھ گئے مولانا محب الدینؒ اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا

انوار مولانا خلیل احمد صاحبؒ [illegible]

۱؎ مکاتیب رشیدیہ صـ ۶۸ ۱۲ ۲؎ حیات خلیلؒ صـ ۱۹ ۱۲-

خلیل احمد صاحب تو نور ہی نور ہیں۔ ان میں نور کے سوا کچھ نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحبؒ کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہ قطب الارشاد تھے۔ مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ واقعی وہ قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے؟[۱]

حضرت شیخ زید مجدہٗ کیا تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کو جو تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، حضرت شیخ زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شیخ زید مجدہٗ پر شفقتیں

دوسرے دور کے مشائخ کے حالات کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں سب سے اوّل میرے مرشد میرے آقا سیدی و سندی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ کے انتقال یا یوں کہوں کہ شوال ۳۲ھ تک براہ راست حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کم ہوتی تھی، لیکن اسکے باوجود حضرت کی جو شفقتیں تھیں وہ بے پایاں تھیں حضرت کی نگاہ محبت تو بہت شروع ہی سے تھی اسی کا وہ ثمرہ تھا جو میری تعلیم کے بارے میں گذر چکا کہ حضرت قدس سرہٗ نے مجھے منطق کی تعلیم کے لئے مولانا ماجد صاحب کی خدمت میں بھیجنے سے منع کر دیا اور ایک سال کے لئے بھی اپنے اقدام عالیہ سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ براہ راست حضرت قدس سرہٗ سے تعلق والد صاحب کے انتقال کے بعد سے پیدا ہوا اور حضرت نے واقعی باپ بن کر دکھلا دیا۔ میری پہلی شادی کے سلسلہ

---

[۱] تذکرۃ الخلیل ص ۳۳۹ - ۱۲

میں ایک واقعہ گذر چکا کہ میں نے کاندھلہ جا کر اپنی پہلی
شادی کے موقع پر اہلیہ مرحومہ کو یہاں لانے سے انکار
کر دیا تھا کہ کاندھلہ میرا وطن ہے وہیں پانچ سات دن
رہکر چلا آؤنگا۔ اہلیہ کے لانے اور لیجانے کا جھگڑا مشکل
ہے تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ کون ہے انکار
کرنے والا باپ بن کر تو نکاح کرانے کے لئے میں آیا ہوں
ایک مرتبہ حضرتؒ کی غایت شفقت اور میری کثرت
حاضری کو دیکھ کر ایک صاحب نے حضرت قدس سرہٗ سے
میرے سامنے یہ پوچھا کہ یہ حضرتؒ کے صاحبزادے ہیں
تو حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بیٹے
سے بڑھکر ہیں[۱]۔

ایک مرتبہ مدرسہ کے ایک طالب علم کا اخراج حضرت
قدس سرہٗ نے طے کیا۔ میں نے مخالفت کی اور عرض کیا
کہ حضرتؒ اس کے اندر یہ اندیشہ ہے حضرت ناظم صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید فرما دی کہ نہیں حضرتؒ
کوئی اندیشہ نہیں حضرتؒ نے اخراج فرما دیا۔ فوراً وہی
اندیشہ سامنے آگیا۔ حضرت قدس سرہٗ کو اس کا بڑا
فکر ہوا اور حضرت ناظم صاحب کو بھی ندامت ہوئی۔ پھر
حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے قلندر نے تو
پہلے ہی مخالفت کی تھی ہم نے ہی نہ مانی۔ میں نے عرض کیا
حضرت فکر نہ فرمائیں دعاء توجہ فرمائیں۔ ان شاءاللہ
یہ اندیشہ جاتا رہے گا۔ حضرتؒ کو اس جواب سے

---

[۱] آپ بیتی حصہ ۲ صفحہ ۲

اتنی مسرت ہوئی کہ اس کی لذت اب تک مجھے معلوم ہے۔
اور حضرتؒ کی دعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش آیا تھا
وہ اسی طرح فوراً دور ہو گیا۔ الحمد للہ المحمد کلہٗ
وللہ الشکر کلہٗ حضرتؒ قدس سرہ کا ہندوستان میں بھی
اور مدینہ پاک میں بھی بہت کثرت سے یہ معمول تھا کہ جب
کبھی کھانے میں یہ سیہ کار شریک ہوتا تو حضرت
قدس سرہٗ کوئی بوٹی یا کباب کا ٹکڑا بہت شفقت سے
دست مبارک سے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مجھے تو کبھی
اس طرف التفات بھی نہیں ہوا کہ حضرتؒ کی شفقتیں
اس سے بہت زائد رہتی تھیں لیکن مدینہ پاک میں یہ
ناکارہ تو دونوں وقت کھانے میں شریک ہوتا ہی تھا
حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ بھی بسا اوقات
کھانے میں یا کسی دوسری چیز کے کھانے میں شرکت فرماتے
حضرتؒ رائپوریؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر بڑا رشک
آتا ہے کہ جب حضرتؒ تجھے کوئی چیز کھانے کو مرحمت
فرماتے ہیں تو پہلے اس چیز کو خوب گھورتے ہیں پھر
مرحمت فرماتے ہیں۔ کاش مجھے بھی اس طرح سے گھور کر
کوئی کھلاتا۔ اس کے بعد میں نے بھی خیال کیا تو واقعی
حضرت اقدس رائپوری نے صحیح فرمایا تھا[1]

بذل المجہود کے مقدمہ میں حضرت اقدس محدث سہارنپوری قدس سرہٗ
تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَعَانَنِیْ عَلَیْہِ بَعْضُ اَحِبَّائِیْ خُصُوْصًا مِنْھُمْ عَزِیْزِیْ

[1] آپ بیتی ج ۲ ص ۱۶ و ۱۷ ۱۲

وقرۃ عینی وقلبی الحاج الحافظ المولوی محمد زکریا

الکاندھلوی

بن مولانا الحافظ المولوی محمد یحیٰ الکاندھلوی

رحمہ اللہ تعالیٰ فانی کنت لا اقدر علی الکتابۃ

ولا علی التتبع برعشۃ حدثت فی یدی وضعف

فی دماغی وبصری فکنت املی علیہ وھو

یکتب ویتتبع المباحث المشکلۃ من مظانھا

فیسھل علی املائھا فشکر اللہ تعالیٰ سعیہ

واحسن جزاءہ وما بذل منہ جھدہ واکرمہ

اللہ تعالیٰ بعلومہ الباطنۃ والظاھرۃ النافعۃ

فی الدنیا والآخرۃ وبالاعمال المبرورۃ

المتقبلۃ الزاھدۃ [1]

تقریباً ۱۷، ۱۸ برس حضرت شیخ زید مجدہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہے اس مدت میں کیا کیا حالات شافیہ وعالیہ، مقامات قرب وولایت حاصل ہوئے اسے ایک بے بصیرت کو رباطن کیا جانے اور کیا بیان کرے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ اس مدت میں حضرت شیخ زید مجدہ اس شعر کا مصداق ہو گئے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور وہ نسبت اتحادی (جو سب سے قوی نسبت ہے) جس میں نسبت رشیدی وامدادی اور نسبت صحابہ جلوہ گر تھی حضرت شیخ زید مجدہ کی طرف منتقل ہو گئی، اسی وجہ سے جب سراپا نور وکمال

نسبت اتحادی اور وراثت خلافت

---

[1] مقدمہ بذل المجہود ص ۲، ۱۲

حضرت مرشد العرب والعجم محدث سہارنپوری قدس سرہ نے حضرت شیخ زید مجدہ کو ۴۵ھ میں خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی کو دیا کہ شیخ کے سر پر باندھ دیں۔ جس وقت وہ عمامہ شیخ کے سر پر رکھا گیا تو شیخ زید مجدہ پر ایسا گریہ اور رقت طاری ہوئی کہ چیخیں نکل گئیں[1]

میرے اس خیال کی تائید خود حضرت شیخ زید مجدہ کی ذات گرامی ہے جس کو مرشد العرب والعجم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کو قریب سے دیکھنے کی سعادت میسر ہوئی ہو یا ان کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا ہو تو وہ حضرت شیخ زید مجدہ کی ہر ہر حالت ہر ہر جزئی میں نسبت خلیلیہ و رشیدیہ کی جھلک محسوس کریگا اور پکار اٹھے گا ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اور جب حضرت شیخ دام مجدہ کے علو ہمت، مجاہدہ، ریاضت عزیمت و استقامت، قوت ارادی، متاع دنیا سے بے رغبتی مطالعہ میں استغراق و انہماک، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس کے اشتغال، لایعنی و فضول اور کمتر درجہ کے کاموں سے پرہیز مکارم اخلاق، سماحت نفس، فراخی قلب کو دیکھے گا تو بس یہی کہیگا

حَاشَا لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ ؀

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے یہ

---

[1] حیات خلیل ص ۳۱۲

الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں :-

آج حضرت شیخ کی ذات گرامی برصغیر ہند و پاک میں علم حدیث کا مرکز و مرجع اور سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے۔ آپ کی وجہ سے اس میں نئی زندگی اور نئی تازگی و رعنائی نظر آتی ہے۔ اور آپ کے بابرکت وجود سے انقطاع الی العلم، علو ہمت، مجاہدہ و ریاضت۔ عزیمت و استقامت، قوت ارادی متاع دنیا سے کنارہ کشی و بے رغبتی۔ مطالعہ میں استغراق و انہماک تصنیف و تالیف اور تعلیم و تدریس کے اشتغال لایعنی و فضول اور کمتر درجہ کے کاموں سے پرہیز مکارم اخلاق سماحت نفس و فراخیٔ قلب کا اعتبار و وقار قائم ہے۔ آپ نے جتنے تنوع اور بعض اوقات متضاد کاموں اور مشغولیتوں اور مختلف ذوق رکھنے والے افراد اور جماعتوں کو یکجا کیا ہے اور ان سب کا جس طرح حق ادا فرماتے ہیں وہ کوئی معمولی درجہ کی بات نہیں ہے۔

یہ عزیمت و جامعیت کا وہ مقام بلند ہے جس کی توفیق تاریخ اسلام کے طویل وقفوں میں مخصوص عالی ہمت اور قدسی نفوس بزرگوں کو ہوئی ہے[۱]۔

ایسے ہی پاکیزہ صفات حضرات کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

خدایا دئے جس کو دیکھ کر دہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِّ رحمانی

---

[۱] حیات خلیل ص ۲۶۳ ۲۶۲ بحوالہ مقدمہ اوجز المسالک ۱۲

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انھیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

انھیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انھیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

میرے آقا و مرشد سیدی و سندی و مولائی حضرت الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم نے پیش نظر نظم میں مرشد العرب والعجم حضرت شیخ زید مجدہٗ کے ہی مبارک حالات، مولانا محمد یوسف صاحب متالا مجاز حضرت شیخ زید مجدہ، مہتمم مدرسہ دارالعلوم بولٹن لندن کے اصرار پر (جب کہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم ۱۹۷۸ء سنہ میں لندن اسپتال میں آنکھوں کے آپریشن کے سلسلے میں تھے) بیان فرمائے ہیں۔ خدا ئے پاک ان دونوں بزرگوں کا سایہ ہمایوں زمانۂ دراز تک بصد ہزار عافیت قائم و دائم رکھے اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین!!

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اس ناکارہ و روسیاہ نے اپنی عدم اہلیت و کم مائگی کے باوجود مندرجہ بالا سطور کے لکھنے اور اس مبارک فارسی نظم کا ترجمہ کرنے کی جسارت صرف اس لئے کی

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ — لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ الصَّلَاحَا

اس لئے ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ زلات سے درگذر اور چشم پوشی فرمائیں ؎

تیری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

فقط۔

محمد فاروق مدرسہ دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

۱۲ شعبان ۱۳۹۸ھ

قبیل المغرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سببِ تالیف

گفت یوسف وصفِ شیخ ما بنظمے کن بیاں
تا دلِ مضطر قرارے گیرد از تذکارِ آں

ترجمہ: یوسف نے کہا کہ ہمارے شیخ کے اوصاف نظم میں بیان فرما دیجئے۔ تاکہ بے قرار دل کو ان کے ذکر سے قرار آئے۔ (اور سکون حاصل ہو)۔

تشریح: سیدی ومولائی حضرت اقدس الحاج مولینا مفتی محمود حسن صاحب (اطال اللہ ظلال برکاتہم علینا وعلی سائر المسلمین) جب ۱۹۷۶ء میں لندن تشریف لے گئے (اور اسی سفر میں وہاں آنکھ کا آپریشن بھی ہوا) تو وہاں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہٗ متالا مہتمم مدرسہ دارالعلوم بولٹن لندن مجاز حضرت شیخ المشائخ سہارنپوری ادام اللہ ظلال برکاتہم علینا وعلی سائر الناس نے حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کے اوصاف نظم میں بیان فرما دیجئے انہیں کی درخواست پر حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ان اشعار میں غزالی زمانہ، جنید وقت حضرت شیخ سہارنپوری دامت برکاتہم کے مبارک اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

گفتم آرے آرے گویم قطرۂ از قلزمے
گر عدا خواہد بسازد ہمنوا دل زباں

ترجمہ: میں نے کہا ہاں ہاں! اگر عدا چاہے کہ زبان کو دل کی ہمنوا بنا دے تو ان کے دریا ئے کمالات میں سے ایک قطرہ کے بقدر کہوں گا (کہ ان کے تمام اوصاف و کمالات کا احاطہ اور بیان تو دشوار ہے)

بعد حمد و نعت بشنو وصف شیخ غوث وقت
مہبط رحمت یکیتی برکۃ العصر ست آں

ترجمہ: حمد و نعت کے بعد غوث زمانہ شیخ کا وصف سن (حضرت زید مجدہ) زمین میں رحمت اترنے کی جگہ اور زمانہ کی برکت ہیں

غوث و ابدال کی تحقیق

تشریح: غوث سے متعلق تفصیل کے لئے علامہ ابن عابدینؒ کی "الاجابۃ الغوث ببیان حال النقباء و النجباء والابدال والاوتاد" دیکھی جائے۔ اجمالاً اتنا جان لیا جائے کہ غوث اصحاب تکوین کا سردار ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو خلافت ظاہرہ و باطنہ دونوں اس کے سپرد ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ صرف خلافت باطنہ اس سے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وھو سید الجماعۃ فی زمانہ ومنھم من
یکون ظاھر الحکم ویحوز الخلافۃ الظاھرۃ
کما حاز الخلافۃ الباطنۃ کابی بکر وعمر
وعثمان وعلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
ومنھم من یحوز الخلافۃ الباطنۃ فقط

کاکثرالاقطاب الخ (رسائل ابن عابدین صلا ج ۲)

"وہ اپنے زمانہ میں جماعت کا سردار ہوتا ہے اور ان میں سے بعض ظاہر الحکم ہوتے ہیں اور خلافت باطنی کے مثل خلافت ظاہری کو بھی جمع کر لیتے ہیں۔ جیسے حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی کو جامع ہوتے ہیں، جیسے اکثر اقطاب" اور غوث وقت کی وجہ سے رحمتوں برکتوں کا نزول ظاہر ہے، جب کہ ابدال (جو ان سے درجہ میں کم ہوتے ہیں) کے متعلق علامہ ابن عابدینؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وفی شرح التائیۃ للقاشانی المراد بالابدال طائفۃ من اہل المحبۃ والکشف والمشاہدۃ والحضور یدعون الناس الی التوحید والاسلام للہ تعالٰی بوجودھم العباد والبلاد ویدفع عن الناس بہم البلاء والفساد کما جاء فی الحدیث النبوی حکایۃ عن اللہ تعالٰی انہ قال اذا کان الغالب علی عبدی الاشتغال بی جعلت ھمتہ ولذتہ فی ذکری عشقنی وعشقتہ ورفعت الحجاب فیما بینی وبینہ لایسھو اذا سھی الناس اولئک کلامھم کلام الانبیاء واولئک ھم الابطال حقا اولئک الذین اذا اردت باھل الارض عقوبۃ او عذابا ذکرتھم فیہ فصرفتہ بہم وعنہم (رسائل ابن عابدین صلا ج ۲)۔

"ابدال سے مراد اصحاب کشف و محبت اور اصحاب حضور و مشاہدہ کی ایسی جماعت ہے جو اپنے وجود سے بندوں کو توحید و اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے لوگوں سے بلا روفساد کو دفع کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرے بندہ پر میرے ساتھ مشغولی غالب ہوتی ہے تو میں اس کا قصد اور اس کی لذت اپنے ذکر میں کر دیتا ہوں تو وہ مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے اور میں اس سے عشق کرنے لگتا ہوں اور میں اپنے اور اس کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہوں۔ کہ جب لوگ غافل ہوتے ہیں، وہ غافل نہیں ہوتا ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں کہ ان کا کلام انبیاء جیسا کلام ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگ حقیقت میں ابدال ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا یا عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان کو یاد کرتا ہوں۔ اور ان کی وجہ سے اس سزا و عذاب کو زمین والوں سے دفع کر دیتا ہوں۔"

علامہ ابن عابدینؒ نے اور بھی روایتیں ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کی وجہ سے بارش برسائی جاتی ہے۔ انہیں کی وجہ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی جاتی ہے، انہیں کی وجہ سے زمین والوں سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔ متعلق اہل ذکر پر بھی احادیث میں رحمتوں کے نزول کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔

قال ماجلس قوم مجلسا یذکرون اللہ فیہ الا حفتھم الملائکۃ وتغشتھم الرحمۃ وتنزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ

فیمن عندہ (ابن ماجہ ص۲۷۷)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔"

تو حضرت شیخ زید مجدہ کا ایک تو غوث وقت ہونے کی وجہ سے، دوم حضرت خود بھی ہمہ وقت ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور ذاکرین کی بڑی تعداد حضرت کے پاس ذکر میں مشغول رہتا ہے،) مہبط رحمت اور برکت العصر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ذکر بعض کتب زیر مطالعہ حضرت شیخ زید مجدہ

بحر، برہان، رد، بدائع، زیلعی، فتح القدیر
تحفہ و شرح مہذب، نیل در وضہ پیش آن

ترجمہ: بحر الرائق، برہان، رد المختار، بدائع الصنائع زیلعی فتح القدیر، تحفہ اور شرح مہذب، نیل الاوطار اور روضہ ان کے سامنے ہے۔ یہ سب کتابوں کے نام ہیں یعنی یہ کتابیں اکثر حضرت زید مجدہ کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔

تشریح: بحر الرائق کنز الدقائق کی شرح ہے جس کی آٹھ جلد ہیں (سات جلد ہیں آٹھویں تکملہ ہے) جس کے مصنف العلامہ الشیخ زین بن ابراہیم جو ابن نجیم سے مشہور ہیں جن کی ولادت مبارکہ ۹۲۶ھ میں قاہرہ میں ہوئی اور ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔

بڑے عالم زاہد تھے فقرار وصوفیا نے ان کے ادب اور
جلالت شان پہ اتفاق کیا ہے۔ شیخ عارف باللہ سلیمان الخضیری
سے طریق حاصل کیا۔

علامہ موصوف کی بحرالرائق کے علاوہ الاشباہ والنظائر
مختصرالتحریر، شرح المنار، الفوائدالزینیہ، رسائل الزینیہ، جیسی
نابغۂ روزگار کتابیں بھی تصانیف ہیں۔

برہان سے اشارہ "البرہان فی علوم القرآن" کی طرف ہے جو علامہ بدرالدین
زرکشیؒ کی چار جلدوں میں تالیف ہے جو ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے،
علامہ نوویؒ کی کتاب "المنہاج فی الفروع" کو حفظ کیا جسکی وجہ سے انکو المنہاجی کہا جانے لگا
۷۹۴ھ میں وفات ہوئی، علامہ سیوطیؒ نے ان کی مصنفات کی تعداد ۲۳ ذکر کی ہے۔

رد پورا نام "ردالمحتار علی الدرالمختار" ہے فقہ حنفی میں بڑی مستند
کتاب ہے پانچ جلدوں میں ہے جو "شامی" کے نام سے مشہور
ہے۔ فتاویٰ میں عموماً اسی کے حوالے دئے جاتے ہیں۔ اصل کتاب
شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ التمرتاشی الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ کی ہے۔
"تنویرالابصار" اس کی شرح "الدرالمختار شرح تنویرالابصار"
کے نام سے علامہ محمد علاءالدین الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے کی۔
اس کا تحشیہ جو شرح سے بھی زیادہ طویل ہے۔ علامہ محمد امین۔ جو
ابن عابدین سے مشہور ہیں "ردالمحتار علی الدرالمختار" کے نام سے
کی۔ علامہ ابن عابدین کی اس کتاب کے علاوہ متعدد کتب
ورسائل، تنقیح الفوائدالحامدیہ وغیرہ علمی یادگار ہیں۔

بدائع پورا نام "بدائع الصنائع" ہے فقہ میں بڑی جامع ومستند
ومبسوط کتاب ہے۔ سات جلدیں ہیں۔ مولینا
امام علاءالدین ابی بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی جن کا لقب

"ملک العلماء" المتوفی ۵۸۷ھ اس کے مصنف ہیں۔

زیلعی اصل نام "تبیین الحقائق لما فیہ من الدقائق" ہے زیلعی سے مشہور ہے چھ جلدوں میں ہے، علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ اس کے مصنف ہیں اور یہ کتاب شرح ہے ابو البرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی کی کتاب "کنز الدقائق" کی جن کی وفات ۷۱۰ھ یا ۷۱۱ھ میں ہے۔

فتح القدیر برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل جن کی پیدائش ۵۱۱ھ اور وفات ۵۹۲ھ یا ۵۹۶ھ میں ہے) کی کتاب "ہدایہ" کی مبسوط، محقق، مفصل و معتمد اور بے نظیر شرح ہے، شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی معروف بابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ اس کے مصنف ہیں۔ آٹھ جلدوں میں ہے۔

تحفہ اس سے اشارہ "تحفۃ المحتاج شرح منہاج" کی طرف ہے، منہاج امام نووی کی ہے جو مدوّن مذہب شافعیہ ہیں۔ اس کی شرح تحفۃ المحتاج علامہ ابن حجر محقق مصری کی ہے ماتن و شارح علام کا نام نامی ذکر کر دینا ہی کتاب کی تعریف اور تعارف سے مستغنی کر دیتا ہے۔

شرح مہذب امام نووی کی ہے فقہ شافعیہ میں ہے بہت زیادہ معتمد ہے۔ کثیر جزئیات پر مشتمل ہے اور زمانۂ تالیف سے ہی فقہاء و علماء میں مقبول و مرکوز نظر رہی ہے۔

نیل الاوطار اصل نام "نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار" ہے "منتقی الاخبار" علامہ ابن تیمیہ کی تصنیف

ہے۔ اس کی شرح نیل الاوطار کے نام سے محمد بن علی شوکانی نے آٹھ جلدوں میں کی ہے، جو غیر مقلدین کا مرجع و ماخذ ہے۔

روضۃ اس سے اشارہ "روضۃ المحبین و نزہۃ المشتاقین" کی طرف ہے جو فن تصوف میں ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف با بن قیم الجوزیۃ الحنبلی کی تصنیف ہے جن کی پیدائش ۶۹۱ھ میں اور وفات ۷۵۱ھ میں ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ روضۃ المحبین)

یا اس سے اشارہ علامہ سید جمال حسینی کی شہرۂ آفاق نادر روزگار کتاب "روضۃ الاحباب" کی طرف ہے جو ۸۸۰ھ میں تصنیف کی گئی، فن سیرت میں بڑی مستند و معتمد کتاب ہے اسکے مستند ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ملا علی قاری نے اپنی کتاب "مرقات" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں جگہ جگہ اس کا حوالہ دیا ہے۔

باجی و مغنی، محلیٰ، در منثور، ازرقی
طیبی، عینی، عسقلانی، قسطلانی برزبان

ترجمہ: باجی و مغنی، محلیٰ، درمنثور، ازرقی۔ اور طیبی، عینی، عسقلانی۔ قسطلانی (یہ سب کتابوں کے نام ہیں) ان کی زبان پر رہتی ہیں کہ رات دن اکثر ان کتابوں کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔

تشریح: باجی اس سے اشارہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی (بضم التاء و کسر الجیم) الباجی کی مشہور کتاب المنتقی شرح مؤطا کی طرف ہے، جو سات جلدوں میں ہے۔ قاضی موصوف علماء مالکیہ میں بڑا مقام رکھتے ہیں مشہور ہے کہ قاضی عبدالوہاب کے بعد کوئی قاضی ابوالولید کے مثل علماء مالکیہ میں نہیں گذرا۔ قاضی موصوف کی ولادت ۴۰۳ھ و وفات ۴۹۴ھ میں ہے۔

مغنی فقہ حنبلیہ میں بڑی مبسوط و جامع مستند و معتمد کتاب ہے فقہ حنبلیہ میں کوئی دوسری کتاب اس کے ہم پلہ نہیں۔ شیخ موفق الدین علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، المتوفی ۶۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ جو ابن قدامہ کے ساتھ مشہور ہیں۔

محلّی فقہ میں علامہ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ کی گیارہ جلدوں میں تصنیف ہے۔

در منثور پورا نام "الدر المنثور فی التفسیر المأثور" ہے۔ صاحب "الاتقان فی علوم القرآن" و صاحب تفسیر "جلالین" (نصف اوّل) علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی فن تفسیر میں چھ جلدوں میں عمدہ تصنیف ہے۔

ازرقی "اخبار مکہ" کتاب کا نام ہے۔ جس میں مکہ مکرمہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے ازرقی اس کے مصنف ہیں۔ قدیم تاریخ ہے۔

مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) کے بعد کے مورخین نے بڑی حد تک اس سے استفادہ کیا ہے۔

طیبی "مشکوٰۃ" کی شرح ہے۔ مصنف کے نام کے ساتھ طیبی کے ساتھ مشہور ہے۔ جس کا قلمی نسخہ مدرسہ مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں ہے۔ مدرسہ کے منتظمین نے کثیر رقم خرچ کر کے اس کو نقل کرایا جو مدرسہ کی خاص روایت رہی ہے۔ خدا اس پاک مدرسہ کے فیض کو تا قیامت جاری و ساری رکھے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

عینی علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ کی شرح بخاری "عمدۃ القاری" کے نام سے گیارہ جلدوں میں ہے اور عینی ہدایہ، کنز، طحاوی کی بھی شرح ہے۔

عسقلانی یہ بھی بخاری شریف کی بڑی مبسوط تبرہ جلد میں شرح ہے۔ "فتح الباری" سے مشہور ہے۔ جس کو تقریباً ۲۹ برس کی مدت میں لکھا گیا ہے۔ چونکہ ان کی تالیف کی ابتداء ۸۱۳ھ اور انتہا ۸۴۲ھ ہے۔ اس کے مصنف احمد بن علی لقب حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ہیں جن کی پیدائش ۷۷۳ھ اور وفات ۸۵۲ھ میں ہے۔

قسطلانی یہ بھی علامہ احمد بن محمد الخطیب الملقب قسطلانی کی دس جلدوں میں بخاری شریف کی شرح ہے، جو "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ زید مجدہٗ کا حفظ

قول مالک، شافعی، احمد ہمہ در حفظ او
ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ را رازداں

ترجمہ: امام مالک امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال انہیں حفظ ہیں۔ ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ (یہ فرقوں کے نام ہیں) کے رازداں ہیں یعنی ان کے مذاہب کے دلائل و مآخذ کی حقیقت اور صحت و سقم سے خوب واقف ہیں۔

تشریح: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۹۵ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں ہے اور مدت عمر چوراسی ۸۴ ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۱۵۰ھ اور

وفات ۲۰۴ھ میں ہے، مدت حیات چون ۵۴ سال ہے، اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہے اور مدت عمر ستہتر سال ہے[۱]۔
یہ تینوں حضرات جلیل القدر صاحب مذہب امام ہیں۔ اپنی شہرت کی بنا پر مستغنی عن التعارف ہیں۔

فرق باطلہ ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ، کلیان

ظاہریہ وہ لوگ جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ جیسے حضرت داؤد ظاہری ہیں۔

خارجیہ یہ بھی ایک فرقہ ہے جس کے بارے میں صاحب الطریقۃ المحمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا الْخَوَارِجُ فَمَنْ لَمْ یَرُدَّ قَوْلُهُمْ شَیْئًا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکَانَ خَطْؤُهُمْ عَلٰی وَجْهِ التَّاوِیْلِ یَتَاَوَّلُوْنَ اَنَّ الْاَعْمَالَ اِیْمَانٌ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ الصَّلٰوةَ اِیْمَانٌ وَکَذَالِکَ الصَّوْمُ وَالزَّکٰوةُ وَکَذَالِکَ جَمِیْعُ الْفَرَائِضِ وَالطَّاعَاتِ فَمَنْ اَتٰی بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَمِیْعِ الطَّاعَاتِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ تَرَکَ شَیْئًا مِنَ الطَّاعَاتِ کَفَرَ وَیَقُوْلُوْنَ الزَّانِیْ یَکْفُرُ حِیْنَ یَزْنِیْ وَشَارِبُ الْخَمْرِ یَکْفُرُ حِیْنَ یَشْرَبُ وَکَذَا یَقُوْلُوْنَ فِیْ جَمِیْعِ مَا نَهَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ وَیُکَفِّرُوْنَ النَّاسَ بِتَرْکِ الْعَمَلِ فَهُوَ لَاءِ تَاَوَّلُوْا وَاَخْطَئُوْا فَهُمْ مُبْتَدِعَةٌ فَاِیَّاکَ

[۱] ان تینوں حضرات کی سن ولادت و سن وفات و مدت عمر شریعت و طریقت صفحہ ۵۲ سے ماخوذ ہے ۱۲

وَقَوْلِهِمْ وَلَا تَقُلْ بِقَوْلِهِمْ وَاجْتَنِبْهُمْ وَاحْذَرْهُمْ وَفَارِقْهُمْ وَخَالِفْهُمْ (الطریقۃ المحمدیہ ص ۲۳ و ص ۲۴)

"خوارج وہ ہیں جو کتاب اللہ میں سے کسی قول کو رد نہیں کرتے بلکہ کتاب اللہ میں تاویل کرتے جس کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ تاویل کرتے ہیں کہ اعمال ایمان ہے، (یعنی اعمال ایمان کے اجزاء ہیں) کہتے ہیں کہ بے شک نماز ایمان (یعنی ایمان کا جزء ہے) اور اسی طرح روزہ زکوٰۃ اور تمام فرائض و طاعات کو (ایمان کا جزء مانتے ہیں) پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر رسولوں پر یوم آخرت پر ایمان لائے اور تمام طاعات کو بجا لائے تو وہ مومن ہے۔ اور جو شخص طاعات میں کچھ بھی ترک کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (اور استدلال کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ زانی زنا کے وقت کافر ہو جاتا ہے۔ شرابی شراب پیتے وقت کافر ہو جاتا ہے۔ (اس سے اشارہ ایک حدیث شریف کی طرف ہے۔ "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ شَارِبُهَا حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ" نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا جب وہ زنا کرتا ہے درانحالیکہ وہ مومن ہو۔ اور نہیں شراب پیتا شراب پینے والا جب وہ شراب پیتا ہے درانحالیکہ وہ مومن ہو"، مطلب یہ ہے کہ معاصی منافی ایمان نہیں، مگر خوارج اس قسم کی حدیثوں کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں) اسی طرح وہ تاویل کرتے ہیں ان تمام چیزوں میں جن سے اللہ تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے۔ اور لوگوں کو ترک عمل کی وجہ سے کافر کہتے تھیں ... ان لوگوں نے تاویل کی اور غلطی کا شکار ہوئے پس یہ ملتبہ عم ...

... [illegible] شرح [illegible] ص [illegible]

ہیں۔ پس تو ان کی باتوں سے بچ ان کی باتوں کا ہر گز قائل مت ہو اور ان سے پورا پورا پرہیز کر اور ان سے جدا رہ۔ اور ان کی مخالفت کر۔ انتہیٰ۔

مرجیہ انکے بارے میں صاحب "الطریقۃ المحمدیہ" تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا المُرْجِئَۃُ فَاَصْنَافٌ مِنْھُمْ یَقُوْلُوْنَ نُرْجِیْ اَمْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ فَیَقُوْلُوْنَ اَلْاَمْرُ فِیْھِمْ مُفَوَّضٌ اِلَی اللّٰہِ تعالیٰ یغفر لِمَنْ یَّشَآءُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ وَمُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَقُوْلُوْنَ "لَہُ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلیٰ" فَکَمَا تَریٰ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَیُنَعِّمُ مَنْ یَّشَآءُ مِنَ الْکَافِرِیْنَ وَذٰلِکَ فِیْہِ عَدْلٌ فَکَذٰلِکَ فِی الْاٰخِرَۃِ فَیُسَوُّوْنَ حکم الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلیٰ۔ فَھٰؤُلَآءِ ضَرْبٌ مِنَ الْمُرْجِئَۃِ وَھُمْ کُفَّارٌ۔

وَکَذٰلِکَ الضَّرْبُ الْاٰخَرُ مِنْھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ حَسَنَاتُنَا مَقْبُوْلَۃٌ وَسَیِّئَاتُنَا مَغْفُوْرَۃٌ وَالْاَعْمَالُ لَیْسَتْ بِفَرَائِضَ وَلَا یُقِرُّوْنَ بِفَرَائِضِ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَسَائِرِ الْفَرَائِضِ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰذِہٖ فَضَائِلُ مَنْ عَمِلَ بِھَا فَحَسَنٌ وَمَنْ لَمْ یَعْمَلْ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ فَھٰؤُلَآءِ اَیْضًا کُفَّارٌ۔

وَاَمَّا الْمُرْجِئَۃُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا نَتَوَلَّی الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ وَلَا نَتَبَرَّءُ مِنْھُمْ فَھٰؤُلَآءِ الْمُبْتَدِعَۃُ

وَلَا نُخْرِجُهُمْ بِبِدْعَتِهِمْ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَى الْكُفْرِ۔
وَأَمَّا الْمُرْجِئَةُ الَّذِينَ يَقُولُونَ نُرْجِئُ أَمْرَ
الْمُؤْمِنِينَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى فَلَا نُنْزِلُهُمْ جَنَّةً وَ
نَارًا وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْهُمْ وَنَتَوَلَّاهُمْ فِي الدِّينِ فَهُمْ عَلَى
السُّنَّةِ فَالْزَمْ قَوْلَهُمْ وَخُذْ بِهِ۔ (الطریقۃ المحمدیہ ص ۲۳)

"پس مرجیہ کی ایک جماعت تو وہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مومنین
کافرین کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں
کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ مومن اور کافروں میں سے
جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دیوے (اور
استدلال میں) کہتے ہیں۔ لَهُ الْآخِرَةُ وَالْأُولٰى۔ دنیا و آخرت
خدا ہی کے لئے ہے۔ پس جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مومنوں میں سے
جسے چاہتا ہے دنیا میں عذاب دیتا ہے۔ اور کافروں میں سے
جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے۔ اور یہ اس کی جانب سے عدل
ہے۔ ایسے ہی آخرت میں (وہ مومن کافر میں سے جس کو چاہے بخشے
جسکو چاہے عذاب دیوے یہ عدل ہی ہے) پس یہ جماعت دنیا و
آخرت کے حکم کو برابر قرار دیتی ہے۔ مرجیئہ کی یہ جماعت کافر ہے۔
اور ان کی ایک جماعت وہ ہے جو یوں کہتی ہے حَسَنَاتُنَا
مَقْبُولَةٌ وَسَيِّئَاتُنَا مَغْفُورَةٌ۔ ہماری نیکیاں قبول کی ہوئیں
اور ہماری برائیاں بخشی ہوئی ہیں۔ (یعنی ہماری نیکیاں ضرور قبول
کی جائیں گی اور برائیاں ضرور بخشی جائیں گی) اور اعمال فرض نہیں
ہیں۔ صلاۃ، زکاۃ، صیام اور تمام فرائض کی فرضیت کے قائل نہیں
ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ تو فضائل ہیں جو ان پر عمل کریگا اچھا ہے اور جو
عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ یہ جماعت بھی کافر ہے۔

ایک جماعت وہ ہے جو کہتی ہے گنہگار مسلمانوں سے نہ ہم دوستی کرتے ہیں اور نہ ان سے تبرّی کرتے ہیں۔ تو یہ مبتدع ہیں۔ مگر ان کی بدعت ان کو ایمان سے کفر کی طرف نہیں نکالے گی (یعنی یہ جماعت کافر نہیں)

ایک جماعت وہ ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملہ کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں نہ ہم ان کو جنت میں اتارتے ہیں نہ جہنم میں (یعنی نہ یوں کہتے ہیں کہ وہ لازمی طور پر جنتی ہیں نہ یوں کہتے ہیں کہ لازمی طور پر جہنمی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جنت میں داخل فرمائے جسے چاہے عذاب دیوے) نہ ان سے تبرّی کرتے ہیں اور ان سے دین میں دوستی کرتے ہیں۔ تو یہ جماعت سنت پر قائم ہے۔ انکے قول کو اختیار کر اور لازم پکڑ۔

چوں سلف آں حافظ قرآن و تفسیر و حدیث
فقہ بر اقوال و اعمالش مسلسل ضو فشاں

ترجمہ: سلف کے مثل قرآن و تفسیر و حدیث کے حافظ ہیں۔ ان کے اقوال و اعمال میں فقہ مسلسل ضو فشاں رہتا ہے۔

ذکر بعض تصانیف حضرت شیخ زید مجدہٗ

علم فوارہ نما جوشد ز نوک خامہ اش
بہرہ یاب اہل عرب اہل عجم در کل جہاں

ترجمہ: ان کی نوک قلم سے علم مثل فوارہ کے ابلتا ہے تمام دنیا میں اہل عرب اہل عجم سب بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

از حکایات صحابہ زندگی پر نور کن
ہم بیابی در فضائل روشنی جاوداں

ترجمہ: "حکایات صحابہؓ سے زندگی منور بنایئے۔ فضائل کی کتابوں میں بھی (جن کا ذکر اگلے شعر میں ہے) دائمی روشنی پائیں گے. یعنی ان پر عمل کے ذریعہ دائمی روشنی حاصل ہوتی ہے۔

حکایات صحابہ حضرت شیخ دامت برکاتہم کی تصنیف ہے۔ جس میں صحابی مردوں عورتوں اور بچوں کے زہد و تقویٰ، فقر و عبادت، علمی مشاغل، ایثار و ہمدردی اور بے مثال جرأت و بہادری کے حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ جو بارہ[۱۲] باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل اور تقریباً دو[۲]سو صفحے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے زندگی منوّر بن جاتی ہے۔

ذکر، قرآن صدقہ، روزہ، حج، نماز دہم درود
ہر یکے را بر طریق دل نشیں کردہ بیاں

ترجمہ: فضائل[۱] ذکر، فضائل[۲] قرآن، فضائل[۳] صدقہ، فضائل[۴] روزہ، فضائل[۵] حج، فضائل[۶] نماز، فضائل[۷] درود ہر ایک کو دل نشیں انداز میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح فضائل ذکر جس کو حضرت شیخ المشائخ حضرت سہارنپوری دامت برکاتہم نے حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں تالیف فرمایا۔ جس میں ذکر پاک کی برکات اور فضائل سے متعلق قرآن پاک کی آیات اور احادیث پاک کو جمع فرمایا ہے تاکہ وہ لوگ جو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں اپنے درد کی دوا اور اپنے مرض کا علاج معلوم ہو جائے کہ اللہ جل جلالہ عم نوالہٗ کا ذکر پاک ہی پریشانیوں کا

علاج ہے اس کے پاک نام کی برکت و لذّت، حلاوت و سرور اور طمانیت سے ہی اجڑے ہوئے دل آباد ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ دو سو بارہ ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور تین باب پر منقسم ہے پہلا باب مطلق ذکر کے فضائل میں۔ باب دوم ۲ افضل الذکر کلمہ طیبہ کے بیان میں۔ باب ۳ سوم کلمہ سویم یعنی تسبیحات فاطمہ کے بیان میں۔

فضائل قرآن جس کو حضرت الشاہ حافظ محمد یٰسین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں تالیف فرمایا جس قرآن پاک کے فضائل اور متفرق احکام پر مشتمل چالیس حدیثیں بیان کی گئی ہیں اخیر میں ایک اور مختصر چہل حدیث ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے نیز قرآن پاک کی تلاوت کے ظاہری باطنی آداب قوموں کے عروج و زوال میں قرآن پاک کا اثر قرآن پاک کی قیامت میں سفارش گذشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن پاک ہے۔ تمام فتنوں سے نجات قرآن پاک میں ہے۔ جیسے اہم عنوانات مفصل ذکر کیے ہیں۔ اور قرآن پاک حفظ کرنے کا خاص عمل بھی بیان فرمایا ہے۔ جس کی برکت سے بہت جلد حفظ ہو جاتا ہے۔

فضائل صدقات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے پُر اصرار ارشاد کی تعمیل حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس کی تالیف فرمائی۔ یہ رسالہ دو حصوں میں ہے پہلے حصہ میں پانچ فصلیں ہیں۔ فصل اوّل مال خرچ کرنے کے بیان میں۔ دوسری فصل میں بخل کی مذمت۔ تیسری میں صلہ رحمی۔ چوتھی میں زکوٰۃ کی تاکید۔ پانچویں میں زکوٰۃ نہ دینے پر وعیدیں۔ دوسرا حصہ [illegible] فصلوں [illegible] مشتمل ہے فصل اوّل [illegible]

اور فصل ثانی میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کی تئیس حکایات درج کی گئی ہیں، ۲۴ شوال ۱۳۶۲ھ بروز چہارشنبہ کو اس رسالہ کی نظام الدین دہلی میں ابتدا ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ مالداروں کے لیے خاص طور سے مفید ہے۔ اور دوسرا حصہ علماء کے لئے خاص طور سے مفید ہے

فضائل روزہ یہ رسالہ "فضائل رمضان" کے ساتھ مشہور ہے اس رسالہ میں رمضان المبارک کے فضائل اور بعض بزرگوں کے معمولات، رمضان المبارک میں کیا ہوتے تھے، شب قدر کی فضیلت، اعتکاف کی فضیلت اور اس کے احکام کو بیان فرمایا ہے، اخیر میں ایک طویل حدیث ہے جو بہت سے مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں کل اکیس ۲۱ احادیث تین فصلوں میں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی فصل رمضان المبارک کے فضائل میں ہے۔ جس میں دس احادیث ہیں۔ دوسری فصل شب قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں تیسری فصل اعتکاف کے بیان میں ہے۔ جس میں تین ۳ حدیثیں ہیں۔ اخیر میں ایک طویل حدیث پر رسالہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔

فضائل حج یہ رسالہ امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کے اصرار پر تالیف فرمایا۔ حضرت قدس سرہ کا سخت اصرار تھا کہ حج و زیارت کے فضائل میں بھی چند احادیث کا ترجمہ امت کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ حج کو جانے والے حضرات ان احادیث کی برکت سے اتنی ذوق و شوق کے ساتھ جائیں۔ جو اس مبارک اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہو۔ اور حج سے واپسی بھی انہی دینی جذبات سے ہو جو اس مبارک

اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہوں۔ نیز ذوق و شوق کے ساتھ جانے والے حجاج کی کثرت ہو جو خود بھی دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اور وہاں کے قیام میں اہل عرب سے بھی ان کے اصل اور جاری کاموں میں اشتغال کی اور انہماک کی استدعا اور درخواست کریں۔

حضرت شیخ زید مجدہٗ نے نظام الدین دہلی میں ۱۲ شوال ۱۳۶۶ھ چہارشنبہ کو اس کی ابتدا فرمائی۔ اور ۱۳۶۷ھ میں تکمیل ہوئی اس رسالہ میں دس فصلیں ہیں۔ فصل اول حج کی ترغیب میں۔ دوسری فصل حج نہ کرنے کی وعید میں۔ تیسری فصل سفر کی مشقت کے تحمل میں۔ چوتھی فصل حج کی حقیقت میں۔ پانچویں فصل حج کے آداب میں۔ چھٹی فصل مکہ مکرمہ اور کعبہ کے فضائل میں۔ ساتویں فصل عمرہ کے فضائل میں۔ آٹھویں فصل زیارت مدینہ طیبہ میں۔ نویں فصل آداب زیارت میں۔ دسویں فصل مدینہ طیبہ کے فضائل میں ہے۔

فضائل نماز یہ رسالہ بھی حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد کے تعمیل میں تالیف کیا گیا جن میں ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں نماز پڑھنے کی فضیلت، نماز چھوڑنے کا عذاب، جماعت کے ثواب اور اس کے چھوڑنے کی سزائیں آئی ہیں۔ یہ رسالہ تین بابوں پر منقسم ہے۔ پہلا باب نماز کی اہمیت کے بیان میں جس میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول نماز کی فضیلت کے بیان میں دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیثوں میں آیا ہے اسکا بیان ہے۔

دوسرا باب جماعت کے بیان میں ہے جس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اوّل جماعت کے فضائل میں۔ فصل دوم جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں۔

تیسرا باب نماز کے خشوع و خضوع کے بیان میں ہے۔ جس میں صوفیا کی نمازوں کی حکایات اور بندوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات اور دوسرے اہم مضامین ہیں۔

فضائل درود اس رسالہ میں درود شریف کے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں اور خاص خاص وظائف درود کے فضائل اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس قصے ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ پانچ فصلوں پر منقسم ہے پہلی فصل درود شریف کے فضائل و ثواب میں ہے۔ دوسری فصل خاص خاص درود کے خاص خاص فضائل کے بیان میں اور خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے اعمال کے بیان میں۔ اور ایک چہل حدیث جو صلوٰۃ و سلام پر مشتمل ہے بیان کی گئی ہے۔ تیسری فصل ان احادیث کے بیان میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چوتھی فصل فوائد متفرقہ کے بیان میں۔ پانچویں فصل درود شریف سے متعلق حکایات کے بیان میں ہے۔

اعتدالش فرقہائے مختلف را جمع کردہ
صلح کردہ دشمنے با دشمنے شد شادماں

ترجمہ: ان کی کتاب اعتدال نے مختلف فرقوں کو جمع کر دیا اس کتاب کی وجہ سے دشمن دشمن کیساتھ صلح کر کے آپس میں خوش ہو گئے

تشریح اعتدال اس رسالہ کا پورا نام "الاعتدال فی مراتب الرجال معروف بہ "اسلامی سیاست" ہے یہ ایک

طویل و مبسوط خط ہے جو حضرت اقدس شیخ المشائخ دامت برکاتہم نے اپنے ایک مخلص خادم و شاگرد کے نام جس میں سیاسی مسائل حاضرہ سے متعلق سات سوالوں کے جوابات کتاب و سنت کی روشنی میں انتہائی سنجیدگی اور متانت سے تحریر فرمائے گئے ہیں اور جس میں ہزاروں احادیث پاک اور بہت سی آیات پاک کا عطر نکال کر رکھدیا ہے۔ اور جس میں علماء مخلصین کے باہمی اختلاف کی حیثیت کو واضح فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے یہ رسالہ ۱۳۵۸ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ حضرت اقدس الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے تقاضے اور اصرار پر اسکو شائع کیا گیا۔ بے نظیر رسالہ ہے۔ ہر ہر فرد کو اسکا مطالعہ کرنا اور حرز جاں بنانا ضروری ہے۔

حب دنیا از دل خود دور کن در یاد موت

مال و عزت را ہمیں جا ترک کردہ رفتگاں

ترجمہ: دنیا کی محبت اپنے دل سے دور کر موت کی یاد میں۔ مال و عزت جانے والے یہیں چھوڑ کر گئے ہیں۔

تشریح موت کی یاد حب مال، حب جاہ ہی چیزیں ہیں جو انسان کو طاعات سے روک کر معاصی پر ابھارتی اور آمادہ کرتی ہیں اس رسالہ کا مطالعہ کرنے سے مال وجاہ کی حقیقت بے وقعت ہو کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کی بے وقعتی بے ثباتی، ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پہلے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔ جنہوں نے مال و دولت جاہ و عزت میں خوب خوب کمال حاصل کیا۔ اچھے اور مضبوط

مکانات و قلعے تعمیر کئے۔ بڑی بڑی جائدادیں حاصل کیں بڑے بڑے عہدے حاصل کئے لاکھوں کروڑوں کا خزانہ جمع کیا۔ مگر جب گئے تو سب چھوڑ گئے۔ کچھ بھی ساتھ نہ گیا۔ سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ ہر ہر انسان کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں یہیں چھوڑ کر جاتا ہے۔

در وجوب لحیہ ہم دارد کتابے پُر اثر
ریش دشمن چوں بخواند ش ریش را شد پاسباں

ترجمہ:۔ ڈاڑھی کے وجوب کے بیان میں بھی حضرت کی ایک بڑی مؤثر کتاب ہے۔ ڈاڑھی کے دشمن نے جب اس کو پڑھا تو وہ ڈاڑھی کا محافظ ہو گیا۔

تشریح ڈاڑھی کا وجوب حضرت والا دامت برکاتہم کا رسالہ ہے۔ جس میں ڈاڑھی کا وجوب اور اس کی فضیلت، ڈاڑھی منڈانے کی وعیدیں اور مضرتیں دل نشیں اور پر اثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر اس رسالہ کو ایسے لوگوں کے سامنے جو ڈاڑھی کے دشمن ہیں پڑھا جائے اور وہ دل کے کانوں سے سنیں تو وہ یقیناً سچی توبہ کر کے ڈاڑھی کے محافظ بن جائیں۔ بہت سے لوگوں نے اس رسالہ کی برکت سے توبہ کی۔

اوجز ولامع، خصائل، کوکب دریج وداع
بر مؤطا، بر بخاری، ترمذی شرح عیاں

ترجمہ:۔ اوجز المسالک، لامع الدراری، خصائل نبوی الکوکب الدری، حجۃ الوداع۔ مؤطا پر۔ بخاری پر، ترمذی پر واضح شرحیں ہیں۔

تشریح اوجز اس سے اوجز المسالک شرح عربی مؤطا امام مالک کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضرت علامہ شیخ المشائخ دامت برکاتہم کی مشہور تالیف ہے اپنی قدیم شہرت کی وجہ سے مستغنی عن التعارف ہے۔ چھ ضخیم جلدوں میں مکمل کتاب متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ ممالک عربیہ بالخصوص مغاربہ جو مالکی ہیں اس کتاب کے بڑے خواہشمند اور مداح رہے ہیں۔ اس شرح میں خصوصیات اور خوبیاں ہیں وہ تو بیان سے باہر ہیں لیکن حلّ لغات حل مطالب وغیرہ لوازمات شرح کے بعد جن خاص امور کا اہتمام فرمایا گیا ہے وہ بالاجمال یہ ہیں۔

(۱) ہر راوی کی تحقیق نہایت مختصر طور پر کی گئی ہے (۲) ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب خود صاحب مذہب کی کتابوں سے مع حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ (۳) مذہب حنفیہ کی ترجیح کے بعد مختصر طور سے دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ (۴) ہر باب میں جملہ فقہی مسائل اور اصولی مباحث کے باوجود اختصار کی رعایت کی گئی ہے کہ جلد اکتا جانے والی طبائع طول کو پسند نہیں کرتیں (۵) کتاب سے قبل ایک نہایت بسوط مقدمہ ہے جس میں سات باب ہیں مختلف فوائد ہیں، جن میں علم حدیث کے خزائن جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جس کی خوبیوں کا اندازہ دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

یہ کتاب [۱] ۱۳۴۵ھ میں جبکہ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) میں حضرت اقدس شیخ المشائخ دامت برکاتہم کا اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے ساتھ قیام تھا اور "بذل المجہود" کی تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ ماہ ربیع الاول

[۱] مقدمہ اوجز المسالک ۱۲

میں شروع کی گئی بذل المجہود فی حل ابی داؤد کے لکھنے سے جب فرصت ملتی تو حضرت شیخ دامت برکاتہم "اوجز" کی تالیف میں مشغول ہو جاتے اور جب ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ میں "بذل المجہود" سے فراغت ہو گئی تو پورا وقت اسی میں صرف ہونے لگا۔ عجیب اتفاق کہ جس کتاب کا امام الحرمین صاحب مؤطا رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً نے مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) میں درس دیا اسکی اس بے مثال کی بھی وہیں ابتدا کی گئی۔ اور اس مبارک جگہ کی بے انتہا برکتوں کی وجہ سے ہی تین ماہ سے کم ہی میں ڈیڑھ جلد تیار ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان واپس آنا ہوا اور بقیہ ساڑھے چار جلدیں تیس سال کی مدت میں تمام ہوئیں۔ اسی طرح حدیث نبوی سے متعلق بے انتہا معلومات کا ذخیرہ وخزانہ "اوجز المسالک" کی شکل میں جسے مستقل کتبخانہ کہنا بجا ہے امت کے ہاتھ آیا خدائے پاک مؤلف علام دامت برکاتہم کا مبارک سایہ اس مرحوم امت پر دراز فرمائے اور امت کو زیادہ سے زیادہ استفاضہ کی توفیق دے (آمین)

لامع اس سے "لامع الدراری شرح علی جامع البخاری" کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں حضرت قطب العالم وقطب الارشاد سید الطائفہ مولانا الحاج رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی وہ تقریرات ہیں جو حضرت قدس سرہ نے ۱۳۱۱ھ کے آخری دورہ حدیث شریف میں اردو میں ارشاد فرمائی تھیں اور چونکہ یہ آخری دورہ شریف حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کی وجہ سے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کی سفارش پر شروع فرمایا تھا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ورنہ تو نزول ماء کی وجہ سے درس موقوف فرما چکے تھے۔ اس لئے محدث

گنگوہی قدس سرہٗ نے اس آخری اور بے مثال دورہ شریف میں علوم و معارف کا خوب خوب مینھ برسایا اور حضرت اقدس محدث گنگوہی کے لائق اور قدرداں و حقیقت شناس شاگرد اور خادم خاص اور کاتب خطوط و فتاوی حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے زمانہ طالب علمی ہی میں ان تقریرات کو عربی میں قلم بند فرما کر علمی دنیا پر احسان عظیم فرمایا۔ اس طرح یہ قیمتی ذخیرہ حضرت اقدس شیخ المشائخ دامت برکاتہم کے پاس پہنچا اور اکابر محدثین ہندوستان کو جب اس کا علم ہوا تو زرِ کثیر صرف کرکے اس کی قلمی نقلیں کرائیں اور اس کی اشاعت کا تقاضہ اور اصرار کیا۔ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے بہت زیادہ تقاضہ فرمایا گو اوجز کی مشغولی کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی آخر آخری ذی الحجہ ۷۵ھ کو اوجز کی تکمیل سے فراغت ہوئی اور چہارشنبہ ۷ محرم الحرام ۷۶ھ کو لامع الدراری پر تحشیہ اور تعلیق کا کام شروع فرمایا مگر افسوس کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا ۱۲ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ کو وصال ہوگیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ المشائخ دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

لٰکِنْ کَثْرَۃُ الْمَشَاغِلِ لَمْ تُمَکِّنِّیْ فِیْ حَیَاتِہٖ مِنَ النَّظَرِ فِیْہِ غَیْرَ عِدَّۃِ اَوْرَاقٍ طُبِعَتْ فِیْھَا اَرْبَعَۃُ اَوْرَاقٍ فِیْ حَیَاتِہٖ وَلَمَّا قَدَّمْتُھَا اِلَیْہِ اِسْتَنَارَ وَجْھُہٗ سُرُوْرًا وَّ بَھْجَۃً

لیکن کثرت مشاغل نے مجھے مولاناؒ کی حیات میں چند اوراق کے علاوہ مہلت نہ دی۔ انہیں میں سے چار ورق طبع کرا کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے تو آں محترم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

اس تالیف میں خاص طور سے امام بخاری کے تراجم کے اغراض اور احادیث کی مطابقت پر وضاحت سے کلام کیا گیا ہے۔ اور ایسی تحقیقات نادرہ بھی کی گئی ہیں جو دوسری شروح میں نہیں۔ مکمل کتاب تین[۲] جلدوں میں ہے۔ شروع میں ایک سو باون[۱۵۲] صفحہ کا بسیط مقدمہ ہے۔

حضرت شیخ المشائخ دامت برکاتہم نے اپنی اس تعلیق کو سیکڑوں کتابوں سے جواہرات چن چن کر مزین فرمایا ہے۔ اس طرح یہ شرح لاجواب دوسری تمام شروحاتِ بخاری سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

جب اس کتاب کی تکمیل ہوئی تو حضرت شیخ دامت برکاتہم کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اپنی مسرتوں میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کے لئے ۱۴ رجون ۶۸ء جمعہ کے دن آپ نے ہندوستان کے مخصوص علماء کو مدعو کیا اور دور دور سے علماء کرام اس تقریب سعید میں شرکت کرنے کے لئے سہارنپور آئے حضرت شیخ دامت برکاتہم نے شرکاء تقریب کی قسم قسم کے کھانوں اور مٹھائیوں سے ضیافت فرمائی[۱]

خصائل اس سے اشارہ "خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی" کی طرف ہے۔ "شمائل ترمذی" کو سیرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ احادیث پاک کی دوسری کتابوں میں بھی خصائل پاک اور سیرت مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا گیا ہے مگر منتشر طور پر یکجائی طور پر خاص ترتیب کے ساتھ خصائل پاک اور سیرتِ مقدسہ

---

[۱] ولی کامل ص۱۵۴ تا ص۱۵۸ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چار سَو احادیث کو امام المحدثین الحافظ الحجۃ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی نے چھپن[۵۶] بابوں میں جمع فرمایا ہے مگر اس کا فائدہ اہل علم اور عربی داں حضرات تک ہی مخصوص تھا۔
حضرت شیخ المشائخ اطال اللہ بقائہ نے امت پر بڑا ہی احسان[۱] فرمایا کہ اردو میں اس کا ترجمہ اور شرح فرمائی کہ جس سے اردو داں حضرات بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ الف الف صلوٰت وتحیات کے اخلاق، اوصاف عادات، معمولات سے واقفیت حاصل کر کے ان کو حرزِ جاں بنا سکتے ہیں خدائے پاک حضرت شیخ دامت برکاتہم کو اس کا بہت بہت اجر عظیم عطا فرمائے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات سے نوازے اور امت کے سروں پر حضرت کا سایہ دراز فرمائے[۲]۔ رکیعہ
۱۳۴۲ھ میں "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" کی طباعت کے سلسلہ میں متفرق طور پر چند روز حضرت شیخ دامت برکاتہم کا قیام نظام الدین ہوا۔ وہاں جناب محترم محمد عثمان صاحب (جن سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے خصوصی مراسم تھے) نے اصرار کیا بمقتضائے حدیث ان من ابر البر صلۃ الرجل اھل ودّ ابیہ بعد ان یولّی (رواہ مسلم) ترجمہ: بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔
حضرت شیخ دامت برکاتہم نے قبول فرما لیا۔ اور ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ شب جمعہ میں اس سے فراغت ہوئی بحکم و رغدائے پاک نے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی دوسری تصنیفات کی طرح اس کتاب کو بھی وہ قبولیت عامہ بخشی کہ متعدد بار طبع ہونے کی نوبت آچکی۔

[۱] خصائل ۱۲ [۲] خصائل نبوی صفحہ ۲۶۴ ۱۲

کوکب "الکوکب الدری علی جامع الترمذی" کی طرف اشارہ ہے جو امام المحدثین قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی ان تقریرات کا مجموعہ ہے جو درس ترمذی میں حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمائی تھیں اور حضرت کے خادم خاص کاتب خطوط و فتاوی حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب قدس سرہٗ نے ان نایاب جواہرات کو عربی زبان میں ضبط فرمالیا تھا (ترمذی کا درس حضرت قدس سرہ نے ۱۳۱۱ھ اوائل ذیقعدہ میں شروع فرمایا تھا اور ۱۳۱۲ھ ۱۸ ذی الحجہ کو کچھ کم ایک سال میں ختم ہوا۔ اس کے بعد دوسری حدیث کی کتابوں کا درس شروع فرمایا۔) امام المحدثین قدس سرہٗ نے اپنے قدرشناس شاگرد کی رعایت میں وہ علوم و معارف بیان فرمائے کہ باید و شاید گویا زندگی بھر کے تجربات کا نچوڑ اور علوم و معارف کے دریا اپنے قدرداں شاگرد کے سامنے انڈیل اور بہا دیئے اور لائق ترین شاگرد نے بھی پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اور ان کو ملت کی ایک امانت سمجھ کر بذریعہ تحریر اس قیمتی خزانہ کو محفوظ کر دیا اور ان کی لائق ترین فرزند حضرت شیخ الحدیث صاحب اطال اللہ بقائہٗ نے پدری امانت کو تحشیہ و تعلیق کے ذریعہ مزید چار چاند لگا کر امت کے حوالہ کر دیا اور شائع فرما کر زندہ جاوید بنا دیا۔ خدائے پاک ان تینوں حضرات کو خوب خوب اجر عظیم عطا فرمائے اور حضرت شیخ ادام اللہ ظلال برکاتہم کے مبارک سایہ کو صحت و عافیت کے ساتھ امت کے سروں پر زمانہ دراز تک قائم دائم رکھے (آمین اللھم آمین)

حج و داع "حجۃ الوداع و العمرات" کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت اقدس شیخ المشائخ اطال اللہ بقائہٗ

نے اپنی ابتدائے مدرسی ۱۳۴۲ھ میں ایک دن ڈیڑھ رات میں لکھا تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج کے قصہ کو مسلسل متن بنایا ہے اور اس کے متعلق اختلاف روایات ائمہ اربعہ کے مذاہب اور مختلف روایات میں جمع کی طرف اشارات بھی کئے گئے ہیں اور مجمل روایات کا محمل بنایا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے واقعات میں احکام کی تعیین کی گئی ہے جس سے عام طور سے شراح نے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ تالیف کے بعد سے اکابر مدرسین کتاب الحج پڑھاتے وقت اس رسالہ کو زیر نظر رکھتے تھے، بہت سے حضرات نے اس کی طباعت کا مشورہ دیا۔ مگر حضرت شیخ نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ یہ مجمل اشارات ہیں۔ طباعت کے لئے نہیں ہیں بلکہ بطور یادداشت کے ہیں۔ ۸۹ھ میں مدینہ پاک کے قیام میں بلا کسی سبب کے اس کی طباعت کا داعیہ پیدا ہوا اور مدینہ پاک سے واپسی پر ذی قعدہ ۸۹ھ میں اس کا از سر نو سننا شروع کیا جس میں کئی ماہ لگ گئے اور اس کے اختتام پر حضرت شیخ دام مجدہ نے خواب دیکھا کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا ذکر ضرور ہونا چاہئے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا ذکر تالیف فرما کر اضافہ کیا گیا۔ کاش کوئی اہل علم اس کو اردو میں منتقل کر دے۔ تاکہ اردو داں شوق رکھنے والے حضرات بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حج مبارک اور عمروں کی تفصیل و کیفیت سے واقف ہو جائیں۔

حضرت اقدس دام مجدہ کی تصنیفات و تالیفات ان کے علاوہ بھی ہیں جیسے تاریخ مشائخ چشت، تاریخ مظاہر، فضائل تبلیغ، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم، آپ بیتی چھ حصہ جو حضرت اقدس دام مجدہ کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ بے بہا معلومات

اور بزرگوں کے حالات کا نایاب ذخیرہ جس کا ہر طالب علم کو مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ رسالہ اسٹرائک وغیرہ اختلاف للائمہ الابواب فی التراجم للصحیح البخاری، تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات، شریعت وطریقت وغیرہ وغیرہ۔

عمل بر عزیمت

در مسائل در فتاوی بر عزیمت میرود
اندر و ہرگز نیابی ہیچ کسلے را نشاں

ترجمہ:۔ مسائل و فتاوی میں عزیمت پر عمل فرماتے ہیں۔ (دینی امور میں) تو حضرت زید مجدہ کے اندر ہرگز بھی کسی سستی کا نام ونشان نہیں پاسکتا۔

تشریح:۔ یوں تو حضرت شیخ زید مجدہ کی پوری زندگی عمل بر عزیمت کے واقعات سے بھرپور ہے۔ مگر تقریباً نصف صدی تک تدریسی اہم خدمت انجام دینے پر بھی تنخواہ نہ لینا اور جو ابتداءً اکابر کے اصرار پر قلیل تنخواہ قبول بھی کی۔ اس کا بھی بعد میں ادا کر دینا۔ حضرت کے عمل بر عزیمت کی روشن دلیل ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

مدرسی کی تنخواہ آپ نے کبھی قبول نہ کی جب آپ کے شیخ نو مرشد نے یہ حکم دیا کہ آپ یہ رقم لے لیں اور اسکو دوسرے حج (۱۳۳۸ھ جس میں آپ اپنے استاد کے معاون ورفیق کار کی حیثیت سے بذل المجہود کی تکمیل کے لئے تشریف لے گئے تھے) خرچ کریں۔ تو آپ نے تعمیل ارشاد میں اس کو قبول تو کر لیا لیکن بعد میں پھر کل رقم مدرسہ میں

داخل کر دی۔ اس طرح حدیث کی یہ خدمت اس پورے طویل عرصہ تک آپ نے بلا معاوضہ اور خالصۃً اجر و ثواب کی نیت سے انجام دی اور اس کا مادّی بدلہ قبول کرنے کے بھی روادار نہ ہوئے دو مرتبہ آپ کو دوسری جگہوں سے بڑے گرانقدر مشاہرہ پر مدرسی کی پیش کش ہوئی جو اس برائے نام تنخواہ سے بہت زیادہ تھی۔ اور اخلاص و عالی ہمتی کے اس سخت امتحان سے آپ کو گزرنا پڑا۔ اس لئے کہ یہ وہ پیش کش تھی جس کے بہت سے لوگ دل و جان سے متمنی تھے۔ لیکن آپ نے پورے عزم و استقلال اور یقین و اعتماد کے ساتھ اس سے معذرت کر دی۔ اسکا صلہ اللہ تعالیٰ نے آپکو پھر ایسا دیا جس کا شاید تصور بھی اس وقت آپ کو نہ آتا ہوگا۔ اور ہر طرح کے انعامات و الطاف سے آپ کو سرفراز فرمایا۔[1]

یہی کیا؟ حضرت شیخ زید مجدہ کی پوری زندگی ہی عمل بر عزیمت کا نمونہ ہے جس کی تفصیل کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ اور حضرت شیخ زید مجدہ میں عمل بر عزیمت کا یہ اعلیٰ وصف نسبت رشیدی و خلیلی کا آئینہ دار ہے۔ آپ بیتی ۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے عمل بر عزیمت کا واقعہ

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ اپنے معاملہ میں آپ کا تقویٰ اور احتیاط اسقدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا میں قول راجح پہ اقرب الی الاحتیاط کو اختیار فرماتے تھے۔

[1] حیات خلیل صفحہ ۷؎ ۱۲

باوجود ضرورت کے احتیاط کو ہرگز نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی احتیاط کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے امراض میں کیسا ہی شدید مرض کیوں نہ ہو کبھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ مرض الموت میں جب تک اسقدر حالت رہی کہ دو آدمیوں کے سہارے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اس وقت تک اسی طرح پڑھی کہ دو تین آدمیوں نے بمشکل اٹھایا اور دونوں جانبوں سے کمر میں ہاتھ ڈال کر لیکر کھڑے ہو گئے اور قیام و رکوع و سجود انھیں کے سہارے سے نماز ادا کی۔ ہر چند خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نماز ادا کر لیجئے۔ مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا۔ ایک روز مولوی محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس وقت بھی جائز نہیں تو پھر وہ کون سا وقت اور کونسی حالت ہوگی جس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قادر بقدرۃ الغیر تو قادر ہوتا ہے۔ اور جب میرے دوست ایسے ہیں کہ مجھ کو اٹھا کر نماز پڑھاتے ہیں تو میں کیوں کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہوں۔ آخر جب نوبت ضعف اس قدر پہنچ گئی کہ دوسروں کے سہارے بھی کھڑے ہونے کی قدرت نہ رہی اس وقت چند وقت کی نمازیں آپ نے بیٹھ کر پڑھیں۔ گویا بتلا دیا کہ اتباع شرع اس کو کہتے ہیں۔ تقویٰ اس کا نام ہے۔ اختیار احوط اسی طرح ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ ۲۴۲)

دوسرا واقعہ قطب الاقطاب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک اور واقعہ حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اطال اللہ بقائہٗ کے واسطہ سے نقل فرمایا ہے۔

مفتی محمود حسن صاحب نے بروایت اپنے والد صاحب حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ نزول آب کے بعد حضرت سے آنکھ بنوانے کیلئے عرض کیا گیا تو آپ نے انکار فرمایا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا۔ فجر اول وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں۔ البتہ چند روز تک سجدہ زمین پر نہ فرما دیں۔ اونچا تکیہ رکھ کر اس پر کر لیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ چند دن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہیں ایک سجدہ بھی اس طرح گوارہ نہیں۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت درس حدیث دیتے تھے۔ اب یہ فیض بند ہو گیا۔ آنکھ بنوانے سے پھر یہ فیض جاری ہو جائے گا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اس میں میرے کسی عمل کو کیا دخل ہے۔ جب تک قدرت نے چاہا جاری رہا جب چاہا بند ہو گیا۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس حرج کیا ہے۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت ہے۔ مجھ کو یہ نعمت ملی ہے۔ میں اس کو کیوں ضائع کروں۔ چنانچہ اخیر تک آنکھ نہ بنوائی۔

(آپ بیتی ۲ ص ۷۱۲)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے عمل بعزیمت کا واقعہ

سیدی و مولائی حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اطال اللہ بقائہ، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے واسطہ سے ہی حضرت اقدس الحاج مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کا واقعہ "آپ بیتی" میں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

مفتی محمود حسن صاحب نے ایک اور واقعہ بروایت مولوی

منفعت صاحب وکیل۔ بیان کیا کہ سخت تپش گرمی اور لو کا زمانہ تھا۔ رمضان مبارک کا مہینہ تھا حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی طبیعت ناساز پہلے ہی تھی پیچش کی شدید تکلیف تھی حضرت نے کئی روز تک ذرا سے افطار پہ قناعت کی کوئی غذا نہیں کھائی۔ جمعہ کا دن آیا۔ مولوی عبد اللہ جان وکیل بھی مدرسہ جمعہ پڑھنے کیلئے آئے انہوں نے دیکھا کہ چہرہ نہایت پژمردہ ہے اور ضعف و نقاہت کے آثار نمایاں ہیں وہ تو یہ حالت دیکھ کر ستون کے پیچھے ہو کر رونے لگے۔ مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب (ناظم مدرسہ مظاہر العلوم) نے عرض کیا کہ حضرت کا کئی روز سے فاقہ ہے۔ تکلیف زیادہ ہے روزہ قضا فرما دیتے۔ آخر فقہا نے رخصت لکھی ہی ہے اور مولوی عبد اللہ جان تو رو رہے ہیں۔ حضرت قدس سرہ کا چہرہ فوراً متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیسی بات کہتے ہیں۔ ایسے روزہ اور پھر رمضان کا روزہ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں کہ مولوی عبد اللہ جان جیسا کوہ وقار انسان بھی متأثر ہو جائے۔ ح

انہیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی (آپ بیتی ص ۶ ص ۱۵۷)

حضرت اقدس شیخ المشائخ حضرت سہارنپوری اطال اللہ بقائہ کی ذات گرامی دوسرے اوصاف عالیہ کے مثل عمل بر عزیمت میں بھی ان دونوں بزرگوں کا نمونہ ہے اور عمل بر عزیمت حضرت شیخ مدظلہ کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہے۔
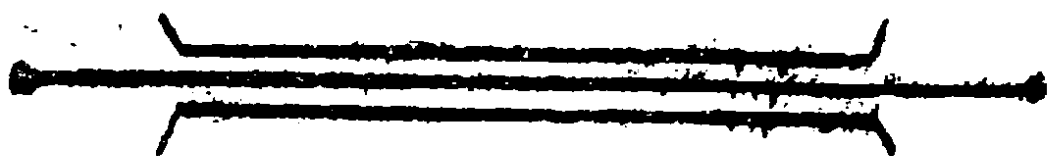
عمل برخصت کی وجہ

گاہ رخصت را پسندد در عمل بہر خدا
تا گمان حرمتش را دفع سازد از میاں

ترجمہ: کبھی خدا کے لئے رخصت پر عمل کرنے کو اختیار فرماتے ہیں۔ تاکہ اس کی حرمت کے گمان کو دفع فرما دیں اور تاکہ اس حدیث پاک کے مقتضا پر عمل ہو جائے۔

تشریح: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ. اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصَتُہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَائِمُہٗ (الطریقۃ المحمدیۃ ص۱۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کئے جانے کو ایسا ہی پسند کرتا ہے۔ جیسا اپنی عزیمتوں پر عمل کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصُہٗ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ تُؤْتٰی مَعْصِیَتُہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ خُزَیْمَۃَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُتْرَکَ مَعْصِیَتُہٗ (حوالہ بالا)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کئے جانے کو ایسا ہی پسند

کرتا ہے جیسا کہ اپنی نافرمانی کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے، اور خزیمہ کی روایت یں ہے، جیسا کہ اپنی نافرمانی ترک کئے جانے کو پسند کرتا ہے "۔

اور حضرت ابو درداء اور واثلہ بن اسقع اور ابو امامہ اور انس رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے ۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم قال۔
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ تُقْبَلَ رُخْصَتُہٗ کَمَا یُحِبُّ الْعَبْدُ مَغْفِرَۃَ رَبِّہٖ (حوالہ بالا)

"کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رخصتوں کے قبول کئے جانے کو ایسا ہی پسند کرتا ہے جیسا بندہ اپنے رب کی مغفرت کو پسند کرتا ہے"

نورِ عینین

آں سراپا رشد و ہمت نائبِ خیر الوریٰ
نورِ عینین شہ رشید و شہ خلیل سروراں

ترجمہ: آپ سراپا رشد و خلّتِ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔ شاہ رشید احمد و شاہ خلیل احمد سرداروں کی آنکھ کا نور ہیں۔

تشریح: خیر الوریٰ (مخلوق میں سب سے بہتر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہونا ظاہر ہے حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلٰکِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۰)

"بے شک علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا اور لیکن علم کا وارث بنایا پس جس نے اسکو لیا اس نے بڑا حصہ لیا (یعنی بڑی قیمتی چیز حاصل کی)۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی مختصر سوانح

شہ رشید اس سے اشارہ قطب زمانہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ محدث گنگوہی کی طرف ہے جو سہارنپور کے انصاری خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔

خاندان جن کا دادھیال اور ننھیال دونوں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتے ہیں حضرت محدث گنگوہیؒ کے اسلاف در اصل قصبہ رامپور ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے آپ کے دادا حاجی پیر بخش دلیری، شجاعت، جرأت و ہمت کے پیکر تھے۔ اور کئی قصبوں میں اپنے ان اوصاف کی بنا پر مشہور تھے وہ کسی موقع پر گنگوہ منتقل ہوئے اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کرلی۔

جناب پیر بخش کے صاحبزادہ مولانا ہدایت احمد تھے۔ جو اپنے زمانہ میں اہل فضل و کمال میں شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی کے خلیفہ اور مجاز تھے۔ انہوں نے ۱۲۵۲ھ میں ۳۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ان ہی کے صاحبزادے تھے۔

ولادت آپ کی ولادت ۱۲۴۴ھ میں ہوئی سات سال کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔

طلب علم اور اساتذہ کچھ عرصہ کے بعد دہلی جا کر استاد العلماء حضرت مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور مفتی صدر الدین آزردہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا اور گنگوہ میں درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکی سے اجازت و خلافت حاصل کر کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ حضرت مولانا سید عبد الحی صاحب "نزہۃ الخواطر" میں لکھتے ہیں:

أَحَدُ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ
وَالْفُضَلَاءِ الْمُدَقِّقِيْنَ
لَمْ يَكُنْ مِثْلُهُ فِيْ زَمَانِهِ
فِي الصِّدْقِ وَالْعَفَافِ
وَالتَّوَكُّلِ وَالْفِقْهِ وَالشَّهَامَةِ
وَالْإِقْدَامِ فِي الْمَخَاطِرِ
وَالصَّلَابَةِ فِي الدِّيْنِ
وَالشِّدَّةِ فِي الْمَذْهَبِ
وَكَانَ آيَةً بَاهِرَةً وَ
نِعْمَةً ظَاهِرَةً فِي التَّقْوٰى
وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ النَّبَوِيَّةِ
وَالْعَمَلِ بِالْعَزِيْمَةِ
وَالْاِسْتِقَامَةِ عَلَى الشَّرِيْعَةِ

وہ علم و تحقیق کے ماہر علماء میں تھے
اور ایسے فضلاء میں تھے کہ جن کو بحث
و تحقیق کا ذوق تھا۔ ان جیسا عالم
جو صدق و پاکبازی توکل اور فہم
دین بلند کردار اور خطرہ کی پرواہ
نہ کرنے والا، دین میں پختگی کا ثبوت
دینے والا اور مسلک میں مضبوط ہو
کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ وہ
ایک روشن نشانی تھے اور اللہ تعالیٰ
کا کھلا ہوا انعام تھے۔ تقویٰ ہو یا
اتباع سنت، عزیمت پر عمل ہو یا
شریعت پر استقامت، ترک
بدعات ہو یا ان کا مقابلہ

وَرَفْضِ الْبِدَعِ وَالْمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ وَمُحَارَبَتِهَا بِكُلِّ طَرِيْقٍ وَالْحِرْصِ عَلَى نَشْرِ السُّنَّةِ وَإِعْلَاءِ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ وَالصَّدْعِ بِالْحَقِّ وَبَيَانِ حُكْمِ الشَّرْعِيِّ إِنْتَهَتْ إِلَيْهِ الْإِمَامَةُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَرِيَاسَةِ تَرْبِيَةِ الْمُرِيْدِيْنَ وَتَزْكِيَةِ النُّفُوْسِ وَالدُّعَاءِ إِلَى اللّٰهِ وَإِحْيَاءِ السُّنَّةِ وَإِمَاتَةِ الْبِدَعِ۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۱۵۰، ۱۵۱)

سنت کی نشر و اشاعت کی کوشش ہو اور شعائر اسلا کی بلندی کی فکر حق کا اعلان ہو یا حکم شرعی کی وضاحت۔ ان کی ذات وہ ذات تھی کہ جن میں ہر علم و عمل، قیادت امامت اور مریدین اور سالکین کی تربیت کا آخری مرتبہ نظر آتا ہے۔ ان میں دعوت الی اللہ اور احیاء سنت اور محو بدعت بدرجہ اتم موجود تھی۔

مولانا سید عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۲ھ کو علمی مراکز کے دورہ میں جب کہ ان کی عمر چھبیس ۲۶ سال کی تھی حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے جو دیکھا اور حضرت کی شخصیت سے جتنا متأثر ہوئے انہیں کے الفاظ میں پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب بقیۃ السلف ہیں ان کا وجود مغتنمات میں سے ہے۔ اس تورع و استقامت کا دوسرا شخص ان کے سوا، اس زمانۂ عالم آشوب میں نظر نہیں آتا۔ علم الٰہی میں جو کوئی ہو اس کی خبر نہیں۔ مولوی صاحب کے اوصاف میں سب سے بڑا وصف تورّع ہے جو تمام اوصاف کو شامل ہے۔ کف لسان اور صدق گفتار

میں مولوی صاحب ضرب المثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے میں اس روسیاہ کے حال پر رحم فرمائے اس کے دل کی تاریکی دور ہو اور کسی قدر چاشنی احسان کی عطا فرمائی جائے یہ

الٰہی[1] عبدک العاصی اتاک مقرا بالذنوب قد دعاک
ربنا ظلمنا انفسنا[2] وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ۵

شاہا[3] زکرم برمن درویش نگر بر حال من خستہ و دل ریش نگر
ہرچند نیم لائق بخشائش تو بر من منگر بر کرم خویش نگر

حضرت گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

امام العارفین قدوۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ و برّد اللہ مضجعہٗ کے یہ الفاظ جو انہوں نے اپنے مریدین و متعلقین اور عقیدت مندوں کو بطور نصیحت "ضیاء القلوب" میں تحریر فرمائے ہیں ملاحظہ ہو۔

ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ راکہ جامع جمیع کمالات، علوم ظاہری و باطنی اند بجای من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد

---

[1] الٰہی تیرا نافرمان بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوا تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے۔ اور اس نے تجھے پکارا ہے ۱۲ [2] اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔ ۱۲ بیان القرآن [3] اے بادشاہ مجھ فقیر و محتاج پر نظر کرم فرما مجھ خستہ و زخمی دل کی حالت زار پر نظر فرما۔ ہرچند کہ میں تیری بخشش کے لائق نہیں ہوں۔ مگر مجھے مت دیکھ اپنے کرم پر نظر فرما۔ ۱۲

کہ او شاں بجائے من ومن بمقام او شاں شدم وصحبت او شاں را غنیمت دانند کہ این چنیں کساں دریں زمان نایاب اند واز خدمت بابرکت ایشاں فیضیاب بودہ باشند وطریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمایند ان شاء اللہ بے بہرہ نخواہند ماند اللہ تعالیٰ در عمر ایشاں برکت دہاد واز تمامی نعمائے عرفانی وکمالات قربت خود مشرف گرداناد وبمراتب عالیات رساناد واز نور ہدایت شاں عالم را منور گرداناد وتا قیامت فیض او شاں جاری داراد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد الخ۔ (ضیاء القلوب ص ۷۶)

"جو شخص اس فقیر سے محبت وعقیدت وارادت رکھتا ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ ومولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ کو جو تمام علوم ظاہری وباطنی کمالات کے جامع ہیں۔ مجھ فقیر کے قائم مقام بلکہ مجھ سے بہت درجے اوپر سمجھیں اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس ہو گیا۔ کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں (کہ وہ مجھ سے بیعت ہو گئے) اور ان کی صحبت کو غنیمت جانیں کہ ایسے حضرات اس زمانہ میں نایاب ہیں۔ اور ان کی بابرکت خدمت سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ اور طریق سلوک جو اس رسالہ میں لکھا گیا ہے۔ ان کی زیر نگرانی حاصل کریں۔ ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دیوے۔ اور اپنی تمام عرفانی نعمتوں اور کمالات قربت سے مشرف فرماوے۔ اور مراتب عالیہ تک پہنچاوے۔ اور ان کے نور ہدایت سے عالم کو منور بنادے اور قیامت تک ان کے فیض کو جاری فرماوے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برزگ آل کے صدقے میں (آمین) ۱۱۴

اور فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور اہل اللہ کی صحبت وخدمت اختیار کریں خصوصاً عزیزی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے وجود با برکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سمجھ کر اُن سے فیوض و برکات حاصل کریں۔ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں (فیصلہ ہفت مسئلہ صٓ۱۲)

ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں۔

مگر تعلق قلبی وہمت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔ (حوالہ بالا صٓ۱)

ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شئی اس کو ہلا نہیں سکتی ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ صٓ۲)

اور مکاتیب مبارکہ کے شروع میں۔

منبع علوم و شریعت و طریقت محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ جامع فضل و کمال، عارف باللہ، سراپا خیر و برکت، جامع شریعت و طریقت، جیسے القاب وخطابات کثرت سے موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو مکاتیب رشیدیہ

ایک مکتوب والا میں یہ شعر بھی موجود ہے

سلام[1] علیکم، چو در خاطری گرز چشم دوری بدل حاضری

(مکاتیب رشیدیہ صٓ۱۴)

---

[1] آپ پر سلامتی ہو جب آپ میرے دل میں ہیں، اگرچہ آپ آنکھ سے دور ہیں مگر دل میں حاضر ہیں ۱۲ ف

ایک مکتوب مبارک یں تحریر فرمایا۔

مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ نے نہیں لکھا گیا جیسا اتفاق ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعۂ نجات و وسیلۂ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی و ادبار ہے بغاوت کرنا چہ معنی۔ فقیر تو تم علماء صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلۂ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلا دے و ما ہے: وہ شخص مذہب ہے جو تم مقتدیں و مقتداء کے زمان سے کچھ دل میں کینہ یا سوء ظن یا بد عقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔

فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و افعال و اقوال کو منبع حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے۔ اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے۔ الخ

(تذکرۃ الرشید دوسرا حصہ صفحہ ۱۸۲، صفحہ ۱۸۷)

ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ:

میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں۔ میرا رشید تو درجۂ ملکوتیت پر پہنچ لیا تھا۔ اگر حق تعالیٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خدا تعالیٰ کو ایک بڑا کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا ہے۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ ۵۷)

غرض کہ بیشمار خلق خدا کو صحیح انسانیت کا سبق پڑھا کر اور لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو زندہ، دماغوں کو صیقل اور اخلاق کو آراستہ کر کے۔ لاکھوں بندگان خدا کو خدا کا راستہ دکھا کر ہزاروں سالکان طریق کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ سے ملا کر اور سیکڑوں نجوم ہدایت کو روشن و منور بنا کر اور بہت سوں کے سینوں کو اسرار و معارف سے بھر کر اور کسی کو علم و عرفان کے دریا کے دریا پلا کر رشد و ہدایت کا آفتاب و مہتاب بنا کر ۱۳۲۳ھ میں وہ قطب الاقطاب اپنی عمر کے اٹھہتر سال سات ماہ تین یوم پورے کر کے ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ بروز جمعہ بعد آذان جمعہ رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مختصر سوانح حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ

شہ خلیل اس سے اشارہ جامع کمالات علوم ظاہری و باطنی حضرت اقدس الحاج مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برّد اللہ مضجعہٗ کی ذات بابرکت کی طرف ہے۔

ایوّبی خاندان علامہ موصوف بہ والد ماجد کی طرف سے انصاری ایوّبی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے صدیقی تھے آپ کا پدری سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ پر منتہی ہوتا ہے۔ جن کا نسبی تعلق قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی النجار سے تھا۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ جدِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب ابن ہاشم کی والدہ اسی شاخ سے تعلق رکھتی تھیں اور جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں رحمت عالم محبوب کبریا حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اور سات

پہنچتے تک ان کا گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک قیامگاہ بنا رہا ہے۔

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر و برکت عطا فرمائی کہ مسلسل اولیاء اللہ اور اہل فضل و کمال گذرتے رہے ہیں۔

خاندان کی بعض مشہور شخصیتیں

غازی ابو منصور بن ابی ایوب انصاری کی چھٹی پشت میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت کے مالک گذرے ہیں جنھوں نے علم و عمل، معرفت و سلوک، زہد و تقویٰ اور توحید و سنت کی مشعلیں روشن کیں اور ہزاروں بندگان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے، وہ مدتوں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے، ہمعصر علماء اور مشائخ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ جرأت و بیباکی، اظہار حق، استغناء و قناعت پر متفق تھے۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری کے اخلاف مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے عرب و عجم کے ممالک میں سکونت اختیار کی اور سیف و قلم، تلقین و ارشاد سے خلق خدا کی خدمت کی۔

خواجہ جمال الدین جو شیخ الاسلام کے پر پوتے تھے۔ ہندوستان تشریف لائے ان کی اولاد میں مخدوم بدر الدین نے دہلی کو اپنا وطن بنایا اور قطب مینار کے قریب مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا۔

علماء فرنگی محل (لکھنؤ) بھی اسی خانوادۂ ایوبی سے تعلق رکھتے

ہیں، اور شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ ہروی کے اخلاف میں ہیں ان کے مورث اعلیٰ جو سب سے پہلے سہالی ضلع بارہ بنکی (یو، پی) میں منتقل ہوئے وہ ملا نظام الدین بن علاء الدین ہیں انہیں کی اولاد میں ملا قطب الدین شہید سہالوی گذرے ہیں۔ ملا قطب الدین سہالی میں پیدا ہوئے اور زندگی بھر درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا ۱۱۰۵ھ میں شہید ہوئے، ان کی شہادت کے بعد ان کے فرزند رشید ملا نظام الدین چودہ [۱۴] پندرہ [۱۵] برس کی عمر میں اپنے گھر کے لٹے پٹے قافلے کو لیکر لکھنو پہنچے اور فرنگی محل میں قیام کیا۔ یہ ملا نظام الدین وہ ہیں جن کو علمی دنیا بانی درس نظامی استاد الہند ملا نظام الدین محمد محل فرنگی کے نام کیساتھ عقیدت و احترام سے یاد کرتی ہے، اور انہیں کا درس نظامی ہمارے اطراف کے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

ملا نظام الدین کے اخلاف میں مسلسل ایسے اہل علم اور اصحاب قلم حضرات گذرے ہیں جن سے ہندوستان کیا عرب ممالک کے اصحاب فضل و کمال نے بھی استفادہ کیا، اور آج بھی ان حضرات کی تصانیف سے اہل علم مستغنی نہیں ہیں۔

ملا نظام الدین کے بلند پایہ صاحبزادے اور خلف الرشید ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم کا نام لیناہی کافی ہے۔ آخر میں اس خاندان کے چشم و چراغ، فخر المتاخرین عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ تھے جن کی تصانیف کی تعداد ایکسو دس [۱۱۰] ہے۔ جن میں سے چھیاسی [۸۶] کتابیں عربی میں ہیں۔

مولانا عبدالحی فرنگی کے علاوہ مولانا عبدالحق، مولانا انوار الحق مولانا عبدالوالی، مولانا عبدالرزاق، مولانا اظہار الحق، ملا حسن، ملا مبین، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد یوسف، مولانا ولی اللہ، مولانا جمال الدین

مولانا محمد نعیم، مولانا عبد الباری، مولانا عبد الوہاب ابن مولانا عبد الرزاق کے صاحبزادہ تھے (جو مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے بانی ہیں) انجمن خدام الکعبہ اور جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد رکھی غرضکہ اس مبارک خاندان میں برابر علماء اہل فتاوی، اصحاب درس اور اہل قلم پیدا ہوتے رہے ہیں، اسی خاندان وادے کے چشم وچراغ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ برد اللہ مضجعہ تھے۔ جیسا کہ اوپر گذرا اور مولانا انصار علی جنھوں نے پورے خاندان میں علم و فضل میں امتیاز حاصل کیا اسی خاندان سے تھے۔

شاہ ابو المعالی (جو نسلاً حسنی سید تھے خاندان چشتیہ کے ایک نامور شیخ تھے) کے پوتے شاہ نظام الدین کی صاحبزادی سے شیخ غلام محمد ایوبی کی شادی ہو کر اس ایوبی خانوادے کو خاندان سیادت سے تعلق کا شرف حاصل ہوا جو کوئی معمولی شرف نہیں

نانیہالی سلسلہ اور اس کی مشہور و ممتاز شخصیتیں

عمدۃ المحققین فخر المحدثین علامہ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا ننھیالی خاندان قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور کا مشہور و ممتاز صدیقی خاندان تھا۔ جس کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اس خاندان کے مورث شیخ محمد ہاشم صدیقی نے قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور کو اپنا وطن بنایا۔ صدیقیوں کا یہ خانوادہ جو نانوتہ میں قیام پذیر ہوا درحقیقت علمی اور دینی شخصیتوں کا خانوادہ تھا، آخند دو رتنیں استاذ العلماء مولانا مملوک العلی صاحب جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے حقیقی نانا تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحب جو آپ کے حقیقی ماموں تھے

نیز مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اسی خانوادۂ صدیقی کے چشم و چراغ تھے ان میں کا ہر ایک میدان علم و عمل کا شہسوار اور کاروان فضل و کمال کا امیر تھا۔ گویا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا پورا ننھیال علم و عمل کا کہکشاں اور سلوک و معرفت کا بحر رواں تھا۔ ان میں سے کوئی مدرسہ دارالعلوم کا بانی بنا اور کوئی مدرسہ مظاہر العلوم کا۔ ہر ایک نے مسند علم وارشاد بچھائی اور بزم معرفت و سلوک سجائی۔ اس خاندان کے بزرگوں نے علمی و دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی آزادی اور راہ حق میں ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ ان دونوں خاندان کی تفصیل کے لئے تو بڑی تصنیف کی ضرورت ہے صرف یہ کہکر ختم کرتا ہوں ؎

ایں سلسلہ طلائے ناب است

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اس ایوبی و صدیقی دونوں خاندان کے چشم و چراغ بقیۃ السلف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تھے۔ اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنی ننھیال قصبہ نانوتہ ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک العلی صاحب (جو فلک علم کے نیرین امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور قاسم الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد مظہر صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جیسی مقدس و مشہور ہستیوں کے استاد تھے) نے پانچ سال کی عمر میں بسم اللہ پڑھائی۔ اس کے بعد اپنے زمانہ کے ارباب فضل و کمال

مولانا انصار علی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند - مولانا سعادت علی صاحب فقیہہ سہارنپوری - مولانا سخاوت علی صاحب مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مولانا سعادت حسین بہاری، مولانا فیض الحسن صاحب سے علم حاصل کیا اور ان کے علاوہ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب بڈھانوی (جو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ داماد بھی تھے) اور شیخ المشائخ مولانا الشیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ اور محدث دار الہجرت استاد الکل حضرت مولانا الشاہ عبد الغنی المہاجر المجددی النقشبندی، اور علامہ الشیخ اسمٰعیل الرومیؒ اور حضرت مولانا سید احمد البرزنجی مفتی الشافعیہ بلدۃ الرسول اور شیخ بدر الدین محدث دمشق سے سند حدیث حاصل کی۔

بیعت کی ابتداء

اور قطب عالم قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے بیعت ہوئے درخواست بیعت پر حضرت محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے بغرض امتحان طلب صادق فرمایا۔

> کہ میاں تم پیرزادہ ہو خود پیر ہو تمہیں کسی سے مرید ہونے کی کیا ضرورت، مگر اللہ رے خلیل کی قابلیت کہ یہ سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور عرض کیا۔

> کہ حضرت کیسی پیرزادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں، بیعت کا حاجتمند ہی نہیں بلکہ سرتاپا احتیاج ہوں، چھاتی سے لگائیے یا دھکے دیجئے۔ میں تو حضرت کا غلام بن چکا ہ

یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے تھے اور حضرت قدس سرہٗ کے چہرے پر انبساط کی لہر دوڑ رہی تھی کہ حضرت نے فرمایا، بس، بس

بہت اچھا اور اس کے بعد فوراً بیعت کر لیا۔ ؎

طلب گار باید صبور و حمول
کہ نشنیدہ ام کیمیاگر ملول

غلام نوازانہ آقا کی محبانہ کشش نے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہی آپ کو محبوب بنا لیا اور آپ یہ عہد کئے ہوئے گنگوہ سے رخصت ہوئے کہ حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا یا آئندہ فرمائیں گے اس پر مر مٹوں گا اور جان کھپا دوں گا کہ طلب کا منتہیٰ یہی ہے ؎

بحرے است بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
آنجا جز ایں کہ جان بسپارند چارہ نیست

اور اس کو حقیقت بنا کر دکھلا دیا اور بالکل اس شعر کا مصداق ہو گئے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اور اپنے شیخ و مرشد سے نسبت خاصہ تامہ حاصل ہو گئی۔ جس کو فنائیت تامہ، اعتماد کامل اور آخری درجہ میں فنائیت فی الشیخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں

اسی کا نتیجہ تھا کہ آپکو اپنے شیخ کی جامعیت و ہمہ رنگی کا، بلکہ ایک درجہ میں محبوبیت کا شرف ملا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت محدث گنگوہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔

"میاں جو میں وہی خلیل احمد"

اور یہ شروع میں بھی گذر چکا کہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے۔ نہ مطلبانہ۔
مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَح (مکاتیب رشیدیہ)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا۔

تم کو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں (ایضاً)

ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا۔

پس یہ نسبت (یادداشت واحسان) کرشمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پہ ہزار فخر وناز یہ بندۂ ناساز کرکے اپنا وسیلہ قرار دئے مطمئن بیٹھا ہے۔ (ایضاً)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی جانب سے اجازت و خلافت

حتیٰ کہ ۱۲۹۷ھ میں جب آپ دوسرے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حضرت امام ربانی نے مرشد العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کہ۔

مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوتے ہیں حضرت انکی حالت پر مطلع ہوکر مسرور ہوں گے۔

چنانچہ جب آپ حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت آپ کی باطنی کیفیت کا مشاہدہ فرماکر نہایت خوش ہوئے اور جب آپ رخصت ہونے لگے تو چھاتی سے لگایا اور اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھدی۔ امام ربانی کے نام مبارکباد کا خط اور حضرت کے نام خلافت نامہ مزین بمہر آپ کے حوالہ فرماکر رخصت کیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا کمال ادب

حضرت نے اس شاہی عطیہ کو ایک خاص احترام کے ساتھ قبول کیا اور وہ دستار مبارک اسی بندش پر جو اعلیٰ حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سوئی سے سی لیا کہ اس سے بل جدا نہ ہونے پائیں۔

جب گنگوہ حاضر ہوئے تو دونوں عطیے امام ربانی کے سامنے رکھدیئے حضرت نے فرمایا "مبارک ہو" یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے، آپ نے عرض کیا کہ بندہ تو اس لائق نہیں، یہ حضور کی بندہ نوازی ہے، اور میرے لئے تو وہی مبارک ہے جو حضرت کی طرف سے عطا ہو، حضرت امام ربانی آپ کے اس حسن ادب سے بہت خوش ہوئے اور خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالہ کیا۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

"تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے"

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری کی نظر میں

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری جیسے مبصر اور شیخ کامل نے اپنے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائپوری (قدس سرہٗ) کو وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ۔

سیاسیات میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو حضرت شیخ الہند

کی طرف کی جائے مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی طرف،
میں نے حضرت کو اس لائن میں بہت اونچا پایا ہے۔
(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ)

ان شہادتوں سے ناظرین کسی قدر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کیا تھے اور آج تو جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کا چراغ روشن ہے اور سلوک و تصوف کی جو کچھ رونق اور گرم بازاری نظر آتی ہے وہ دراصل آپ ہی کا فیض ہے۔ آپ کے دو چیدہ اور برگزیدہ خلفاء کی مختلف الجہت کوششوں اور مقبولیت کا نتیجہ ہے۔

میری مراد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب طال اللہ بقائہٗ سے ہے۔ اول الذکر نے اپنی عہد آفریں اور عالمگیر دعوتی اور تبلیغی تحریک و جدوجہد سے جو مراکش سے لیکر انڈونیشیا تک اور ایشیا و افریقہ سے لیکر یورپ و امریکہ تک پہنچ چکی ہے، اور آخر الذکر نے اپنی تصنیفات، درس حدیث اور بیعت و ارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام کئے ہیں کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جا سکتی۔ (مقدمہ حیات خلیل)

مولانا خلیل احمد صاحب تو "نور ہی نور ہیں" | اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

م ۱۳۱۷ھ کے ایک خلیفہ و مجاز جو صاحب جذب اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ان کا واقعہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے واسطے سے پہلے گذر چکا کہ۔

جس وقت حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحبؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کیلئے چلے تو مولانا محب الدین صاحبؒ کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کے نشست کی تھی مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آگیا یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرتؒ سعی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ مولانا محب الدین صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تو ''نور ہی نور ہیں'' ان میں نور کے سوا کچھ نہیں، پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحبؒ کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ قطب الارشاد تھے، مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھکر سمجھ لیا کہ وہ واقعی قطب الارشاد تھے۔ جو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔ (حیات خلیل صہ ۲۳۶)

مراقبہ کے وقت انوار کی بارش کی کثرت حضرت مولانا محب الدین صاحبؒ کی شہادت

حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اطال اللہ بقائہ نے یہ بھی سنایا۔

کہ حضرت مولانا محب الدین صاحب قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مولانا خلیل احمد صاحب کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر

مراقب ہو کر بیٹھتے ہیں تو انوار کی اس قدر بارش ہوتی ہے کہ میں دوپہر کے وقت سورج کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں مگر اس وقت مولانا کے چہرہ کی طرف نظر نہیں کر سکتا۔

غرض کہ اپنی عمر کے ستتر سال ڈیڑھ ماہ پورے کر کے سراپا تسلیم و رضا، نورِ مجسم، آفتابِ علم و عمل ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ یوم چہارشنبہ کو اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ سے جا ملا اور دیرینہ تمنا و آرزو پوری ہوئی جو صدہا مرتبہ آپ کی زبان اور قلم سے نکلی تھی کہ کاش میری مٹی بقیع کی خاک پاک میں مل جائے الحمد للہ پوری ہوگئی اور قبہ اہل بیت کے متصل، عشاء سے قبل تدفین عمل میں آئی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الخلیل "حیات خلیل"۔

ان دونوں حضرات کی حضرت شیخ زیدمجدہٗ سے شفقت و محبت کا ذکر قدرے شروع کتاب میں ہو چکا ہے اور تفصیل کے لئے آپ بیتی نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

شہ حسین احمد، شہ الیاس، شہ عبدالرحیم
جا بہائے عشق داد ند ش بجوش ساقیاں

ترجمہ: شہ حسین احمد، شہ الیاس، شہ عبدالرحیم نے حضرت زیدمجدہ کو جا بہائے عشق ساقیوں کے جوش کے ساتھ دیئے ہیں

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی مختصر سوانح

تشریح "شہ حسین احمد" اس سے مراد علم و عمل شریعت و طریقت کے مجمع البحرین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کی ذات گرامی ہے۔

ولادت ۱۲۴۶ھ ماہ شوال کی انیسویں تاریخ کی شب میں کیا اور دوشنبہ کے دن گذر جانے کے بعد یعنی شب سہ شنبہ میں مقام بانگرمئو ضلع اناؤ (جہاں حضرت کے والد صاحب بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے) میں پیدائش ہوئی آبائی وطن قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔

خاندان اس خاندان سادات حسینی قصبہ ٹانڈہ کے مورث اعلیٰ شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شاہ داؤد چشتی قلندر چشتی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے) ہیں جو الہداد پور قصبہ ٹانڈہ میں پہلے اقامت گزیں ہوئے، اس زمانہ میں قوم رجبہر کا ٹانڈہ کے گرد و نواح میں تمام دیہات وغیرہ پر قبضہ اور تصرف تھا۔ اور وہ مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ حضرت شاہ نور الحق صاحب مرحوم نے پہنچ کر ان کو دعوت اسلام دی۔ مگر وہ لوگ اور راجہ مقابلہ پر آئے۔ آپ نے بزور کرامت ان کو زک دی۔ انکا راجہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا آپ نے وہیں اقامت فرمائی اور اس موضع کا نام الہداد پور رکھا، جس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے، قلعہ کے آثار اب تک موجود ہیں، شمالی دیوار اور مشرقی برجوں کے باقی ماندہ پتھر وغیرہ باقی ہیں اسی قلعہ میں آپ کے اور تمام اولاد کے مزار اب تک بنتے چلے آئے ہیں۔

حضرت مخدوم سید نور الحق ٹانڈوی قدس اللہ سرہٗ العزیز حضرت سید احمد توختہ تمثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم (قدس سرہٗ) کی اولاد سے تھے۔ اور وہ سید محمد مدنی المعروف بہ سیدنا محمد ترمذی کی اولاد سے تھے اور وہ حضرت سید حسین اصغر بن حضرت امام علی زین العابدین ابن شہید کربلا حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہم السلام کی اولاد سے تھے،

یہ متفق علیہ نسّابیں ہے (عمدۃ الطالب، منبع الانساب، کنز الانساب)
حضرت سید احمد توختہ (تمثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے کوئی
اوپر کے اجداد سے حضرت سلطان الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ
کے خلیفہ تھے ان کو حضرت نے دعا دی تھی کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ
ہوں گے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔ (چنانچہ ان کی نسل میں بکثرت
اولیاء کرام گذرے ہیں)۔

شیخ الاسلام کے والد سید حبیب اللہ صاحب

ولادت حضرت شیخ الاسلام زید مجدہ کے والد بزرگوار حضرت
سید حبیب اللہ ہیں جو "الہداد پور" ہی میں ۵۷ھ سے
چار پانچ سال قبل پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے تعلق حالات کی ناسازگاری کیوجہ سے
علوم عربیہ کی تکمیل نہ کر سکے۔
حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب
قدس اللہ سرہٗ سے بیعت ہوئے
اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ذکر و فکر و مراقبہ میں جدوجہد کی اور
بڑے درجہ تک اس میں کامیاب ہوئے کشف ان کا بہت قوی
اور زیادہ تھا متعدد مکاشفات ان کے صحیح ثابت ہوئے۔
حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے کمال عشق
تھا اور گویا فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل تھا۔ خود حضرت مولانا فضل الرحمٰن
قدس سرہ کو ان سے بڑا تعلق خاطر تھا۔ ایک روز بھرے مجمع
میں فرمایا۔

مدرس (حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب) تو سید اور

پیرزادے ہیں ان کے مورث اعلیٰ شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ
بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ رات میرے پاس وہ آئے
تھے اور مجھے کہتے تھے کہ میرے بیٹے طیب اللہ کا خیال رکھو۔ بھئی
یہ تو بڑے پیرزادے ہیں۔

اس کے بعد سے مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ کی نظر التفات
ان پر اور زیادہ ہو گئی اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ
نے زندگی میں ظاہراً گو خلافت و اجازت نہیں دی۔ مگر بعد از وفات
خواب میں اجازت مرحمت فرمائی جس کی وجہ سے ٹانڈہ میں انہوں نے
دو شخصوں کو بیعت بھی کیا تھا۔

حضرت مولانا گنج مراد آبادی قدس سرہ کی وفات کے بعد فراق مرشد
میں بڑے مغموم و بے چین رہتے تھے، اور ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ
عزم مصمم کر لیا کہ اب ہندوستان نہیں رہنا۔ اور عشق محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم کی آگ بھڑک اٹھی ہر دم ہی پیچ و تاب رہنے لگا اور یہ دھن پیدا
ہو گئی کہ تمام گھرانہ کو لیکر مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) ہی
چلنا چاہیئے دوستوں رشتہ داروں نے سمجھایا مگر ؎

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہاں تک ان کا جوش اور عشق بڑھا کہ زمانہ سفر حجاز میں
جب کہ گورنمنٹ کی طرف سے سختیاں بہت ہو رہی تھیں۔ الہ آباد
کے قرنطینہ کی سختیاں دکھلا کر ایک صاحب نے کہا کہ اس سال ارادہ
نہ کیجئے۔ تو فرمانے لگے کہ اگر مجھکو یہ کہا جائے کہ تم کو توپ کے منہ پر
باندھکر گولا چلائیں گے۔ اور تو مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو میں اسکے
لئے بھی تیار ہوں۔ غرضکہ جائداد وغیرہ فروخت کر کے مدینہ منورہ

کا سفر کیا اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کی بڑی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر سب کو برداشت کیا۔

فراق مرشد میں اشعار کا نمونہ

فراق مرشد میں متعدد قصائد لکھے جن سے ان کے کمال عشق و فنائیت کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ایں جمال و حسن عالم سوز تو　　ایں رخ پر نور دل افروز تو
کرده بسمل صد ہزاراں جبرئیل　　ناوک مژگاں سینہ دوز تو

دیگر

جان و دل را می بر دیک آن تو　　ایں چہ حسن است اے عجائب شان تو
سوخت از درد حبیب عجب　　اے بسا جبرئیل شد قربان تو

دیگر

اے بہار باغ رضواں کوئے تو　　بلبل سدرہ اسیر سوئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سوئے حبیب　　اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو

دیگر

چارہ نا چارہ جو محفل سے تیری جاتے ہیں
حسرت و رنج و قلق ساتھ وہ لے جاتے ہیں

جان سے جاتا ہے تیرے پاس سے جاناں جانا
جیتے جاتے ہیں مگر مردہ بنے جاتے ہیں

ایک ہم ہی رہے اس بزم میں باقی ساقی
لوگ میخانے سے پی پی کے چلے جاتے ہیں

اے رسول عربی آپ کی فرقت کے قتیل
پل محشر سے سبک پار اتر جاتے ہیں

سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں
عشق احمد کا خدا یا یہی ہم چاہتے ہیں
اس حبیب دل خستہ پہ نظر ہو جائے
دردمندوں کی دوا آپ کئے جاتے ہیں

جذبہ جہاد کمال تدین کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو دینی تعلیم ہی میں لگایا۔ ایک دفعہ اپنی سب اولاد کو جمع کرکے فرمایا میں نے تم سبھوں کو اس لئے پرورش کیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو اور کچھ کرکے شہادت حاصل کرو۔

علم دین کی قدر و عظمت بعض احباب نے حضرت شیخ الاسلام کے متعلق طب پڑھانے کا مشورہ دیا تو فرمایا۔
کہ کیا حسین احمد کو گھوڑے پر سوار کرانے کے بعد میں گدھے پر سوار کرونگا؟ اس کو علوم دینیہ کی تعلیم دلائی گئی ہے۔ اس سے بڑھکر کون سی تعلیم ہے؟۔
حالات کی ناسازگاری اور پھر سفر ہجرت کی وجہ سے بڑی بڑی پریشانیاں جھیلیں مگر اپنے بیٹوں بیٹوں (مولانا محمد صدیق صاحب مولانا سیّد احمد صاحب، شیخ الاسلام مولانا مدنی صاحب) کی علوم دینیہ سے تکمیل کرائی۔

حضرت گنگوہیؒ کے دربار سے وابستگی اور اس کے بعد قطب الاقطاب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دربار سے وابستگی کرائی اور نہ صرف ہندوستان میں رہتے ہوئے بلکہ مدینہ منورہ سے مستقل اسی مقصد کے لئے سفر کے مصارف برداشت کر کے ہندوستان حضرت قطب عالم کے دربار در بار کی

فائدہ دہلی کے لئے بھیجا اور جب کہ اخیر میں مولانا سید احمد صاحب کو تین برس گنگوہ شریف کے قیام میں لگ گئے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کو لکھا کہ سید احمد اگر کسی قابل ہوگیا ہو تو اس کو اجازت دیکر یہاں بھیج دیجئے مجھ کو اس کی ضرورت ہے اور اگر کسی قابل نہیں ہوا تو بہتر ہے کہ آپ کی چوکھٹ پر سر مار مار کر وہیں مرجائے۔ اس کلام پر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولوی سید احمد صاحب کے والد چونکہ سلوک اور طریقت سے واقف ہیں اس لئے اس کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔

اجازت وخلافت

آخر حضرت مولانا سید محمد صدیق صاحب اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہما۔ ہر دو بھائی کو بارگاہ رشیدی سے خلافت واجازت کی نعمت عظمیٰ میسر آئی اور حضرت مولانا سید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو گو حضرت قطب عالم حضرت گنگوہی کے دربار سے شرف اجازت حاصل نہ ہوا مگر بعد میں حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اجازت عطا فرمائی۔

مدرسہ شرعیہ کی بنیاد

حضرت مولانا سید احمد صاحب مرحوم نے مدرسہ شرعیہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام مدرسۃ العلوم الشرعیہ لیتامی المدینۃ النبویہ رکھا جس سے بڑا فیض پہنچا اور خدا پاک تا قیامت اس کے فیض کو جاری رکھے (آمین)

شیخ الاسلام صاحب کا دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علوم اور اساتذہ کا تذکرہ

حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ نے دارالعلوم دیوبند

میں صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تقریباً ساڑھے چھ برس کی مدت میں مختلف علوم و فنون سے متعلق ہشتر ۸۷ کتابیں جو سترہ ۱۷ فنون سے متعلق تھیں پڑھیں زیادہ تر حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز سے استفادہ کیا اور ان کے علاوہ مولانا ذوالفقار علی صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما) مولانا عبد العلی صاحب مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا الحکیم محمد حسن صاحب مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مولانا غلام رسول صاحب، مولانا منفعت علی صاحب مولانا حافظ احمد صاحب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (نور اللہ مراقدھم) سے بھی اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب وغیرہم سے بھی علم حاصل کیا۔

محنت وجفاکشی اور زمانۂ طالب علمی میں بڑی محنت وجفاکشی کے ساتھ کمال حاصل کیا۔

خود تحریر فرماتے ہیں۔

> میں نے ایام امتحان میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ رات کو کتاب ابتداء سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا۔ اور تمام رات میں صرف ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم سوتا تھا۔ نیند کے دور کرنے کے لیے نمکین چائے کا انتظام کرتا تھا۔ جب بھی نیند غالب آتی تھی اس چائے کو پیتا تھا جس سے گھنٹہ دو گھنٹہ کو نیند جاتی رہتی ہے۔ (نقش حیات ج ۱ ص ۴۶، ۴۷)

اس محنت وجفاکشی اور علمی انہماک کو دیکھ کر تمام اساتذہ شفقت فرماتے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تو اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے۔

مدینہ منورہ کیلئے واپسی آخر ۱۳۱۶ھ میں فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے لئے واپسی ہوئی۔ واپسی سے قبل

حضرت قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت ہو چکے تھے۔ مگر محدث گنگوہی قدس سرہ نے ذکر وغیرہ تلقین نہ فرمایا تھا۔ بلکہ فرمایا تھا کہ ذکر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ سے حاصل کر لینا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی ہدایت

جب ہندوستان سے واپسی ہوئی تو حضرت شیخ الہندؒ نے بزرگوار طریقہ پر ہدایت فرمائی کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا۔ چاہے ایک دو طالبعلم ہی ہوں۔

سلسلۂ تدریس اور حضرت حاجی صاحبؒ سے اکتساب فیض

چنانچہ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) پہنچ کر گمنامی کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی رہا اور سید الطائفہ قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کا سلام و پیام پہنچایا اور عرض کیا کہ حضرت نے ہم کو بیعت تو کر لیا تھا مگر تلقین ذکر آپ سے حاصل کرنے کو فرمایا تھا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے پاس انفاس کی تلقین فرمائی۔

گنگوہ کا سفر اور اجازت و خلافت

۱۳۱۸ھ میں حضرت قطب عالم حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کا والا نامہ پہنچا کہ اگرچہ وہاں سب کچھ ہے مگر بہتر ہوتا کہ تو ایک مہینہ کے لیے گنگوہ آجاتا۔ چنانچہ پھر گنگوہ کا سفر فرمایا۔ پہلے دیوبند حاضری دی پھر پیدل چل کر گنگوہ آستانہ رشیدی پر حاضری دی اور اشغال طریقت میں ہمہ تن مشغول ہو کر کمال حاصل کیا اور حضرت قطب عالم نے اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔

مدینہ منورہ کا قیام اور حلقۂ درس کی وسعت و مقبولیت

اس کے بعد ۱۳۲۰ھ میں آپ مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) حج سے فراغت کرتے ہوئے مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) پہنچے اور ۱۳۲۶ھ تک برابر درس و تدریس میں مشغول رہے حتیٰ کہ روزانہ چودہ چودہ اسباق مختلف فنون کی کتابوں کے پڑھاتے اور رات دن میں تین گھنٹہ تقریباً سوتے اور بقیہ وقت علمی مشغولی ہی میں گذرتا۔ اور خدائے پاک نے وہ قبولیت عام نصیب فرمائی کہ روز بروز حلقۂ درس وسیع ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ دوسرے حلقہائے درس میں اسکی مثال نہ تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو حسد بھی ہوا اور لوگوں نے مختلف تدبیریں بھی کیں۔ ناکام رہے کی اور مختلف افواہیں بھی پھیلائیں۔ حکام کو بدظن کرنیکی کوشش بھی کی گئی کہ کسی طرح ان کو نکلوا دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت کے حلقۂ درس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

شیخ الہند سے بخاری شریف ترمذی شریف پڑھنے کیلئے حاضری اور دارالعلوم دیوبند کی مدرسی

۱۳۲۶ھ میں پھر ہندوستان واپسی ہوئی دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی و بخاری شریف دوبارہ پڑھی اور ایک مدت تک مختلف فنون کو پڑھانے کی وجہ سے مختلف علوم و فنون مستحضر ہونے کی وجہ سے جو شبہات و اشکالات ہوئے ان کو حل کیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند

میں تدریسی خدمت سپرد کی گئی اور سفر حضر میں حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ کی خدمت گزاری کا موقع نصیب ہوا۔

حجاز و ہند کا سفر

۱۳۲۹ھ میں بارادۂ حج پھر حجاز مقدس کا سفر ہوا اور ۱۳۳۱ھ میں اواخر محرم میں پھر دیوبند واپسی ہوئی اور اواخر ۱۳۳۱ھ میں پھر مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) کا ارادہ ہوا اور مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) میں حج سے فارغ ہو کر ۱۳۳۲ھ ۲ محرم میں مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) پہونچے۔

شیخ الہندؒ کی گرفتاری اور شیخ الاسلام کا حقِ خدمت

۱۳۳۳ھ میں مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز نے سفر حجاز مقدس فرمایا اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے مکان پر ہی قیام ہوا۔

۱۳۳۴ھ جمادی الثانیہ کو حضرت شیخ الہند قدس سرہ اپنے رفقاء کے ساتھ واپسی کے ارادہ سے جدہ پہنچے مگر اس وقت وہاں بدامنی پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کوئی سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ آخر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور رمضان المبارک طائف میں گزرا بعد حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی تھی مگر شیخ الہند قدس اللہ سرہ کے متعلق افواہیں پھیلی ہوئی تھیں اس لئے حضرت کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۳۳۴ھ سے لیکر ۱۳۳۸ھ تک بند رکھا گیا۔ ۱۳۳۸ھ میں رہائی ہوئی پوری مدت میں حضرت شیخ الاسلام کا استاد محترم حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ساتھ رہا اور وہ حق خدمت ادا فرمایا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جسطرح حضرت شیخ الاسلام کی علمی زندگی کا منبع فیض حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز تھے اسی طرح سیاست

سے تعلق اور برطانوی سامراج کے مقابلہ میں عزم انقلاب کا سرچشمہ تھی۔

خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و غمخواری

حضرت شیخ الہند کے افکار و خیالات اور جذبات ہی تھے کہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی پوری زندگی تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ جذبات حریت، ترقی طلبی، حب وطن، ہمدردی خلق خدا، غمخواری نوع انسانیت اور ان کے لئے بے پناہ ایثار و قربانی جیسے اوصاف سے معمور رہی اور دینی ملی جذبات سے جس طرح خوف و خشیۃ الٰہی کی کھٹک اس مقدس ہستی کے دل میں پیدا کی اسی طرح خدمت خلق کے پاکیزہ احساسات اسکے قلب حق آگاہ پر کچھ کم اثر انداز نہیں ہوئے اور درد و کرب کی یہی ملی جلی کیفیت سعی پیہم کی صورت میں نمودار ہوئی جس نے اس کو چین و آرام، راحت و سکون سے قطعاً ناآشنا بنا دیا تھا۔

ہمدردی خلق کا عجیب واقعہ

گو شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی پوری زندگی اسی درد و کرب میں گذری مگر ۱۹۴۷ء میں جب کہ لوگ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان جا رہے تھے اس وقت کا ایک واقعہ حضرت اقدس الحاج مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری اطال اللہ بقائہٗ نے بیان فرمایا ہے جس سے حضرت شیخ الاسلام کی بے پناہ ہمدردی خلق کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

> اس لئے یہ دونوں حضرات (یعنی شیخ الاسلام حضرت مدنی اور حضرت رائپوری قدس اللہ سرہما مشترک طور پر واپس تشریف لائے اور بعد مغرب کچے گھر میں یہ سیہ کار اور دونوں اکابر مشورہ کیلئے جمع ہوئے اور اس کی ابتدا حضرت رائپوری نے اس عنوان سے کی کہ حضرت (یہ خطاب حضرت مدنی کو تھا) اپنے سے تعلق رکھنے والے تو سارے مشرقی اور مغربی پنجاب کے تھے اور حضرت قدس سرہٗ (اعلیحضرت رائپوری) کے متعلقین بھی زیادہ تر

ان ہی دو جگہ کے تھے۔ مشرقی تو سارا مغربی کی طرف منتقل ہو گیا۔ ان سب حضرات کا بہت اصرار ہو رہا ہے کہ میں بھی پاکستان چلا جاؤں۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن بھی حضرت اقدس رائپوری کو پاکی مسلمانوں کی ضرورتوں کا بار بار احساس دلاتے تھے اور خود اپنا جانا بھی حضرت رائپوری کے تشریف بری پر محمول کئے ہوئے تھے اور یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ میرا تو مکان بھی مغربی میں ہے لہٰذا ان سب مظلوموں کی دلداری بھی اسی میں ہے۔ شروع رمضان ہی سے ان کا اصرار ہو رہا ہے مگر آپ دونوں حضرات کے مشورہ پر میں نے معلق کر رکھا ہے۔ یہاں تو پھر بھی اللہ کے فضل سے اہل اللہ ہیں۔ مگر وہاں اللہ اللہ کہنے والوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا۔ کچھ شہید ہو گئے کچھ اجڑ گئے اور تقریباً حضرت کی گفتگو کا رخ یہ تھا کہ وہاں قیام ضروری ہے۔ اس سب کو سن کر حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہماری اسکیم تو فیل ہو گئی ورنہ تو یہ قتل و غارت ہوتا اور نہ یہ تبادلۂ آبادی ہوتا۔ حضرت مدنی کا فارمولہ یہ تھا کہ صوبے سب آزاد ہوں۔ داخلی امور میں سب خود مختار خارجی امور، فوج ڈاک خانہ وغیرہ سب مرکز کے تحت، مرکز میں ہندو مسلم کی تعداد سب برابر ہوں گے، ۴۵، ۴۵ اور دس جملہ اقلیتیں گاندھی جی نے تو اس کو منظور کر لیا تھا مگر مسٹر جناح نے اس کا انکار کر دیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر ہماری تجویز مان لیتے تو نہ کشت و خون کی نوبت آتی اور نہ تبادلۂ آبادی کی۔ اب میں تو کسی کو جانے سے نہیں روک سکتا۔ اگرچہ میرا وطن مدینہ ہے اور مجھ (دیکھنے کے بعد بھائی) وہاں بلانے پر اصرار بھی کر رہا ہے مگر ہندوستان

مسلمانوں کو اس بے سروسامانی اور دہشت اور قتل وغارت گری میں چھوڑ کر میں نہیں جا سکتا اور جیسے اپنی جان و مال عزت و آبرو دین اور دنیا یہاں کے مسلمانوں پر نثار کر لی ہو وہ یہاں ٹھہرے اور جس کو تحمل نہ ہو وہ ضرور چلا جاوے۔ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد پر میں جلدی سے یوں بول پڑا کہ میں تو حضرت ہی کے ساتھ ہوں۔ حضرت اقدس رائپوری نے فرمایا کہ تم دونوں کو چھوڑ کر میرا جانا بھی مشکل ہے۔ (آپ بیتی ۴؎ صـ ۲۹)

شیخ الاسلام صاحب کے شیخ الحدیث زیدمجدہٗ کیسا تھ بے پناہ تعلق کے چند واقعات

حضرت شیخ الاسلام الحاج مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضرت اقدس شیخ المشائخ شیخ زکریا صاحب (اطال اللہ بقائہٗ) سے جو بے پناہ تعلق تھا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے

تعلق کی ابتداء جس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ حضرت شیخ زیدمجدہٗ کی عمر بارہ برس سے بھی کم تھی، اور گنگوہ اپنے والد محترم قدس سرہ کے پاس قیام تھا۔ ۲۷ھ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے تقریباً دو ماہ قیام گنگوہ شریف میں کیا مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ حضرت عصر کی نماز خانقاہ کی مسجد میں پڑھا کر سیدھے حضرت قطب عالم کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ مغرب تک وہاں مراقب رہتے اور غروب آفتاب سے سات منٹ پہلے اٹھتے۔ حضرت مولانا یحییٰ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کا مکان خانقاہ کے راستہ میں تھا حضرت شیخ زیدمجدہ کی والدہ نور اللہ مرقدھا کئی نوع کی افطاری پھلکیاں وغیرہ تیار کر کے رکھتیں اور دستر خوان بچھا کر اس پر آٹھ دس طرح کی افطاریاں رکھدیتیں اور حضرت شیخ زیدمجدہ

دروازہ کے باہر کھڑے ہو جاتے اور جب دور سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آتا دیکھتے تو والدہ سے کہتے کہ آ گئے آ گئے! والدہ محترمہ جلدی سے پردہ میں ہو جاتیں اتنے میں حضرت مدنی قدس سرہ دروازہ تک پہنچ جاتے اور حضرت شیخ زید مجدہ دروازہ سے آ جاؤ، تشریف لے آؤ کا شور مچاتے حضرت مدنی قدس سرہ اندر تشریف لاتے اور بہت اطمینان سے افطار فرما کر مسجد تشریف لے جاتے۔

اس کے بعد سے تعلق و محبت میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک معمول حضرت مدنی قدس سرہ کا دیوبند سے رڑکی یا پنجاب یا چھوٹی لائن پر جانے آنے میں اگر ایک گھنٹہ کا بھی وقفہ ملتا تو وہیں کا تانگہ لیکر حضرت شیخ زید مجدہ سے ملاقات کے لئے مکان پر ضرور تشریف لاتے۔

حضرت شیخ زید مجدہ کا ملفوظ حضرت شیخ زید مجدہ نے "آپ بیتی" میں تحریر کرایا ہے۔

اور انہیں شفقتوں نے مجھے اپنے دو اکابر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری قدس سرہما کی شان میں بہت گستاخ بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمائے۔ ان دونوں اکابر کا اس سیہ کار کے ساتھ تعلق اور اس ناکارہ کا ان دونوں بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ دیکھنے والے ابھی تک ہزاروں موجود ہیں۔

حضرت شیخ زید مجدہ نے آپ بیتی میں حضرت مدنی قدس سرہ کی شفقت و محبت سے متعلق متعدد واقعات لکھوائے ہیں مختصراً چند عرض کرتا ہوں۔

آخری حج سے رات کو بارہ بجے کے قریب تشریف آوری کا واقعہ

تقسیم سے پہلے جو آخری حج حضرت مدنی قدس سرہ کا ہوا تو بندہ کے نام تار آیا کہ میں فلاں تاریخ کو فرنٹیر سے پہنچونگا۔ اور وہ صبح کے چار بجے اسٹیشن پر آتا تھا۔ میں بہت اطمینان سے اوپر سوتا لکھ رہا تھا کہ بارہ بجے کے قریب میرے زینے پر نہایت شدت سے زور زور سے پاؤں مار کر کسی کے چڑھنے کی آواز آئی میں نے دیکھا تو حضرت شیخ الاسلام صاحب میرے کمرے پر پہنچ گئے ہیں۔ ایکدم اٹھا اور اپنی حماقت سے گستاخانہ لفظ کہا کہ مشائخ حدیث، مشائخ سلوک حج سے آتے ہوئے بھی تو جھوٹ اور دھوکہ دہی سے احتراز نہیں فرماتے۔ یہ فرنٹیر کا وقت ہے اور یہ کہہ کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ حضرت ایک دم چمٹ گئے اور خوب معانقہ فرمایا جس کی لذت اب تک یاد ہے حضرت قدس سرہ نے (اللہ تعالیٰ بہت بلند درجات عطا فرمائے اور حضرتین مولانا مدنی و رائپوری کی شفقتوں کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے) یہ ارشاد فرمایا کہ جب کراچی بمبل میں لاہور پہنچا تو کسی نے کہا کہ کلکتہ میل سامنے چھوٹ رہا ہے۔ وہ دو گھنٹہ لیٹ تھا۔ میں چھڑی اور مشلح ہاتھ میں لیکر چلتی گاڑی میں کلکتہ میل میں سوار ہو گیا ساتھیوں کو بھی ایک دو کے سوا جن کو میں لاہور کے اسٹیشن پر ریل سے اترتے ہوئے کہہ کے آیا کہ میں سہارنپور اسٹیشن پر ملوں گا۔ کسی کو خبر نہیں ہے مستورات اور سامان فرنٹیر سے آرہا ہے۔ میں نے سوچا کہ دو گھنٹہ تم سے مل لوں گا۔ (آپ بیتی صفحہ ۸۵، ۸۶ ـ ۴)

حضرت مدنی اور اساتذہ دار العلوم کی آمد اور گیارہویں منٹ پر دسترخوان بچھنے کا عجیب واقعہ

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ دوپہر کا وقت گرمیوں کا زمانہ ایک بجے دوپہر کو میں اپنے گھر کے دروازہ میں سویا کرتا تھا کیوں کہ بجلی کے پنکھے کا دور نہیں شروع ہوا تھا میں سونے کیلئے لیٹا سرہانے کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت مدنی قدس سرہ کھڑے ہیں میں نے جلدی سے اٹھکر مصافحہ کیا اور پہلا سوال یہ کیا کہ حضرت کھانا۔ تو ارشاد فرمایا کہ اگر کھانا کھالیتے تو تمہارے یہاں کیوں آتے۔ حضرت کے پیچھے پیچھے علامہ ابراہیم مرحوم اور ان کے پیچھے نائب مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا مبارک علی صاحب مرحوم اور پیچھے بعد دیگرے ایک لائن لمبی تھی میں نے اس وقت شمار بھی نہ کیا بعد میں معلوم ہوا کہ بارہ تھے۔ حضرت قدس سرہ تو کچے گھر میں آگئے اور پیچھے پیچھے جملہ رفقاء اور میں ننگے پاؤں اندر گیا اور اپنی بچیوں سے پوچھا کہ حضرت کئی آدمیوں کے ساتھ ہیں کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا کہ نہ روٹی کا کوئی ٹکڑا اور نہ کچھ سالن جس کی وجہ یہ تھی کہ کھانے کے وقت بے اطلاع آٹھ دس مہمان عین وقت پر پہنچے تھے اس لئے کچھ نہیں رہا تھا۔ بلکہ بچیوں نے بھی آدھی بھوک کھائی تھی۔ اللہ جل شانہٗ ہر دو میری بیویوں اور سب بچیوں کو بہت ہی جزائے خیر دے مہمانوں کے سلسلے میں ان سے بہت ہی

راحت پہنچی ہے۔ تیس چالیس مہمانوں کا کھانا آدھ پون گھنٹے میں تیار کردینا ان کے یہاں بہت ہی معمولی بات رہی بشرطیکہ گھر پر کوئی ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ جلدی سے ایک آٹا گوندھے اور ایک جلدی سے دیگچی میں مصالحہ بھونے اور میں باہر ننگے پاؤں گیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی کرامت کہ سڑک پر پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ میرا قدیمی قصاب صوفی کرم الٰہی جو ہمیشہ سے میرے یہاں گوشت لاتا ہے اور مجھے بھی اس سے محبت و تعلق ہے اس کے سوا کسی کا گوشت پسند نہیں آتا بہت آہستہ آہستہ بہت دور سے آرہا ہے میں ننگے پاؤں اس کی طرف بھاگا اور اس کو آواز دی کہ جلدی آ! وہ جلدی سے آیا۔ میرے سوال پر اس نے کہا کہ گوشت بھی ہے اور قیمہ بھی ہے۔ میں نے کہا کہ قیمہ مجھے دے اور جلدی سے دونوں ہاتھوں میں سارا قیمہ جو تین سیر کے قریب ہوگا لیکر گھر پہنچا تو دونوں چولہوں میں آگ جل چکی تھی ایک پر توا رکھا تھا اور ایک پر مصالحہ بھن رہا تھا۔ میں نے جلدی سے وہ گوشت مصالحہ میں ڈال کر کہا کہ جلدی سے پکاؤ اور دو بچیوں سے کہا کہ توے پر بیٹھو ایک پیڑے بنا کر روٹی بنائے اور دوسری توے پر سینکے وہ بچیاں دو کے تین بیٹھ گئیں ایک گوشت بھون رہی تھی اور اس وقت چار ہی گھر میں تھیں اور میں نے باہر آکر شور مچایا کہ بھائی کسی نے دسترخوان نہیں بچھایا۔ ارے بھائی دسترخوان بچھاؤ اور ہاتھ دھلاؤ۔ حضرت قدس سرہ سمجھے کہ کھانا تیار رکھا ہوگا۔ سب کے ہاتھ دھلائے اور ترتیب سے بیٹھنے اور دسترخوان بچھانے میں دو تین منٹ لگ گئے میں اندر گیا۔

تو دس بارہ روٹی تیار ہو چکی تھیں اور قیمہ بھی نیم برشت ہو چکا تھا۔ میں اطمینان سے تین رکابی میں قیمہ لایا اور تین جگہ روٹیاں رکھیں ایک دم حضرت قدس سرہ کو خیال ہوا کہ پہلے کا کچھ نہیں حال ہی کا پکا ہوا ہے۔ حضرت کو تعجب نہیں ہوا کہ بارہا حضرت کو سابقہ پڑ چکا تھا۔ لیکن علامہ ابراہیم مرحوم جو فن معقول کے مشہور امام تھے فرمانے لگے کہ کیا آپ کو ہمارے آنے کا پہلے سے علم تھا یا آپ کو کشف ہو گیا تھا۔ میں نے کہا کہ جناب کے یہاں بیٹھنے کے بعد یہ گوشت قصاب کے یہاں سے خریدا گیا ہے فرمانے لگے کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ ہر بات معقول نہیں ہوتی کچھ عقول سے بالا تر بھی ہوتی ہیں حضرت مدنی نے علامہ سے فرمایا کہ مناظرہ نہ کرو جلدی کھا لو دیر ہو رہی ہے۔ ان کے یہاں تو یہ قصے چلتے ہی رہتے ہیں۔ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ ان میں سے میرے ساتھ کوئی نہیں۔

مولانا محمد اشفاق صاحب (اعلیٰ حضرت رائپوری کے بھانجے دارالعلوم کے ممبر شوریٰ) کا جب سے انتقال ہوا جس کو کئی روز گذر گئے۔ روزانہ رائپور جانے کا ارادہ کرتا رہا لیکن جب سبق کے بعد گھر جاتا تو کوئی نہ کوئی اہم مہمان یا کوئی مانع پیش آ جاتا تھا۔ اسی لئے آج میں نے ارادہ کیا کہ سبق پڑھا کر درسگاہ سے سیدھا ریل پر چلا جاؤں میں رائپور کا ارادہ کئی دن سے کر ہی رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے جس جس نے سنا پیچھے ہو لئے۔ ان میں سے بعض سے ملاقات دیوبند کے اسٹیشن پر ہوئی۔ اور بعض سے سہارنپور کے اسٹیشن پر میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہیں، کھانا کھا کر جب ہی رائپور چلے گئے۔ اتنا مجھے خوب

یاد ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ کے دروازے میں مصافحہ کے وقت سے گیارہ ہویں منٹ پر دسترخوان بچھ گیا تھا۔

حضرت مدنیؒ کی بے تکلفی کا عجب واقعہ

میرے حضرت مدنی قدس سرہ نور اللہ مرقدہٗ کے صرف کھانے ہی کے مد میں اگر شفقتیں اور واقعات گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی بہت دشوار ہے۔ بارہا اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں دار الطلبہ میں سبق میں تھا حضرت نے دروازہ پر کسی بچہ کو آواز دیکر ارشاد فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہدو اور کہدو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیجدو گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ ابا جی کو جلدی سے مدرسہ سے بلالاؤ تو حضرت للکار کر فرماتے کہ مجھے ابا جی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی ضرورت ہے۔ جلد تو بھیجوادو مدرسہ میں جارہا ہوں کئی دفعہ اس کی نوبت آئی کہ میرے دار الطلبہ سے آنے تک حضرت کھانا شروع فرمادیتے یا تناول فرمالیتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ آپ کا آپکے گھر والوں نے حرج کیا ہے میں نے نہیں بلوایا۔

مہمان و میزبان کا ایک دوسرے کی رعایت کرنا

حضرت قدس سرہ کا معمول جمعرات کے سفر کا ہمیشہ سے تھا اور کبھی جمعہ کو بھی آنے جانے سہارنپور کا نمبر آجاتا میری عادت اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے زمانہ سے جمعہ کے دن

جمعہ کے بعد کھانے کی ہمیشہ رہی۔ مجھے پہلے کھا کر جمعہ کی نماز میں لطف نہیں آتا اور حضرت قدس سرہ کا معمول ہمیشہ جمعہ سے پہلے کھانے کا تھا خواہ وقت قلیل ہی ہو۔ سفر میں تو ہمیشہ میزبان ان کی رعایت کرنے اور میں تابع ہوتا۔ مگر سہارنپور میں خوب رسہ کشی ہوتی میری خاطر حضرت تو فرماتے کہ میں جمعہ کے بعد کھاؤں گا اور میں کہتا کہ نہیں حضرت میں جمعہ سے پہلے کھاؤنگا۔ مگر اس میں حضرت قبول نہ فرماتے اور بغلبہ جمعہ کے بعد کو ہی ہو جاتا اور میں بھی چھوٹا سچا اصرار کرکے خاموش ہو جاتا۔

حضرت مدنی کا حضرت شیخ زیدمجدہ کے گھر سے کھانا منگوانا

ایک مرتبہ حضرت سفر سے تشریف لائے جمعہ کا دن گیارہ بجے کے قریب فیصلہ جمعہ کے بعد کھانے پر ہو گیا۔ کھانے کے دوران میں ایک صاحب شہر کے آگئے اور بہت اصرار سے اپنے ادارہ میں چند منٹ کیلئے تشریف لے جانے کا وعدہ لیگئے میں نے مخالفت بھی کی کہ حضرت وہاں جاکر دیر بہت ہو جائیگی یہ صاحب جلدی نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت قدس سرہ کو ساڑھے چار بجے کے ایکسپریس سیدھے دہلی جانا تھا کہ وہاں کسی اجتماع میں عشاء کے بعد شرکت کا وعدہ تھا۔ مگر حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوری نور اللہ مرقدھما تو دلداری و دل جوئی کے پتلے تھے قبول فرمالیا تین بجے کے قریب ان کی کار میں ان کے ادارے میں گئے۔ کار نے راستہ میں بہت پریشان کیا۔ اور ان صاحب نے حسب عادت بہت تاخیر کی اور جب اسٹیشن پہنچے تو گاڑی چھوٹ چکی تھی مگر چہرہ انور پر ذرا بھی ناگواری یا ملال کا اثر نہ تھا۔

دہلی تو حضرت نے تار دیا کہ دوسری گاڑی سے آؤں گا۔ اور خادم کو توشہ دان دیکر بھیجا کہ شیخ الحدیث صاحب سے کہو جو کچھ رکھا ہو دیدیں۔ معلوم ہوا کہ اسٹیشن پر بہت سے مخلصوں نے خوشامد اور منت سماجت کی کہ کھانا ہم لائیں۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ کھانا وہیں سے آئے گا کس کس شفقت کو یاد کروں اور رو رو دوں اور رولاؤں۔

بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو!

ایک دفعہ حضرت تشریف لائے۔ گرمی کا موسم ہی تھا حضرت کے خادم سے پوچھا کہ تھرمس میں برف ہے وہ یہ سمجھے کہ پینے کے واسطے پوچھا۔ وہ کہنے لگے کہ تھوڑا سا ہے لاؤں۔ میں نے کہا کہ پینے کو نہیں پوچھتا بلکہ میرے تھرمس میں سے اپنے تھرمس میں بھر لو۔ وہ کوئی نئے خادم تھے کہنے لگے کہ نہیں حضرت اس میں ہے۔ حضرت نے فرمایا جتنی جگہ ہے اس میں بھر لو! بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو!

گاجر کے حلوے کا واقعہ

ایک مرتبہ میرے پاس دہلی کے ایک صاحب نے گاجروں کے حلوے کا ایک پیکٹ بذریعہ ڈاک بھیجا اور اسی دن معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لارہے ہیں میں نے احترام و اشتیاق میں اس کو اپنے کمرہ کے سامنے چھینکے پر رکھوا دیا۔ اس زمانہ میں میرا قیام مستقل اوپر کے کمرہ میں شب و روز رہتا تھا حضرت کے تشریف لاتے ہی میں نے ایک مخلص سے کہا کہ بھائی چھینکے پر سے پیکٹ اٹھا کر کھول کر حضرت کی خدمت میں پیش کرو حضرت نے خود ہی پیش قدمی فرمائی اور چھینکے پر سے اس کو اتار لیا۔

اور اس کپڑے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ تو بادشاہ تھے ان کی نگاہ میں ایسی معمولی چیزیں کیا تھیں؟ اور میں بقول ان کے بخیل۔ اوّل تو مجھے اس کپڑے پر قلق ہوا کہ کیسا ضائع ہوا اور حضرت نے ایک دو انگلی تو اس میں سے خود نوش فرمائیں اور باقی سارا جس کی مقدار اندازاً دو سیر ہو گی ایک ایک لقمہ سارے مجمع کو جو حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ان کے آنے پر ہمیشہ ہو جاتے تھے تقسیم فرما دیا اور میری نہ تواضع فرمائی اور نہ چکھایا۔ اور سارا ختم کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ بخیل اس کو پھر چھینکے پر رکھ دیتا۔

کھدّر پہننے کی وجہ

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو کھدر سے تو عشق تھا اور ولایتی کپڑے سے نفرت تھی یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے لیکن اس سیہ کار کے حال پر ایک مزید شفقت یہ تھی کہ میرے بدن پر جب بھی ولایتی کرتا دیکھتے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایسے زور سے چاک فرماتے کہ نیچے تک وہ پھٹ جاتا۔ حضرت قدس سرہٗ کے حیات تک ڈر کے مارے کھدر کا میرے یہاں بہت اہتمام رہا چونکہ حضرت قدس سرہ کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا نہ دن نہ رات اس لئے گرمی میں بھی کھدر کا کرتا جھک مار کر پہننا پڑتا۔

میرا سامان کچے گھر میں جائیگا

جب اعلیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے بعض اعذار کی وجہ سے مدرسہ کے جلسہ میں تشریف آوری سے عذر فرما دیا تو میرے حضرت قدس سرہٗ حضرت مدنی کو تار دیا جو اس وقت کلکتہ تشریف فرما تھے کہ جلسہ میں

تمہاری شرکت ضروری ہے۔ حضرت مدنی کو اللہ تعالیٰ بہت ہی
جزائے خیر عطا فرمائے کسی دوسری جگہ تشریف لے جانا تھا وہاں
بلنواہر کا تار دیکر فوراً سہارنپور تشریف لے آئے چونکہ خاص طور سے
بلائے گئے تھے اس لئے مدرسہ کے مہمان خانہ میں حضرت مدنی
کے قیام کا اہتمام میرے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تھا۔ تانگہ سے
اتر کر حضرت مدنی مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ میرے حضرت سے
مصافحہ اور دست بوسی فرمائی خدام سامان بکسہ پیچھے پیچھے آرہے تھے
میرے حضرت نے فرمایا سامان اوپر مہمان خانہ میں لے جاؤ!
حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا کہ میرا سامان کچے گھر
میں جائیگا۔

حضرت مدنیؒ کا مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کرنا اور دو دفعہ شرکت نہ فرمانے کی وجہ

اس کے بعد سے جب تک مظاہر العلوم کا سالانہ جلسہ
ہوتا رہا جو تقسیم ہند تک بڑے اہتمام سے ہوتا رہا اور اس
کے بعد سے بعض مجبوریوں کی وجہ سے بند ہو گیا۔ حضرت
ہمیشہ دو مرتبہ کے علاوہ سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہے
اور گویا حکیم الامت کے بعد مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے واعظ
حضرت شیخ الاسلام ہی بن گئے تھے دو مرتبہ تشریف نہ لاسکے
ایک مرتبہ تو جلسہ کے موقع پر حضرت مدح صحابہ کے سلسلہ میں
لکھنؤ جیل میں تھے اس سال جلسہ میں بعض مقررین نے کچھ
خلفشار پھیلا کر جلسہ کو بند کرنے کی کوشش بھی کی اور ایک مرتبہ

باوجود دیوبند تشریف فرما ہونیکے میری حماقت سے تشریف آوری نہ ہوئی۔ میں تو مطمئن رہا کہ حضرت کو جلسہ کی تاریخ معلوم ہے۔ دفتر سے ضابطہ کا خط اور اشتہار جاچکا ہے اور خود حضرت کو بھی مدرسہ کے جلسہ کا اہتمام رہتا تھا مجھ سے اکثر ایک دو ماہ قبل دریافت کرلیا کرتے تھے کہ اپنے جلسہ کی تاریخ نوٹ کرادو کبھی میری تاریخ کہیں دوسری جگہ کی ہوجائے اور تم خفا ہو اسلئے میں بالکل مطمئن تھا۔ حضرت تشریف نہ لائے اور دیوبند میں مقیم رہے۔ جلسہ کے دن شام کو تشریف لائے اس لئے کہ بعض خصوصی مہمانوں سے خود حضرت کو بھی ملنا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت آج تو بڑا انتظار کرایا خیر تو ہے۔ حضرت نے فرمایا تم نے بلایا ہی نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ کے مطبوعہ اشتہار اور خط دونوں گئے۔ حضرت نے فرمایا وہ تو گئے تھے مگر اب تک کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ مدرسہ کے خط کیساتھ یا علیحدہ مستقل حکم نامہ تمہارا بھی جاتا تھا اب کے نہیں گیا۔ میں نے سمجھا کہ میری آمد تمہارے نزدیک مناسب نہیں ہے مجھے اسوقت اپنی حماقت پر بہت ہی قلق ہوا اس کے بعد سے کبھی مستقل عریضہ نہیں چھوڑا۔ اتنے واقعات اسوقت ذہن میں ہیں کہ اوجز کی چھ جلدیں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے حالات میں آسکتی ہیں۔

اوجز و کوکب دیکھنے کا اہتمام اور اسکیلئے مستقل دیوبند سے سہارنپور کا سفر

حضرت مدنی قدس سرہ کو ترمذی کے سبق میں

کوکب الدری دیکھنے کا بہت اہتمام تھا اور طلبہ کو ترغیب بھی

فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی مستقل سفر دیوبند سے سہارنپور کا اوجز و کوکب کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آپ نے کوکب کا حاشیہ لکھا ہے یا اوجز کا اشتہار دیا ہر جگہ دو تین لفظ لکھکر لکھدیتے ہیں کہ والبسط فی الاوجز، ایک دفعہ کوکب دیکھو اور ایک دفعہ اوجز دیکھو۔ حضرت اکثر بہت ہی شفقت سے کوکب اور اوجز کے مضامین پر اصل مأخذ کا بھی مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ آپ نے کہاں سے لکھدیا۔ اس کا مأخذ دکھلائیے۔ اس کے متعلق بعض واقعات تالیفات میں گذر گئے۔ ایک اہم واقعہ تو جزء الاستحاضہ میں گذر گیا۔

امام بخاریؒ کے جملہ اعتراضات اٹھ گئے

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ نے میری دیوبند حاضری پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے اوجز کے کتاب الحج میں ایک ایسی اچھی بات لکھی ہے جس سے بہت ہی دل خوش ہوا اور امام بخاری کے بہت سے اعتراضات تمہاری تقریر سے اُٹھ گئے۔ حضرت سبق کو تشریف لیجا رہے تھے۔ اور میرے حضرت کے ارشاد پر ندامت سے کچھ ایسا سر جھکا کہ تفصیل نہ پوچھ سکا کہ میری کون سی تحریر تھی جس سے امام بخاری کے جملہ اعتراضات ختم ہو گئے۔ بعد میں بھی کئی مرتبہ خیال آیا مگر حیاء کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔

لامع الدراری کی وجہ تالیف

لامع الدراری بھی دراصل حضرت کے شدید اصرار پر لکھی گئی۔ کوکب کے بعد سے حضرت اس کی طباعت کا بہت ہی اصرار فرمارہے تھے اور میں اوجز کی تکمیل کا عذر کر دیتا۔ ایک مرتبہ

بہت ہی قلق سے فرمایا کہ میرے سامنے طبع ہو جاتی تو میں بھی متمتع ہوتا۔ میرے بعد طبع کروگے تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا بہت ہی قلق اور رنج ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت کے مرض الوصال میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے بہت ہی زور باندھکر چار صفحے اس کے چھاپ کر حضرت کی خدمت میں مستقل آدمی کے ہاتھ بھیجے تھے جو حضرت کے وصال کے وقت بھی حضرت کے سرہانے رکھے رہے مگر میرا مقصد یہ کہ حضرت قدس سرہ کی زندگی میں کم ازکم ایک ہی جلد طبع ہو جاتی تو بے حد مسرت ہوتی۔ لیکن مقدرات کا علاج کسی کے پاس نہیں اللہ جل شانہ لامتناہی اجر و ثواب حضرت کو مرحمت فرماوے کہ حضرت ہی کے حکم سے لکھی گئی۔

علمی گفتگو

حضرت قدس سرہ سے علمی گفتگو بھی خوب ہوتی اور مناظرے بھی خوب ہوتے تھے بہت سے مضامین کو اس ناکارہ نے افادات حسینیہ کے نام سے جمع بھی کر رکھا ہے۔ جس کا تذکرہ تالیفات میں گذر چکا ہے۔ خطبات کی تالیف میں جو حضرت کثرت سے لکھا کرتے تھے۔ اکثر کسی طالب علم کے ہاتھ پرچہ بھیج دیتے کہ فلاں فلاں حدیث کے حوالے بھیجدو۔ میں بڑے اہتمام سے اسی وقت لکھکر بھیجا کرتا تھا۔

دستی پنکھے اور بدن دبانے کا احادیث سے ثبوت

حضرت مدنی قدس سرہ دستی پنکھے کے بہت مخالف تھے۔ بچے گھر میں جب کوئی پنکھا لئے کھڑا ہوتا تو ڈانٹ سنتا۔ میں خوشامد کرتا تو مجھ پر بھی ڈانٹ پڑ جاتی۔ ایکمرتبہ حضرت نے بہت زور سے فرمایا کہ کسی حدیث سے اسکا ثبوت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو بجلی کے پنکھے کا بھی ثبوت نہیں ملا۔ جو حضرت کے کمرہ میں لگا ہوا تھا۔ حضرت ہنس پڑے اسکے بعد

میں نے ایک حدیث حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مسجد میں جماعت کو پنکھا کرنے کی
نقل کر کے بھیجی اور جب اگلی مرتبہ حضرت تشریف لائے تو میں نے
ایک لڑکے سے کہا کہ حضرت کو پنکھا کر اب تو حدیث بھیجدی
اب کیا کسر ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ غیر معروف کتاب کی حدیث بھیجی ہے۔ میں نے
عرض کیا کہ کیا ساری احادیث معروف ہی کتابوں میں ہیں یا اسی
طرح ارشاد فرمایا کہ یہ بدن دبانے کا ثبوت کہاں ہے؟ میں نے
عرض کیا کہ مباحات میں ہر ایک کے لئے حدیث تلاش کرنا بڑا مشکل
ہے باقی اس کی حدیث تو میں تلاش کر کے بھیجدونگا۔ چنانچہ دوسرے
دن ایک طالب علم کے ہاتھ بھیجدی۔

تمہاری اس چیز پر بڑا رشک آتا ہے

اس ناکارہ کا دستور رات کو کام میں
مشغول رہنے کا خوب رہا اور ساری رات جاگنا معمولی بات
تھی حضرت قدس سرہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری اس
چیز پر بڑا رشک آتا ہے۔ میری تو یہ مصیبت ہے کہ جہاں
عشاء کے بعد کتاب ہاتھ میں لی نیند کا اس قدر غلبہ ہو جاتا
ہے کہ بیٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ اخیر شب میں کتاب دیکھنے کی حضرت
کو خصوصی عادت تھی۔ اور یہ ناکارہ اس سے عاجز تھا۔ تھوڑی
دیر سو کر ایک دو بجے اٹھکر صبح تک کتاب دیکھنا حضرت
کے یہاں بہت معمولی چیز تھی۔ بسا اوقات اس کی نوبت آئی
کہ حضرت تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ایک مضمون لکھنا
ہے۔ اس کے مأخذ نشان رکھکر میرے سرھانے رکھدو۔
اس وقت شروع رات میں دیکھنا میرے بس کا نہیں اٹھکر
دیکھوں گا۔ میں جن جن کتابوں میں فوراً ملتا وہ حضرت کے سرھانے

رکھلہ بیتا۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ معاہدات یہود کی ضرورت ہے اس کی روایات جہاں جہاں ہوں اور اس قسم کے جہاں مضامین ہوں نشانات لگا کر رکھ لینا کل رات کو یہاں سوؤں گا۔ حوالہ نقل کر کے لیجاؤں گا۔

حضرت مدنیؒ کی سونے کیلئے یا کسی اہم مضمون کیلئے تشریف آوری

میرے حضرت مدنیؒ کا ایک بڑا عجیب دستور میرے ساتھ سالہا سال یہ رہا۔ اکثر مہینے دو مہینے میں ایک پھیرا کبھی تو سونے کی مد میں ہوتا اور کبھی کوئی اہم مضمون لکھنے کے واسطے حضرت تشریف لاتے اور فرماتے تین راتیں ہوگئیں سوئے ہوئے نیند کا بڑا خمار ہے دیوبند میں سونے کی جگہ بالکل نہیں۔ میں نے سوچا تیرے یہاں سوؤں گا۔ میں عرض کرتا ضرور میں کچے گھر میں گرمی میں باہر اور سردی میں اندر کمرے میں چادر پائی بچھا کر حضرت کو لٹا کر کسی تیل ملنے والے کو سرہانے بٹھا کر اور باہر کا قفل لگا کر تالی اپنے ساتھ لیکر اوپر چلا جاتا۔

حضرت قدس سرہٗ کا معمول گرمی ہو یا سردی اگر شب کو سونے کی نوبت آتی تو کچے گھر ہی میں آرام فرماتے تھے سردی میں تو کوئی دقت نہ تھی لیکن گرمی میں بہت ہی اصرار کرتا کہ مدرسہ کے چھت پر بہت ہی اچھی ہوا آئیگی منت خوشامد کرتا۔ حضرت فرماتے کہ مجھے جیل کی کوٹھریوں کی عادت ہے۔

ایک دفعہ حضرت قدس سرہٗ اور مولانا عزیز گل صاحب اور دو مہمان مغرب کے وقت تشریف لائے۔ علی الصباح گنگوہ جانا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ گرمی بڑی شدید ہے۔ برسات کا زمانہ تھا۔

آج تو مدرسہ کے چھت پر بڑے کمرے میں چارپائی بچھوا دوں بڑی اچھی ہوا آئیگی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو کچے گھر ہی میں سوؤنگا۔ ان لوگوں کے لئے بچھوا دیجئے۔ میں نے مولانا عزیزگل صاحب سے اللہ ان کو بہت ہی خوش رکھے پوچھا کہ آپکے وہاں چارپائیاں بچھوا دوں۔ جو مولانا عزیزگل سے کبھی مل چکا ہوگا وہ ان کے طرز گفتگو سے خوب واقف ہوگا۔ کہنے لگے ہم بھی وہاں مریں گے جہاں یہ مریگا۔

آم کے سفر کا واقعہ

حضرت مدنیؒ و حضرت رائپوری ثانی کا معمول یہ رہا کہ سفر ہو یا حضر ان دونوں حضرات کی چارپائی مجمع سے علیحدہ ہوتی تھی۔ اور یہ ناکارہ اس ضابطہ سے دونوں کے یہاں مستثنیٰ تھا۔

ایک مرتبہ آم حضرت مدنی تشریف لیگئے یہ سیہ کار بھی ساتھ تھا۔ حسب معمول رفقاء کی چارپائیاں مختلف کمروں میں بچھیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کی چارپائی میرے ہی کمرہ میں ہوگی۔ آم والے بھی حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ بے تکلف تھے کہنے لگے کہ حضرت جی یہ کیا بات ہے کہ خادم لوگوں کی چارپائیاں تو دور ہوں۔ ان کی کیا خصوصیت ہے کہ حضرت ہی کے پاس ہو۔ قبل اس کے کہ حضرت قدس سرہٗ جواب مرحمت فرمادیں۔ میں بول پڑا کہ میں اس کی وجہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ یہ دونوں حضرات رات کو بہت مشغول رہتے ہیں۔ اور آدمیوں کے قرب سے انکا حرج ہوتا ہے اور میں تو ایسا ہوں جیسے تمہاری یہ بکری یہاں بندھ رہی ہے۔ ایک چارپائی کے قریب وہ بھی بندھی ہوئی ہے ایک میں بھی ہوں۔ جانوروں سے حرج نہیں ہوتا۔ آدمیوں سے

ہوتا ہے۔

حضرت مدنی کا راتوں کو رونا

میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحب اور حضرت مدنی قدس سرہ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا۔ بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی تھی جس کی آنکھ سونیکے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہندی کے دوہے بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے۔ میں ہندی سے واقف نہیں اسلئے مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا۔ لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے جیسے کوئی بچہ کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ ہمت و جفاکشی اور مشقت اٹھانا تو میں نے اپنے سارے اکابر میں حضرت مدنی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔

جلسہ سیرت اور حضرت سہارنپور تشریف لانے کا وعدہ

ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر حضرت سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے اہل شہر نے اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں سیرت کا جلسہ ہے۔ زکریا نے کہدیا کہ اب مولود کا نام سیرت ہو گیا۔ نہ معلوم حضرت مدنی قدس سرہ کس خیال میں تھے سختی سے انکار فرمادیا کہ میں نہیں آؤنگا اور خوب ڈانٹا کہ تم لوگوں کو عقیدت ساری ۱۲ ربیع الاول ہی کو آتی ہے۔ سال میں کبھی توفیق ہوتی ہے جلسہ کرنے کی۔ لوگوں نے کہا حضرت ہم تو ہر وقت متمنی رہتے ہیں۔ کوئی مانتا نہیں۔ ستاتا نہیں۔ حضرت نے فرمادیا کہ کوئی سننے کے لئے تیار ہو تو میں سنانے کیلئے تیار ہوں۔ لوگوں نے اپنی حماقت سے استقبال کا خود اظہار کیا۔

حضرت قدس سرہ نے ہر ہفتہ تشریف لانیکا وعدہ فرمالیا۔ اور جمعرات کی رات اس کیلئے متعین ہو گئی۔ اس لئے کہ جمعہ حضرت کا کئی کئی ماہ کا پہلے موعود ہوتا تھا۔ تقریباً چار ماہ مسلسل اگر دوسری جگہ کا طویل سفر نہ ہوتا تو حضرت جمعرات کی شب میں ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لاتے اسٹیشن سے سیدھے جامع مسجد جاتے اور نماز کے بعد وعظ شروع فرماتے ساڑھے بارہ ایک بجے اس سیہ کار کے مکان پر تشریف لاتے۔ چونکہ مجھے معمول معلوم تھا اور میری پہلی اہلیہ مرحومہ کو حضرت قدس سرہ کے لئے کھانے یا پینے کی چیزوں کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا۔ وہ بارہ بجے چائے کا پانی رکھدیتی اور حضرت کی آواز اور پر چڑھنے کی جب آتی کہ میرا قیام اسوقت اوپر کے کمرہ میں تھا چائے دم کرتی اور زور سے کھٹکا کرتیں اور میں جلدی سے آکر چائے لے جاتا حضرت پر اس وقت چونکہ تعب ہوتا تھا اسلئے پیتے تو تھے رغبت سے اور بار بار مجھ سے فرماتے کہ آپ اس غریب کو ناوقت ستاتے ہیں۔ میں عرض کرتا کہ میں نے نہیں کہا اس نے اپنے شوق سے خود پکائی۔ اور چونکہ مجھے معمول معلوم تھا۔ اس لئے چارپائی اور بستر پہلے سے تیار ہوتا۔ حضرت چائے پی کر آرام فرماتے۔ میں نے اختیاری سونا اور اختیاری جاگنا اپنے اکابر میں صرف اپنے حضرت قدس سرہ اور حضرت مدنی میں دیکھا حضرت سہارنپوری قدس سرہ کو بارہا دیکھا کہ ریل پر تشریف لے جاکر گاڑی اگر دس پندرہ منٹ لیٹ ہوئی تو حضرت فرماتے کہ میں تو اتنے سولوں گا اور کوئی خادم جلدی سے بستر پلیٹ فارم پر کھولدیتا اور حضرت تکیہ پر سر رکھتے ہی سو جاتے۔

اور دس منٹ کے اندر خود اٹھ جاتے۔ میرے حضرت قدس سرہٗ کبھی کبھی یہ بھی ارشاد فرماتے کہ سونے کے ارادے کے بعد مجھے اکثر تکیہ پر سر رکھنے کی خبر نہیں ہوتی ہے۔

حضرت مدنی کا نیند پر قابو

بہر حال حضرت (مدنی) قدس سرہٗ کی نیند اس قدر قابو کی تھی کہ سیکڑوں دفعہ میرے یہاں رات دن میں آرام فرمانے کی نوبت آئی اور میں نے حضرت کی راحت کی وجہ سے اس کی کوشش کی کہ کوئی حرکت نہ ہو اور کوئی نہ بولے چاہے گاڑی نکل جائے۔ مگر حضرت قدس سرہٗ گاڑی سے آدھ گھنٹہ پہلے ایکدم اٹھکر بیٹھ جاتے اس ہفتہ واری آمد میں بھی رات کو ساڑھے چار بجے گاڑی جاتی تھی۔ اور چار بجے سے پانچ سات منٹ قبل اٹھ جانا طے شدہ تھا میں حضرت کے اٹھتے ہی کسی شخص کو تانگہ کو بھیجتا اور پہلی اہلیہ مرحومہ اس وقت بھی چائے تیار رکھتی۔ اس وقت کی چائے پر حضرت زیادہ ناراض ہوتے تھے کہ میں دیوبند جاکر پی لونگا۔ چائے کے وقت پہنچ جاؤنگا۔ میرے اصرار پر کبھی تو پی لیتے اور کبھی عتاباً انکار فرما دیتے۔ کیا کیا مناظر آنکھوں کے سامنے آگئے۔ پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔

درخت خریدنے کیلئے تشریف آوری کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت قدس سرہٗ تانگہ پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وقت تنگ ہے مدینہ پاک کیلئے درخت خریدنے ہیں کہ حج کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ فرمایا کہ تانگہ پر بیٹھ جاؤ۔ تانگہ ہی میں ملاقات ہو جائے گی ٹھیرنے کا وقت نہیں ہے جلدی واپسی ہے میں نے جلدی سے مولوی نصیر کو آواز دی اور انکو بھی

چالاگر میں اس خیال سے بیٹھا لیا کہ حضرت تو درمیان میں بیٹھ کر خود ہی اٹھائیں گے۔ اور مجھے شرم آئیگی اور مجھے اٹھنے مشکل ہوں گے۔ اسلئے مولوی نصیر اٹھائیں گے۔ راستہ میں حضرت نے فرمایا باغ کو نہیں چلئے: میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس وقت بڑی مشغولی ہے اسے نصیر کو لیتے جائیں۔ کرایہ میرے ذمہ اور بقیہ اخراجات کھانے پینے کے آپکے ذمے حضرت نے فرمایا کہ ضرور میں نے اور حضرت قدس سرہ نے نصیر پر اصرار کیا مگر اس نے بھی معذرت کر دیا۔ اتنے میں ایک بہت لمبی چوڑی تعمیر آگئی۔ قربان خاں مرحوم کے باغ میں جاتا تھا۔ جن کا وقت تو شاہ مدار میں تھا پہلے وہاں گئے انکا دوسرا باغ کچہری سے دور تھا وہاں جاتے ہوئے اس تعمیر کو گذرے میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اسلئے کہ مجھے چالیس سالہ قیام سہارنپور میں وہاں جانیکی نوبت نہیں آئی تھی۔ حضرت نے فرمایا آپ اسکو نہیں جانتے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت میں تو یہاں کبھی نہیں آیا فرمایا کہ یہ کچہری وہ دیوانی ہے یہ کلکٹری ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت کی برکت نے کچہری تک تو پہنچا دیا۔ آپ جیل بھی پہنچا کر رہیں گے۔ فرمایا کہ تم لوگوں کی اس بے تعلقی نے انگریزوں کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔ تم کچہری سے اتنا ڈرتے ہو جیسے سانپ سے ڈرتے ہو۔

فرمایا کہ ہمارے مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایکدفعہ ایک میراث کے مسئلے کی تصدیق کیلئے سمن پہنچ گیا۔ کچہری آنے کے ڈر سے بخار آگیا میں نے عرض کیا کہ حضرت والی قوت کہاں سے لاویں۔ فرمایا کہ یہ سب بزدلی کی باتیں ہیں۔ غرض بہت پودے خریدے۔ حضرت قدس سرہ کا ہمیشہ کا معمول رہا کہ

جب کبھی مدینہ پاک تشریف لیجاتے تو سید محمود صاحب کے باغ کیلئے بہت سے بیج پھلوں اور پھولوں کے اور بہت سے پودے کئی کئی ٹوکروں میں لیجاتے۔ خاص طور سے آم کے پودے کثرت سے لیجاتے مگر ہمیشہ خراب ہوگئے۔ بالآخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے دو تین درخت بارآور ہوگئے گذشتہ سال ۸۲ھ میں جب مدینہ پاک قیام تھا تو سید صاحب زاد مجدہم نے اپنے باغ کے آم خوب کھلائے۔ اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔

عطر عود لانیکا معمول

حضرت مدنی قدس سرہ کی کیا کیا شفقتیں لکھواؤں حضرت اقدس کا معمول تقسیم سے پہلے تک سلہٹ کثرت سے تشریف بری کا تھا۔ اور جب بھی تشریف لیجانا ہوتا تھا تو اس سیہ کار کے لئے ایک عطر عود کی شیشی لانیکا معمول تھا۔ ۶۷ھ میں حضرت قدس سرہ نے ایک عطر عود کی شیشی مرحمت فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ ستر سال کا ہے۔ اور ستر روپیہ تولہ اس کی قیمت ہے اس کا قانون یہ ہے کہ اس کی قیمت میں ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب چونکہ یہ ستر سال کا ہے اس لئے اس وقت اس کی قیمت ستر روپیہ ہے۔ میں نے بھی اس کو بڑی احتیاط سے اس پر چٹ لگاکر اور یہی عبارت لکھکر ایک ڈبہ میں محفوظ رکھدیا تھا۔ اپنے بخل کی وجہ سے خود تو ابتک استعمال نہیں کیا۔ البتہ گذشتہ سال ۸۹ھ میں حضرت قدس سرہ کے برادر خورد حضرت الحاج سید محمود صاحب کی خدمت میں اسکا ایک ربع پیش کیا تھا۔ اگر میرے مرنے کے وقت کسی کو یاد رہے اور مل جاوے تو اسمیں سے تھوڑا سا میرے کفن پر بھی مل دیں۔ اس وقت

۹۰ھ میں تو اس کی قیمت سو روپے فی تولہ ہوگئی ہوگی[له] کیونکہ اسکی عمر سو سال ہے۔ واقعی شیشی کھولنے سے کمرہ مہک جاتا ہے۔

جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا

ایک قصہ لکھوانے کا تو نہیں ہے۔ مگر میرے دوستوں کا اصرار ہے کہ ضرور لکھوادوں۔ حضرت کی شفقتیں تو بے پایاں تھیں اور جتنی حضرت کی شفقتیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میری گستاخیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ ایکدفعہ کچھ تذکرہ اکابر کا اور جنت کا چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں میرے بغیر جانا نہیں ہوگا۔ حضرت نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا کہ ہاں ضرور ایک سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میرے تو ذہن میں بھی نہیں رہا۔ حضرت تشریف لائے میں دارالطلبہ میں تھا۔ مجھے آدمی بلانے گیا۔ اتنے میں آتا رہا ایک صاحب مدرسہ کے قریب ہی اپنے گھر آموں کے لئے لیگئے میں جب دارالطلبہ سے آیا تو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے یہاں چلے گئے ہیں۔ وہاں پہنچا تو آم بھیگے ہوئے تھے اور حضرت تشریف فرما میرا انتظار فرما رہے تھے۔ میں نے کہا ایسا کیا تقاضہ تھا پہلے ہی تشریف لے آئے۔ حضرت نے فرمایا ہر جگہ ساتھ لیجانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا جہاں کا وعدہ ہے وہاں کا ہے۔ مجھے اسقدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال کے بعد تک کیسے یاد رہا۔ اس کے بعد تو پھر ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ اپنی مغفرت کی بھی ڈھارس بندھ چلی ورنہ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون کا خوف غالب رہتا تھا اور ہے اللہ تعالیٰ ان اکابر کی جوتیوں میں اس سیہ کار کو بھی جگہ دیدے تو اس کے لطف و کرم سے کیا بعید ہے۔

له اب تو اس عطر کی اصل قیمت جبکہ اس پر کچھ بھی وقت نہ گذرا ہو تین سو روپیہ فی تولہ ہے بعنایت حضرت مفتی صاحب گنگوہی اطال اللہ بقائہ ۱۲

حضرت مدنی قدس سرہ کی شفقت و محبت کے قصے لاتعد و لاتحصی ہیں اور یاد بھی بہت ہیں بہت سی چیزوں میں خود نمائی بھی مانع ہوجاتی ہے۔

بخار کی خبر سنکر تشریف لانے کا واقعہ

ایک دفعہ اس سیہ کار کو معمولی سا بخار ہوا۔ کسی جانے والے طالب علم سے حضرت نے خیریت دریافت کی اس نے کہدیا بخار ہو رہا ہے۔ حضرت اسی وقت اسی گاڑی سے تشریف لے آئے اور کچے گھر کے دروازہ میں قدم رکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

تعاللت کی اشجی ومابک علۃ[1]
تریدین قتلی قد ظفرت بذالک

میں ایکدم حضرت کی آمد پر کھڑا ہوگیا۔ فرمایا اچھے خاصے ہو شور مچا رکھا ہے بخار کا میں نے عرض کیا میں نے حضور کی خدمت میں کون سا تار یا ٹیلیفون کیا تھا کہ میں مر رہا ہوں۔ فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا بخار کا۔ بخار والا یوں نہیں کھڑا ہوا کرتا، میں نے عرض کیا ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی حضرت کی تشریف کی برکت سے بخار جاتا رہا۔

حضرت مدنی کا ماہ مبارک میں اہتمام

حضرت شیخ المشائخ حضرت شیخ سہارنپوری اطال اللہ بقائہ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا ماہ مبارک کا معمول

[1] تو نے بتکلف بیمار بنگئی تاکہ میں رنجیدہ ہوجاؤں۔ حالانکہ تجھے کوئی بیماری نہیں۔ بے شک تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی ۱۲

نقل فرمایا ہے ۔ وہو ھذا ۔

اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا تو یہ بھی اہتمام تھا کہ حضرت اقدس باوجود اپنے مشاغل اور ماہ مبارک کے اہتمام کے ایک کارڈ ماہ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس شیخ الاسلام قدس سرہ تحریر فرمایا کرتے تھے عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے یہ سارے کارڈ کہیں محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ اس کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کرکے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا ۔ یہ تھا ۔

آنا نکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ایک ماہ مبارک کے کارڈ کا یہ شعر تھا ۔

گل بھیجے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم بہر سخا کچھ تو ادھر بھی

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں بعض خطوط میں عربی کے اشعار تحریر فرمائے ۔ (آپ بیتی ۵ صا ۱۳)

شانِ الیاس اس سے مراد حضرت اقدس الحاج الشاہ مولینا محمد الیاس صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات گرامی ہے ۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کی مختصر سوانح جو رئیس المبلغین اور امام تبلیغ

کے نام سے پکارے جاتے ہیں حضرت اقدس شیخ المشائخ شیخ الحدیث مظاہر علوم اطال اللہ بقائہ کے حقیقی چچا ہوتے ہیں

اور اس خاندان مشائخ خاندان کے بعض ہونہار فرزندوں کا ذکر کے ہونہار فرزند

ہیں جس کے نامور فرزند حضرت مفتی الٰہی بخش (جن کی ولادت ۱۱۶۲ھ اور وفات ۱۲۴۵ھ میں ہے) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مشہور و ممتاز تلامذہ میں سے تھے اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے اور کمال اخلاص و للٰہیت کی وجہ سے شیخ وقت ہونے کے باوجود ساٹھ پینسٹھ ۶۵ برس کی عمر میں اپنے شیخ کے جواں سال خلیفہ حضرت سید احمد شہید (جو حضرت مفتی صاحب سے تقریباً ۱۸ سال چھوٹے تھے) سے بیعت ہوئے۔

اور مفتی صاحب کے فرزند مولانا ابوالحسن صاحب جن کی مثنوی گلزار ابراہیم جو ان کی مشہور تالیف بحر حقیقت کا ایک جزء ہے۔ بڑی مقبول عارفانہ مثنوی ہے۔ جس کے متعلق حضرت قطب عالم محدث گنگوہی قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھے اس طریق (معرفت و سلوک) کا شوق اسی مثنوی سے ہوا۔

اور ان کے صاحبزادے مولانا نورالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چاروں صاحبزادے مولانا ضیاءالحسن، مولانا اکبر، مولانا سلیمان، حکیم مولوی ابراہیم صاحب۔

اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب (جو مفتی صاحب کے حقیقی بھتیجے تھے اور محدث زمانہ حضرت شاہ اسحاق صاحب کے نہایت عزیز شاگرد حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب کے مجاز تھے۔ اور تقویٰ و تورع جن کا خاص جوہر تھا مشہور و مسلم بات

ہے کہ ان کے معدہ نے کبھی مشتبہ چیز قبول نہیں کی) جیسے حضرات ہیں۔ ذہن و ذکاوت، علم وادب سے فطری مناسبت اور خدا کی طرف رجوع و انابت اس خاندان کی خصوصیات ہیں (جس کی طرف اشارہ اس کتاب کی ابتدائی سطور میں گذرا۔ اور تفصیل کے لئے مشائخ کا تذکرہ دیکھی جائے)

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کا تذکرہ

خود حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے والد محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب اونچے درجہ کے بزرگ تھے ذکر و عبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا۔ خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے انکا بوجھ اتار کر رکھتے۔ اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر پانی پلاتے پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرماتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی میں اس قابل نہ تھا۔ عام اجتماع و ہجوم کے زمانہ میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضاء الٰہی اور قربتِ خداوندی کا ذریعہ سمجھکر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔ ہر وقت ذاکر و شاغل اور باخدا رہتے مختلف اوقات و حالات کے متعلق حدیث پاک میں جو اذکار و اوراد وارد ہوئے ہیں ان کی پابندی کرتے تھے اور آپ کو اس طرح مرتبہ احسان حاصل تھا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد

اسی وجہ سے جب اہوتے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی

قدس سرہ سے طریق سلوک کے حصول کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا۔
آپ کو اس کی حاجت نہیں جو اس طریق اور ان ذکر واذکار کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے کے بعد یوں کہے کہ قاعدہ بغدادی میں نے نہیں پڑھا اس کو بھی پڑھ لوں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کا رات کا اہتمام

رات کو اس کا خاص اہتمام تھا کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی جاگتا رہے۔ ۱۲، ۱ بجے تک منجھلے صاحبزادے مولانا یحییٰ صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے۔ اس وقت مولانا اسماعیل صاحب بیدار ہو جاتے اور مولانا یحییٰ صاحب سو جاتے پچھلے پہر بڑے صاحبزادے مولانا محمد صاحب کو بیدار کر دیتے۔

میوات سے تعلق کی ابتداء

میوات سے تعلق بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب قدس سرہ کے زمانہ حیات سے ہی شروع ہوا چونکہ دہلی سے باہر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے قریب جو نسٹھہ کھنبہ کے نام سے جو تاریخی عمارت ہے اس کے صرف پھاٹک پر ایک عمارت میں مرزا الٰہی بخش صاحب (جو بہادر شاہ کے سمدھی تھے) کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں قیام تھا۔ اکثر تبہ اس فکر و تلاش میں نکلتے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا نظر پڑے تو اسکو مسجد میں لے آئیں اور اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں۔ چند مسلمان نظر آئے ان سے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے کہا مزدوری کیلئے کہا کیا مزدوری ملے گی۔ انھوں نے بتایا۔ فرمایا اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ انھوں نے منظور کر لیا ان کو مسجد میں لے آئے اور نماز سکھانے اور قرآن پاک پڑھانے لگے۔

یومیہ مزدوری ان کو دیدیتے اور ان کو پڑھنے سیکھنے میں مشغول رکھتے کچھ دنوں کے بعد نماز کی عادت پڑ گئی اور مزدوری چھوٹ گئی یہ بنگلہ والی مسجد کے مدرسہ کی بنیاد تھی اور یہ پہلے طالب علم تھے اس کے بعد دس بارہ میواتی طالب علم برابر مدرسہ رہتے اور ان کا کھانا مرزا الٰہی بخش مرحوم کے یہاں سے آتا۔ کسے خبر تھی کہ یہ مسجد کبھی تبلیغی جماعت کا مرکز بنے گی۔

وفات

۴ر شوال ۱۳۱۵ھ (۲۶ر فروری ۱۸۹۸ء) انتقال فرمایا "عفی لہ" تاریخ وفات ہے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے کئی بار نماز جنازہ پڑھی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہو گئی تو ایک صاحب ادراک بزرگ نے یہ دیکھا کہ مولانا اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کر دو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ میرے انتظار میں ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے پسماندگان

مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے تین صاحبزادے تھے پہلی بیوی سے مولانا محمدؒ صاحب جو سب سے بڑے تھے اور اپنے والد کے جانشین ہوئے اور دوسری بیوی سے (جو حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قدس سرہ کی نواسی تھیں جن سے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد نکاح کیا تھا) دو صاحبزادے مولانا محمد یحیٰی صاحب (حضرت شیخ المشائخ قطب زمانہ مولانا زکریا زید مجدہٗ کے والد محترم) اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی ولادت اور بچپن

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی "اختر الیاس" تاریخی نام ہے

حضرت کا بچپن اپنے ننھیال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب مرحوم کے پاس نظام الدین میں گذرا اسوقت کاندھلہ کا یہ صدیقی شیوخ کا خاندان دینداری کا گہوارہ تھا۔ مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، عبادت گذاری، شب بیداری، ذکر و تلاوت کے قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں۔ (جس کا کچھ حال اس کتاب کی ابتدائی سطور میں گذرا) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے ایک روز اس قسم کے حالات بیان فرمانیکے بعد فرمایا یہ وہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی ہے۔ اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی (حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

بچپن ہی میں خاندان کے دستور و رواج کے مطابق قرآن پاک حفظ کر لیا۔ چونکہ قرآن پاک کا حفظ کا خاندان میں عام رواج تھا۔ کہ خاندان کی مسجد کی ڈیڑھ صف میں موذن کے سوا کوئی غیر حافظ نہ ہوتا تھا۔

اختر تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے اندر بچپن سے ہی نجابت و سعادت اور بزرگی کے آثار موجود تھے۔ امی بی (جو حضرت کی نانی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی تھیں اور رابعہ رشیدہ بی بی تھیں) حضرت پر بہت ہی شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ "اختر مجھے تجھ سے صحابہؓ کی خوشبو آتی ہے" کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھکر فرماتیں "کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہؓ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد

اور حضرت میں ابتدا سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی والہانہ شان

کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

جب میں مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آجاتے ہیں۔

بچپن سے جذبۂ جہاد

حضرت کے ہم عمر و ہم مکتب ریاض الاسلام صاحبؒ کاندھلوی متولی ریاض الاسلام بیان کرتے ہیں کہ۔

جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے ایکدن آپ لکڑی لیکر آئے اور کہا آؤ میاں ریاض الاسلام چلو بے نمازیوں پر جہاد کریں۔

بالائے سرش زہوش مندی ۔۔۔ می تافت ستارہ بلندی

قیام گنگوہ

۱۳۱۴ھ یا ۱۳۱۵ھ کے شروع میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ تعلیم معقول کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہمراہ گنگوہ لے گئے۔ جو اس وقت علماء و فضلاء کا مرکز تھا۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ اور قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس سرہ کی صحبت اور مجالس کی دولت حضرت کو شب و روز حاصل تھی دینی جذبات کی پرورش نیز دین کی سمجھ اور اس کا سلیقہ پیدا کرنے میں ان کیمیا اثر صحبتوں اور مجالس کو جو دخل ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں مولانا کی دینی اور روحانی زندگی میں اس ابتدائی ماحول کا فیض برابر شامل رہا انسان کی زندگی میں مقام و ماحول کا اثر قبول کرنے کیلئے جو بہترین زمانہ ہو سکتا ہے حضرت قدس سرہ کا وہ زمانہ گنگوہ شریف کے روحانی ماحول میں گذرا کہ جب گنگوہ آئے تو دس گیارہ سال کے بچے تھے۔ جب ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ہوئی تو بیس ۲۰ سال کے جوان تھے۔ تو گویا دس برس کا عرصہ قطب الاقطاب قدس سرہ کی صحبت

میں گذرا۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کامل استاد اور مربی تھے۔ جو تعلیم میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم میں درسی کتب اکثر نہیں پڑھاتے تھے۔ بلکہ خود اصول و قواعد لکھکر سہ حرفی و دو حرفی لفظ بناتے تھے کہ ان کی گردانیں اور تعلیلیں بنائیں۔ استعداد آفرینی اور قوت مطالعہ کی طرف مولانا کی اصل توجہ تھی۔ بے حاشیہ و شرح کی کتاب عموماً طالب علم کو پڑھنے کو دیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کچھ تو ابتدا سے لاغر و نحیف تھے۔ گنگوہ کے قیام میں صحت اور خراب ہوگئی۔ درد سر کا خاص قسم کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے مہینوں سر جھکا نا حتی کہ تکیہ پر سجدہ کرنا بھی ناممکن تھا۔ حضرت گنگوہی کے صاحبزادے حکیم مسعود احمد صاحبؒ نے اپنے خصوصی طرز کے مطابق پانی پینے کا پرہیز بتایا۔ جسے مولانا قدس سرہ نے خوب نبھایا اور کامل سات برس پانی نہیں پیا۔ اس شدت علالت اور خاص طور پر دماغی کمزوری کیوجہ سے تعلیم منقطع ہونے کا بڑا صدمہ اور بے کلی رہتی تھی آپ کا پڑھنے کیلئے اصرار تھا۔ اور ہمدردوں کا مشورہ مسلسل آرام کرنیکا مولانا قدس سرہ فرماتے تھے کہ ایک روز بھائی نے کہا کہ آخر پڑھکر ہی کیا کروگے۔ میں نے کہا جی کر کیا کرونگا۔ اس اصرار اور طلب کی بنا پر پڑھنے کی اجازت ہوگئی۔ اور سلسلہ تعلیم پھر جاری ہوگیا۔

حضرت گنگوہیؒ سے بیعت

حضرت قطب عالم محدث گنگوہی قدس سرہ باوجودیکہ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ مگر غایت تعلق اور حضرت مولانا قدس سرہ کے غیر معمولی حالات کی بنا پر ان کی خواہش و درخواست پر بیعت فرمالیا۔

حضرت گنگوہیؒ سے قلبی تعلق

حضرت مولانا الیاس صاحب قدس سرہ کی فطرت میں شروع ہی سے محبت کی چنگاری تھی کہ حضرت قطب عالم قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس سرہٗ سے

ایسا قلبی تعلق ہوگیا تھا کہ حضرت کے بغیر تسکین نہ ہوتی فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رات کو اٹھ کر صرف چہرہ دیکھنے کیلئے جاتا زیارت کر کے پھر آکر سو رہتا۔

حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کو بھی آپ کے حال پر ایسی ہی شفقت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے بھائی سے کہا کہ اگر حضرت اجازت دیدیں تو میں حضرت کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں۔ مولانا محمد یحیٰی صاحب قدس سرہ نے حضرت سے ذکر کیا تو فرمایا مضائقہ نہیں۔ الیاس کی وجہ سے میری تعلق میں فرق اور طبیعت میں انتشار نہیں پیدا ہوگا۔

حالت ذکر حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا حضرت سے کہا تو حضرت تھمر اگئے اور فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے یہی شکایت حاجی صاحب سے کی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لیگا۔

حضرت گنگوہی کی وفات کا صدمہ ۱۳۲۳ھ میں جب قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا انتقال ہوا اس وقت مولانا محمد الیاس صاحب بالین پر موجود تھے اور سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے اس حادثہ کا آپ کے اثر پذیر قلب پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ فرماتے تھے کہ دو ہی غم میری زندگی میں سب سے بڑھکر ہوئے ایک والد کا انتقال ایک حضرت کی وفات اور فرمایا حضرت ہم بھی تو ساری عمر کا رونا اسی روز رو لئے جس روز حضرت دنیا سے رخصت ہوئے۔

سکوت و مراقبہ حضرت قطب عالم محدث گنگوہی کی وفات کے بعد گنگوہ کے قیام کے دوران اکثر سکوت اور مراقبہ طاری رہتا تھا شاید سارے دن میں کوئی ایک بات کرتے ہوں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب (اطال اللہ بقائہ) تحریر فرماتے ہیں۔

اس زمانہ میں ایک دستور چا جوان کے چپ اور خاموش رہنے کا تھا۔ یاد نہیں کہ دن رات میں شاید کوئی لفظ بولتے ہوں اُس زمانہ میں مجھ سے فرمایا کہ اگر تو چھ ہفتے چپ رہے تو میں تجھے ولی کر دوں۔ مجھ میں اس زمانہ میں بلا وجہ بھی بولنے کا مرض تھا لیکن کچھ زمانے کے بعد نظام الدین میں میں نے ان سے عرض کیا کہ میں چھ ماہ چپ رہ کر دکھلا دوں۔ فرمانے لگے وہ بات گئی۔ (آپ بیتی صفحہ ۱۵۴)

طرز تدریس اس دور میں حضرت شیخ زید مجدہ کے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ سے ابتدا فارسی پڑھنے کا طرز حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

کہ ہم لوگ اس زمانہ میں ان سے ابتدائی فارسی پڑھتے تھے ان دنوں ان کا دستور یہ تھا کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے پیچھے ایک بوریہ پر بالکل خاموش دوزانو بیٹھے رہتے تھے ہم لوگ حاضر ہوتے اور کتاب ان کے سامنے رکھکر انگلی کے اشارہ سے سبق کی جگہ انکو بتلا کر سبق شروع کر دیتے تھے اور فارسی شعر پڑھتے تھے اور ترجمہ کرتے تھے۔ جہاں ہم نے غلط پڑھا انگلی کے اشارہ سے انہوں نے کتاب بند کر دی اور سبق ختم کیا مطلب یہ ہوتا کہ دوبارہ مطالعہ دیکھکر لاؤ۔ (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف رجوع اور بے پناہ تعلق

حضرت قطب عالم محدث گنگوہی قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری سے رجوع فرمایا اور سلوک کی تکمیل فرمائی اور اول شیخ کے مثل شیخ ثانی سے بھی وہ بے پناہ عشق و محبت جذب و فنائیت اور خود فراموشی ہوئی

(جو اس طریق میں تریاق اور اکسیر محض ہے) جسکا کچھ پتہ اس واقعہ سے چل سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آخری علالت میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایسا بیمار تھا اور اتنا کمزور ہو رہا تھا کہ بالاخانہ سے نیچے نہیں اتر سکتا تھا اتنے میں یہ خبر سُنی کہ حضرت سہارنپوری دہلی تشریف لائے ہیں۔ بس بے اختیار اسی وقت پیدل دہلی روانہ ہو گیا۔ یہ یاد بھی نہیں رہا کہ میں اس قدر بیمار اور کمزور تھا کہ بالاخانہ سے اترنا دشوار تھا۔ دہلی کے راستہ میں مجھے یاد آیا۔ (مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت ص ۵۱)

شیوخ و اکابر کی نظروں میں خاص امتیاز و اعزاز

ذکر و اشغال، نوافل و عبادات کے ساتھ شروع سے ہی مجاہدانہ جذبات سینہ میں موجزن تھے، اور جذبہ و شوق، عزم و ہمت سے آپ کی زندگی کا کوئی دور خالی نہیں رہا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ انہیں اوصاف کی وجہ سے شیوخ و اکابر کے حلقہ میں بھی حضرت قدس سرہ خاص امتیاز اور اعزاز کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی اکابر کی موجودگی میں امامت کیلئے حضرت قدس سرہ کو ہی بڑھایا جاتا۔

خود انکی اپنی شادی کے موقع پر کاندھلہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری، مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی موجود تھے۔ نماز کا وقت آیا تو امامت کیلئے آپ کو بڑھایا۔ مولوی بدر الحسن صاحب (مولانا رفتیار الحسن صاحب کے بڑے بھائی) خاندان کے ایک بزرگ موجود تھے۔ انھوں نے از راہ ظرافت کہا کہ اتنی بڑی بڑی گاڑیاں اور ایسا ہلکا پھلکا انجن

جوڑ دیا۔ حضرات میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر ہے۔
(مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے کام نہ کرنیکی شکایت

حضرت اقدس قدس سرہٗ چونکہ نحیف و نزار تھے اس لئے جسمانی مشقت کے کاموں میں حصہ نہ لے سکتے تھے اور مطالعہ اور ذکر و عبادت ہی میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا ایکدفعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کے کتب خانہ کے منتظم (جو بڑے مخلص و ہمدرد تھے) نے حضرت قدس سرہ کے کچھ کام نہ کرنیکی شکایت کی تو حضرت محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ نے سنا تو بہت تکدر کا اظہار فرمایا اور فرمایا۔

حدیث میں آتا ہے هَلْ تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ (تم کو جو رزق ملتا ہے اور تمہاری مدد کی طرف سے جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے کمزور افراد ہی کی برکت سے تو ہوتی ہے) مجھے اعتقاد ہے کہ مجھے اسی بچہ کی برکت سے رزق مل رہا ہے۔ آئندہ اس سے کچھ نہ کہا جائے جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہا جائے۔ (حوالہ بالا)

مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرسی کیلئے تقرر

شوال ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور سے ایک بڑا قافلہ حج کو روانہ ہوا جس میں مدرسہ مظاہر العلوم کے اکثر بڑے بڑے مدرسین تھے اس موقع پر متعدد نئے اساتذہ کا تقرر ہوا۔ اسی سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ بھی مدرسہ کے نئے مدرسین میں شامل ہوئے۔ اور متوسط کتابیں آپ کو دی گئیں۔ حضرات حجاج کی واپسی ہونیکے بعد دوسرے جدید اساتذہ سبکدوش ہو گئے۔ مگر حضرت قدس سرہٗ

بدستور درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پڑھانے کے زمانہ میں مطالعہ کی طرف بڑی توجہ تھی۔ چنانچہ کنز الدقائق کیلئے بحر الرائق، شامی اور بہار دیکھتے تھے اور نور الانوار کیلئے حامی کی شروح و توضیح و تلویح تک مطالعہ میں رہتی تھیں۔ (حوالہ بالا)

سفر حج کیلئے بیقراری

۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اور مولانا محمود حسن شیخ الہند قدس سرہما نے حج کا قصد فرمایا۔ حضرت قدس سرہ کو اس کا علم ہوا تو حج کیلئے بہت بیقرار ہوئے فرماتے تھے کہ۔

مجھے ان حضرات کے بعد ہندوستان تاریک ہوتا نظر آیا۔ اور یہاں کا رہنا مشکل معلوم ہونے لگا۔ لیکن اجازت کا مرحلہ درپیش تھا۔ عجب کش مکش کی حالت تھی۔ ہمشیرہ (والدہ مولوی اکرام الحسن) نے یہ بیقراری دیکھی تو کہا کہ میرا زیور لیلو اور چلے جاؤ امید نہ تھی کہ والدہ صاحبہ آسانی سے اجازت دیں گی۔ اور اتنی طویل مفارقت اور اتنا دور دراز کا سفر گوارہ کریں گی۔ مگر الحمدللہ انہوں نے بھی اجازت دیدی۔ دوسرا مرحلہ بھائی مولانا محمد یحیٰی صاحب کی اجازت کا تھا۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ والدہ اجازت نہ دیں گی۔ انکی اجازت پر محمول کیا وہ اجازت دے چکی تھیں۔ آخری مرحلہ مولانا خلیل احمد صاحب کی اجازت کا تھا ان کی خدمت میں خط لکھا اور سامان سفر کی سب صورتیں لکھدیں کہ ایک صورت یہ ہے کہ ہمشیرہ کا زیور لے لیا جائے۔ دوسرے قرض۔ تیسرے بعض اعزہ روپئے دیرہے ہیں۔ مولانا نے سفر کی اجازت دی اور آخری صورت کو ترجیح دی۔ (حوالہ بالا)

خلاف امید مولانا محمود حسن صاحب کی ہمرکابی ہوگئی۔ مولینا

خلیل احمد صاحب پہلے جہاز سے تشریف لیجا چکے تھے۔ آپ دوسرے جہاز سے شوال ۱۳۴۳ھ میں مولانا کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں واپس آکر ۱۳۴۵ھ میں فرائض تدریس میں باقاعدہ مشغول ہوگئے۔ (حوالہ بالا)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا سانحۂ انتقال

حج کے دوسرے سال ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے انتقال کیا۔ یہ سانحہ مولانا کیلئے بڑا صبر آزما تھا مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ مربی بھی تھے۔ استاد بھی، شفیق بھائی بھی تھے۔ اپنی خصوصیات اور محبوبیت و مقبولیت کی وجہ سے پورے حلقۂ احباب کو مولانا کی مفارقت کا سخت صدمہ ہوا۔ لیکن مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے دل پر اس صدمہ کی جو چوٹ لگی اس کا درد آخر تک محسوس ہوتا تھا۔ معمول تھا کہ جب مرحوم بھائی صاحب کا ذکر کرتے تو ایک محویت سی طاری ہو جاتی اور سب کچھ بھول جاتے، انکے اوصاف و کمالات اور انکے واقعات کا مزہ لے لیکر ذکر کرتے اور فرماتے۔

حضرت میرے بھائی ایسے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ انکی جامعیت مصالحانہ روش، اعتدال طبیعت مختلف عناصر بظاہر اضداد کو جمع کرنے اور جمع رکھنے کی خداداد قابلیت، غیر معمولی ذکاوت اور سلامت فہم کے واقعات بڑی تفصیل اور دلچسپی سے سناتے اور علوم میں آپکے بعض تحقیقی کلمات و کلیات کا حوالہ دیتے۔ (حوالہ بالا)

حضرت مولانا محمد صاحبؒ کا سانحۂ انتقال

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کی وفات کے دو سال بعد ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ شب جمعہ میں عشاء کی نماز کے بعد وتر کے سجدہ میں بڑے بھائی مولانا محمدؒ صاحب قدس سرہ نے انتقال فرمایا۔ جو ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ حلم و تواضع

رحمت و شفقت اور خشیت و انابت کی مجسم تصویر اور عباد الرحمٰن[1]
الذین یمشون علی الارض ھونا (الآیۃ) کا نمونہ، کم گو، بے آزار
عزلت پسند، بڑی خوبیوں کے جامع بزرگ تھے باپ کی جگہ بنگلہ
والی مسجد میں مقیم تھے۔

نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قیام

بھائی کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب
قدس سرہ نے اس خاندان کے محبین و معتقدین کے سخت اصرار اور
وہاں کی ضرورت کے احساس کی بنا پر باجازت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
محدث سہارنپوری قدس سرہ وہاں قیام فرمایا۔ مدرسہ کی کوئی مستقل
آمدنی نہ تھی جس سے آسانی کے ساتھ اخراجات پورے ہوں۔ بڑی
سختی اور تنگی سے گذران ہوتی تھی کبھی کبھی فاقہ کی نوبت آجاتی مگر حضرت
قدس سرہ کے ابرو پر بل نہ آتا۔ بعض اوقات اعلان فرمادیتے کہ آج
کھانے کو نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے رہے اور جس کا جی چاہے چلا جائے۔
اور اپنا کہیں اور انتظام کرلے طلبہ کی بھی ایسی روحانی تربیت
ہو رہی تھی کہ کوئی جانے کیلئے تیار نہ ہوتا۔ بعض اوقات جنگلی پھلوں
(گولر وغیرہ) سے پیٹ بھر لیا جاتا۔ طلبہ خود جنگل سے جاکر لکڑی کاٹ
کر لاتے روٹی پکاتے اور چٹنی سے کھاتے۔

حضرت قدس سرہ کی تعمیر کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ آپ کے رفیق قدیم
مدرسہ کے سابق طالب علم حاجی عبدالرحمٰن نو مسلم مرحوم کی سعی پر حضرت
قدس سرہ کی طبیعت کے خلاف دہلی کے بعض حضرات نے کچھ حجرے
تعمیر کرادیئے۔ حضرت واپس تشریف لائے تو سخت ناراض ہوئے مدت
تک حاجی صاحب سے نہیں بولے اور فرمایا۔

---

[1] رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں ۱۲ بیان القرآن

"اصل چیز تعلیم ہے .... کے مدرسہ کی عمارت جب سے پکی ہوئی تعلیم کچی ہو گئی " (حوالہ بالا)

درس حدیث کی عظمت

حدیث کا درس دیتے تو پہلے وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور فرماتے کہ حدیث کا حق تو اس سے زیادہ ہے یہ اقل درجہ ہے ۔ حدیث پڑھاتے وقت کسی سے بات نہ کرتے ۔ کوئی معزز آدمی آجاتا تو درس چھوڑ کر اس کی طرف التفات نہ فرماتے ۔

مدرسہ کے اسباق اور طلبہ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے بڑی جانکاہی اور جاں فشانی کے ساتھ طلبہ کو چھوٹے بڑے سبق خود پڑھاتے ۔ بعض ایام میں اسی ، نوے طلبہ خود پڑھاتے یا طالبعلموں کے پڑھنے کی مشغولیت اور انہماک کا اندازہ اس سے ہوگا کہ کسی زمانہ میں مستدرک حاکم کا درس صبح کی نماز سے پہلے ہوتا تھا ۔ (حوالہ بالا)

میوات میں قیام مکاتب

اور حضرت قدس سرہ نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ میوات کے علاقہ میں جگہ جگہ قرآن پاک کی تعلیم کے مکاتب قائم کئے اور ان کے اخراجات کا بندوبست فرماتے ۔ اولاً اپنی آبائی جائداد کی آمدنی خرچ کر ڈالی پھر لوگوں کی امداد قبول کی ۔ (حوالہ بالا)

عمومی دعوت و تبلیغ

مگر میو قوم غفلت و جہالت کی وجہ سے بے دینی کے اس مقام پر پہنچ چکی تھی جس کا حضرت قدس سرہ کو احساس تھا اور بڑی بے کلی رہتی تھی ۔ حضرت قدس سرہ نے ان مکاتب کے سلسلہ کو بھی ایسی قوم کی اصلاح کے لئے ناکافی سمجھا ۔ اسلئے عمومی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا ۔

دوسرا سفر حج اور بے چینی و اضطراب

شوال ۱۳۴۴ھ میں حضرت قدس سرہ نے دوسرا سفر حج

کے لئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی ہمرکابی میں تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقاء چلنے کیلئے جب تیار ہوئے تو انہوں نے مولانا کو عجیب بے چینی و اضطراب میں پایا۔ آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے کچھ دن توقف کے بعد رفقاء نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے ذکر کیا۔ آپ نے مولانا کی حالت دیکھکر فرمایا کہ تم ان سے چلنے کیلئے اصرار نہ کرو ان پر ایک حالت طاری ہے یا تو تم اتنا انتظار کرو کہ یہ ازخود تمہارے ساتھ چلے جائیں یا تم خود پہلے چلے جاؤ یہ بعد میں آجائیں گے۔ چنانچہ رفقاء ٹھیر گئے۔

دورانِ قیام اس کام کیلئے امر ہوا

حضرت قدس سرہ فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام کیلئے امر ہوا اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ کچھ دن میرے اس بے چینی میں گذرے کہ میں ناتواں کیا کر سکوں گا، کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ بس کام لینے والے کام لیں گے۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی۔ اور مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی اور تبلیغی گشت شروع فرمادیا۔

تیسرے حج کے بعد کام کی رفتار کو بڑھا دیا اور منظم طریقہ پر جدوجہد شروع کی

۱۳۵۱ھ میں تیسری بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اس حج سے حضرت اپنے کام اور نظام کے متعلق مزید وثوق و اطمینان اور یقین لیکر آئے اور کام کی رفتار کو بڑھا دیا۔ حج سے واپسی پر تشریف لاکر حضرت نے بڑی جماعت کے ساتھ میوات کے دو دورے کئے کم سے کم ستّر آدمی اس سفر میں ہر وقت ساتھ رہتے تھے باقی جا بجا مجمع بہت ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دورہ

ایک مہینہ کا تھا یہ دوسرا دورہ کچھ کم ایک مہینہ کا سفر کے وقت جماعتوں کو گانووں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ گشت لگا کر آؤ۔

حضرت قدس سرہ نے میوات کی تحصیلوں کے نقشے اور پورے ضلع گوڑگانوں کا نقشہ تیار کرایا۔ سمتیں اور لائینیں قائم کی گئیں۔ اور حضرت قدس سرہ نے ہدایت کی کہ تمام مبلغین کارگذاری قلم بند کریں۔ گانووں کی آبادی اور ایک گانوں کا دوسرے سے فاصلہ لکھا جائے آس پاس کے بڑے بڑے گانوں اور ان کے نمبرداروں کے نام لکھے جائیں اور بتلایا جائے کہ کون لوگ زیادہ آباد ہیں۔

اس جد و جہد کا اثر غرض اس طرح منظم طریقہ پر جد و جہد کیگئی کہ میوات کے اندر و باہر دورہ کرنے کے لئے جماعت بکثرت بننے لگیں۔ مناسب مقامات پر جلسے و اجتماعات کئے جاتے جس سے کچھ نئی جماعتیں تیار ہو کر اطراف و جوانب یا یوپی کا گشت کرنے کیلئے نکلتیں تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقہ میں دین اور دینداری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور اس تاریک خطہ میں جو صدیوں سے تاریک چلا آرہا تھا۔ ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی۔

جس علاقہ میں کوسوں مسجد نظر نہیں آتی تھی۔ وہاں گانوں گانوں مسجد بن گئیں اور دیکھتے دیکھتے اس ملک میں ہزاروں مسجدیں بنکر کھڑی ہو گئیں صدہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم کئے گئے حفاظ اور فارغ التحصیل علماء کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی۔ ہندوانہ وضع و لباس سے نفرت ہو کر اسلامی و شرعی لباس کی وقعت دلوں میں پیدا ہو گئی۔ ہاتھوں سے کڑے اور کانوں سے مرکیاں اتر گئیں۔ ڈاڑھیاں رکھنا شروع کر دیا۔ سود خواری و شراب نوشی اور دیگر جرائم و رسومات ختم کر دئے گئے۔ اور اب تو میوات ہی یوپی ہی کیا دنیا کے ہر ملک کا ہر خطہ ہر بستی ہر شہر اس سے

فیضیاب ہو رہا ہے اور ہر جگہ دینی شعور، دینی طلب اس جماعت کی برکت سے بڑھ رہا ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اگر کوئی اسلامی سلطنت اپنے پورے وسائل استعمال کرتی اور لوگوں کو دین کے قریب کرنے اور واقف کرنے کیلئے بہت بڑا تنخواہ دار عملہ رکھتی یا سیکڑوں کی تعداد میں مدارس و مکاتب قائم کرتی تو اپنی سلطنت کے کسی علاقہ میں اس خوبی کے ساتھ دین نہیں پھیلا سکتی تھی اور زندگی کا انقلاب تو مادی وسائل کے قابو سے بالکل ہی باہر ہے۔ (حوالہ بالا)

اسلام کے مرکز میں دعوت دینے کی آرزو

حضرت قدس سرہٗ کو اس کی بڑی آرزو تھی جو آخر وقت تک قائم رہی (اور اب بحمد اللہ پوری ہو گئی) کہ اگر ہندوستان کا کام کچھ جم جائے تو آپ اپنے چند مخصوص رفقاء کے ساتھ اسلام کے مرکز میں جا کر اس کام کی دعوت دیں اور وہاں اسکو شروع کریں کہ یہ دین کی سوغات ہے اور وہاں کے رہنے والے اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ "بضاعتنا ردت الینا" کہہ کر اس کا استقبال کریں۔ اور پھر ان کے ذریعہ سے یہ دولت عالم اسلام میں گھر گھر بٹے۔ ۵۶ھ میں آپ کے دل میں بڑی شدت سے اسکا داعیہ پیدا ہوا اور آپ ۱۸ ذیقعدہ کو حج کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں جا کر یہ دعوت پیش کی۔

اپنے کام پر وثوق و اعتماد

حضرت قدس سرہٗ کو اپنے اس کام پر یقین بے حد بڑھ چکا تھا اور جوش حد سے فزوں تھا مگر اہل علم اس کام کے شایان شان توجہ نہ کر سکے تھے جس کا حضرت کو بڑا قلق اور بے چینی رہا کرتی تھی۔ روز بروز یہ یقین بڑھتا ہی جاتا تھا کہ وقت کے تمام فتنوں کا علاج اور زمانہ کے ہر تقاضے کا جواب

اصل دین کی یہی کوشش ہے۔ جب کوئی نیا فتنہ پیدا ہوتا تو دل کا یہ جوش زبان اور قلم پر آجاتا۔ ایک ایسے ہی موقع پر ایک دینی مدرسہ کے ایک ذمہ دار کو تحریر فرمایا۔

میں کون سی قوت سے سمجھاؤں اور کون سی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کو کون سی قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں اور متیقن اور بدیہی اور معلوم کو مجہول اور مجہول کو معلوم کیونکر بناؤں میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنا کے سیل کے روکنے کی سد سکندری سوا میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوت جہد کو اور اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مساعی کو متوجہ کر دینے کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ غیب سے اس صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وبار کا علاج ہے۔ جیسا کہ عادت ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ وبار کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کے پیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔

اسی یقین اسی درد اور اسی خطرہ کو اور خوف کو ایک دوسرے گرامی نامہ میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں۔

از بندۂ حقیر فقیر ناکارۂ دو جہاں محمد الیاس عفی عنہ

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات اللھم لک الحمد شکراً ولک المن فضلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔ میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہو نیسے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا

اور اس کے قرب اور اسکی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور بہ کثرت سے نظر آتا ہے۔ وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے استقبالیہ بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کہ موجب حرمان و خسران و بدنصیبی نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

حضرت قدس سرہٗ کی قربانی اور محنت و کوشش کا اندازہ لگانے کیلئے حضرت کی یہ تحریر جو حضرت نے چند میواتی احباب کو لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

میں اپنی قوت و ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا۔ میرے پاس بجز اسکے کہ تم لوگوں کو اور قربان کر دوں۔ کوئی اور پونجی نہیں میرا ہاتھ ہٹاؤ! (حوالہ بالا ص۱۲۳)

بیماری کی خاص وجہ

ایک صاحب نے حضرت مولینا سید ابوالحسن صاحب علی ندوی دامت برکاتہم کو حضرت قدس سرہٗ کی حالت لکھی جبکہ حضرت اخیری مرض مرض الوفات میں مبتلا تھے۔

بفضلہ تعالیٰ حضرت کو اب کافی افاقہ ہے۔ مگر ضعف بہت ہے۔ باوجود حکماء کی تاکید کے بولنا بند نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کیلئے بول کر مرجانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ اس سے خاموش رہکر صحت حاصل کروں۔

فرماتے ہیں کہ میری بیماری کی خاص وجہ یہی ہے کہ علماء توجہ نہیں کر رہے ہیں۔ علماء آئیں جو سمجھنے کے اہل ہیں۔ اگر اس کے لئے ان کو قرض لینا پڑے تو نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ برکت دیگا۔ میری بیماری نعمت ہے۔ اسی کو سن کر لوگ آئیں۔ مگر لوگ نہیں آتے اس کی برکتوں کا کھلا ہوا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ان کلمات کو فرماتے وقت حضرت کی وہ حالت تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

خاص کر آخری جملہ (حوالہ بالا ص ۱۴۳)

مرض الوفات میں اس کام (احیاءِ دین) کی بے چینی

حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی دامت برکاتہم نے حضرت کے مرض الوفات کے وقت کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اس موضوع (احیاءِ دین) کے سوا کوئی بات کہنا تو درکنا سننا تک گوارہ نہ تھا اگر کوئی شخص دوسری بات سامنے شروع کر دیتا تو اکثر اوقات برداشت نہ فرما سکتے۔ اور فوراً روک دیتے خدام میں سے کوئی خیریت مزاج پوچھتا تو فرماتے۔

بھائی تندرستی بیماری تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس میں کیا خیریت بے خیریت، خیریت تو جب ہے کہ جس کام کیلئے پیدا کئے گئے ہیں وہ کام ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو چین ہو۔ صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حال میں چھوڑا تھا۔ اس میں ادنیٰ تغیر آنے کو بھی وہ خلاف خیریت سمجھتے تھے۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب راوی ہیں کہ مولانا کے وطن کاندھلہ سے آپ کے کچھ اعزہ عیادت کیلئے آئے۔ مولانا نے پوچھا کس لئے آئے کہنے لگے آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے۔ فرمایا۔ جو مٹنے کیلئے بنا ہے اس کی خیریت پوچھنے کیلئے کاندھلہ سے یہاں تک آؤ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو مٹنے والا نہیں وہ مٹا جارہا ہے اور تم اس کی خبر نہیں لیتے۔ (حوالہ بالا ص ۱۷۶)

دینی دعوت و تبلیغ سے قلبی تعلق

حضرت قدس سرہ کو اس دینی دعوت و تبلیغ سے جو قلبی تعلق تھا۔ اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ حجاز مقدس

سے ایک والا نامہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کے پاس آیا جس کا

یہ جملہ ملاحظہ ہو۔

عین الحسن کا خط آیا جس میں تبلیغ کا ذکر نہیں تھا بھلا کیا دیکھا جاتا۔[۵۱]

حضرت قدس سرہ کو اگر کسی بات سے یہ اندازہ ہوتا کہ کسی شخص کو میری ذات سے تعلق ہے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ دین سے تعلق ہونا چاہیئے۔ کسی ایسے شخص کی خدمت قبول کرنے اور اس سے راحت حاصل کرنیکے روادار نہ تھے جو محض جسمانی خدمت پر اکتفا کرتا ہو۔

ایک مرتبہ ایک میواتی سر پر تیل کی مالش کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد ان پر نظر پڑی۔ پہچان لیا۔ فرمایا۔ تم کبھی تبلیغ میں حصہ نہیں لیتے۔ میں تم سے کام نہیں لے سکتا چھوڑ دو۔

ایک پیرمرد ایک مرتبہ آگے بڑھے۔ مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ ان کو مجھ سے بہت تعلق و محبت ہے مگر کبھی انہوں نے میری یہ بات نہیں مانی اور میری دعوت قبول نہیں کی۔ یوں دل و جان سے میری خدمت کے لئے حاضر ہیں آپ ان کو لیجا کر سمجھائیے کہ اس کام میں حصہ لیں۔ اس کے بغیر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ مولانا الگ لیگئے، اور ان سے گفتگو کی انہوں نے کہا کہ میں تو تہیہ کر کے آیا ہوں کہ اب حصہ لوں گا۔ مولانا نے جا کر اطلاع کی۔ آپ نے کی اجازت دی اور ان کے ہاتھ چوم لئے۔[۵۲]

عوام کیساتھ ہمدردی کا اعلیٰ نمونہ

سیدی و مولائی حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب (نفعنا اللہ وسائر الناس بطول حیاتہ) نے بیان فرمایا کہ۔

ایکدفعہ میوات کے سفر میں میں حضرت کے ساتھ تھا اور

[۵۱] اکابر کے خطوط ص ۱۲ [۵۲] حوالہ بالا ص ۱۲

ایک صاحب اور تھے سخت گرمی کا موسم تیز لو، دوپہر کا وقت پیدل کہہ ایک بستی میں پہنچے۔ انہوں نے پتھر کے مکان میں قیام کا انتظام کیا۔ حضرت کو ایک چارپائی پر لٹا دیا اور ہم ایک چارپائی پر برابر ہی لیٹ گئے مگر تو کیا نیند آتی سوچا تھا کچھ دیر حضرت آرام فرمالیں نیند آجائے تو کچھ تکان دور ہو جائے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ میواتیوں کی جماعت کی جماعت ملاقات کیلئے شور کرتے ہوئے آئے۔ میں جلدی سے اٹھا اور ان کو اندر آنے سے روکا اور آہستہ سے کہا کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ملنا۔ حضرت کو آواز پہنچ گئی اور فوراً اٹھکر بیقراری سے فرمایا۔ مفتی جی رحمت آنے دو آنے دو اور کھڑے ہوکر سب سے مصافحہ و معانقہ فرمایا خیریت معلوم کی۔ ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا۔ مفتی صاحب تک طالب کے دل میں اتنی طلب پیدا نہ کردو کہ وہ جوتی کو چپاتی سمجھنے لگے جب تک سختی کا حق نہیں۔

دعوت و تبلیغ کے سوا کسی چیز کے سننے اور دیکھنے کا تحمل جاتا رہا

مرض الوفات کی حالت تحریر فرماتے ہوئے حضرت مولینا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

جس قدر وقت موعود قریب آتا جاتا تھا طبیعت کی نزاکت اور بے تابی اور کام کی سرگرمی بڑھتی جا رہی تھی، دعوت کے سوا کسی چیز کے سننے اور دیکھنے کا تحمل جاتا رہا تھا۔ انتہائی ضعف و ناطاقتی کے باوجود بستر علالت پر پڑے ہوئے پورے کام کی خود نگرانی فرمارہے تھے اور برابر دن رات میں کئی کئی بار بلا کر اس کے متعلق جزئی ہدایات اور لوگوں کے نام پیغامات دیتے رہتے تھے،

اس کا بھی اندازہ لگاتے تھے اور برابر خیال رکھتے تھے کہ مجلسوں میں، حلقہ درس میں اور دسترخوان پر تبلیغ و دعوت کے سوا اور کوئی اور گفتگو نہیں ہوتی۔ اگر کبھی اسکا علم ہو جاتا تو طبیع نازک پر بڑا گراں گذرتا۔ ذکر و تعلیم و تبلیغ میں مصروف رہنے کی تاکید فرماتے رہتے۔ اور بجائے زجر و تنبیہ اور ملامت کے وعظ و ترغیب سے کام لیتے اور اکثر کسی واسطہ اور کنایہ سے فرماتے اور متوجہ کرتے۔ (حوالہ بالا صـ۱۴۲،۱۴۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتخاب

۱۲ر جولائی چہار شنبہ کے دن شیخ الحدیث صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا ظفر احمد صاحب کو یہ پیام پہنچا کہ مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب مولوی احتشام الحسن صاحب، مولوی یوسف صاحب مولوی انعام الحسن صاحب مولوی سید رضا حسن صاحب،

ان حضرات نے دو بار مشورہ کرکے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خلافت کیلئے "القول الجمیل" میں جو شرائط لکھے ہیں وہ سب بحمداللہ ان میں پائے جاتے ہیں۔ عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں۔ فرمایا۔

اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ تعالی اسی میں خیر و برکت فرمائیں، مجھے منظور ہے یہ بھی فرمایا کہ پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی، اب بہت اطمینان ہو گیا ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ میرے بعد کام چلیگا۔

شام کو فرمایا کہ جس کو مجھ سے بیعت کرنا ہے بیعت کرلے مشورہ ہوا کہ اس وقت تکان بہت ہے کل پر مؤخر رکھا جائے۔ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

آخری شب رات سے سفر کا اہتمام تھا پوچھا کہ کیا کل جمعرات ہے عرض کیا گیا جی ہاں! فرمایا کہ میرے کپڑوں کو دیکھ لو کہیں کوئی نجاست تو نہیں ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ نہیں ہے۔ اطمینان و خوشی ہوئی۔ چارپائی سے اتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش کی۔ مگر تیمارداروں نے منع کیا۔ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز شروع کی۔ مگر قضائے حاجت پیش آگئی۔ بعد میں دوسری جماعت سے حجرہ میں نماز پڑھی۔ فرمایا آج کی رات دعا اور دم کثرت سے کراؤ۔ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں۔ مولوی انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ وہ دعا کس طرح ہے اللّٰھم ان مغفرتک۔ انہوں نے پوری دعا یاد دلائی

اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ۔

اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے۔

یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا۔

آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرا دو اور نیچے اتار دو۔ اور دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

یوسف آ رہا ہے ہم تو چلے ۱۲ بجے گھبراہٹ کا ایک دورہ پڑا جس پر ڈاکٹر کو فون کیا گیا ڈاکٹر آئے اور گولی دی رات کو بار بار اللہ اکبر، اللہ اکبر کی آواز آتی ہی

پچھلے پہر مولوی یوسف صاحب اور مولوی اکرام الحسن صاحب کو یاد فرمایا مولوی یوسف صاحب سے فرمایا۔ یوسف آ مل لے ہم تو چلے۔ اور صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفریں کے سپرد کی اور عمر بھر کا تھکا مسافر جو شاید کبھی اطمینان کی نیند نہ سویا ہو۔ منزل پر پہنچ کر گہری نیند سویا۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	اے اطمینان والی روح تو اپنے
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً	پروردگار کی طرف چل اس طرح تو اس سے
مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي	خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ پھر تو میرے بندوں
وَادْخُلِي جَنَّتِي ٥	میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کا حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ سے کمال عقیدت کا تعلق

پیارے محبوب بھائی کی یادگار وتشانی اور اپنے داماد اور شاگرد اور بھتیجے سے جب کہ وہ شیخ وقت اور غوث زمانہ بھی ہو ایک مربی عالم شیخ وقت کو کتنا سرور کتنی خوشی ہوگی اس کا اندازہ اسوقت لگانا مشکل ہے۔ اور ان بے پناہ شفقت و محبت کے ساتھ جو ضروری تھی شاگردی و دامادی و بھتیجہ ہونیکے رشتوں کے باوجود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کا معاملہ حضرت شیخ المشائخ، غوث زمانہ حضرت شیخ سہارنپوری اطال اللہ بقائہ کے ساتھ ایسا تھا جیسا بزرگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ سہارنپوری زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے صنو الاب، نائب الشیخ، مربی و استاد کی شفقتیں تو میرے حال پر جتنی بھی ہونی چاہئے تھیں ظاہر ہے مگر ان شفقتوں کے ساتھ ساتھ ان کا طرز ایسا ہو گیا تھا جس نے مجھے بہت ہی شرمندہ کر رکھا تھا۔ (آپ بیتی ص۳ و ۴ صفحہ ۱۵۴)

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے بعض مکاتیب حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کے نام

حضرت شیخ المشائخ شیخ الحدیث اطال اللہ بقائہ کے نام ایک مکتوب گرامی ملاحظہ ہو۔

بخدمت شریف عزیزم محترم گرامی قدر ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

گرامی نامہ موجب مسرت و عزت ہوا۔ آنعزیز کی تشریف آوری کا بے حد اشتیاق ہے۔ اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ تو ماشاء اللہ حضرت گر ہیں۔ ورنہ مجھ نکمے اور ناکارہ کو کون پوچھتا اگر آپ کی توجہ اور کرم نہ ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سب سے پہلے آپ نے ہی الطاف و اکرام فرمایا پھر شیخ جی نے اظہار تعلق کیا۔ اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گستاخیاں اور ظاہر ہونگی۔ مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی بھی کچھ اصلاح ہو جائے۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(مہر ڈاکخانہ ۵ فروری ۱۹۳۱ء) (اکابر کے خطوط ص ۴۲)

ایک دوسرا مکتوب عالی ملاحظہ ہو۔

بعزیزم محترم شیخ الحدیث زادت محاسنکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار کے آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہو کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز! اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح
کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے۔ اللہ جل شانہ نے یہ تبلیغ کی
نہایت فائدہ بخش اور اصول اسلام کو حاوی، نہایت سہل اور
نہایت عظیم صورت اس ناچیز کو عنایت فرمائی ہے۔ یہ ناچیز اس
نعمت عظیمہ و جلیلہ کی قدردانی اور شکرگزاری اور تواضع میں اپنے
نفس کو بہت ہی کمزور پاکر اس نعمت کے کفران سے بہت خائف ہے،
نیز تمہاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو
اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل
ہے، حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔
اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ
پکڑے گی۔ تو ان شاء اللہ یہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان
ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر
دیں۔ میری اس میں دعا سے ضرور مدد کیجیو اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس

(مہر ڈاکخانہ ۹ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ) (حوالہ بالا)

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے آپ کے اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے
انتظار رہتا ہے۔ کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی اہمیت
آپ کی متانت اور استقلال ہر دل تسلیم کئے ہوئے ہے باقی سب
آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔ (حوالہ بالا ص۵۵)

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

میرا جی یوں چاہے ہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھ دیں۔
(حوالہ بالا ص۵۴)

اسی مکتوب گرامی کے شروع میں یہ جملہ بھی ہے۔

آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔ (حوالہ بالا)

ایک مکتوب گرامی

از بندہ حقیر فقیر، ناکارہ دو جہاں محمد الیاس عفی عنہ

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات اللھم لک الحمد شکراً ولک المن فضلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کتنی بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہو نیسے جسقدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اسکا قرب اور اسکی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے۔ وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسران و بد نصیبی نہ ہو ان ہی میں چند امور جلسوں میں پیش آتے ہیں خصوصاً جو قریب ترین جلسوں اور اس کے دس میل کے قریب رام گڈھ میں جو پیش آتے ہیں وہ بھی انہی میں سے ہیں اور اسی میں جو موجودہ اہم قابل تحریر ہے وہ یہ ہے کہ اس جمعہ کو طرفین کے میو ؤں خاص تبلیغی غرض کیلئے بہادر گنج کی جماعتوں کی طرف سے انعقاد جلسہ قرار پاکر نہایت فضل عظیم یہ ہے کہ اس کی پہلی شب میں مولینا حسین احمد صاحب مبلغ، محرک، محرض قرار پائے ہیں۔ خدا جانے کیوں میرے دل پر ان کی اس مقصد کیلئے تشریف آوری کا پہلی مرتبہ اور الذکر ہونے کی بنا پر اثر عظیم کر رہی ہے۔ اور اسی اثر کی بنا پر سائل و طالب عاجز ہو کر آپ کی بارگاہ کی طرف ملتجی ہوں کہ

اس جلسہ کے مقررین و سامعین کے باستقلال و طمانیت تامہ اس پر
جمنے اور نہایت جمنے اور چالو ہونے کیلئے بارگاہ ایزدی میں ملتجی
و داعی بخشوع و خضوع بہت استقلال سے رہیں اور اس کیلئے پوری
طرح صرف ہمت فرمادیں اور بھی جس کو مناسب سمجھیں اور موقعہ
ہو تو اس کی کامیابی بکلاد علاوہ صرف ہمت میں مشغول رکھیں۔ نیز ظاہری
کوئی تدبیر اس کی تثبیت تنشیط کی ذہن میں آدے اس میں سعی کریں۔
گھر میں سب بچیوں کو اور سب ملنے والوں کو ما وجب۔
(۲ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ)

ایک گرامی نامہ میں یہ القاب درج ہیں۔
گرامی قدر، عزیز محترم، منبع الاخلاق والشیم، معدن جود و کرم
مخزن فضل و علم مولانا الشیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا صاحب۔
ایک مکتوب عالی کے شروع میں ہے۔
" ستارۂ منیرہ من عزیزی سلمکم اللہ " (حوالہ بالا ص۵۲)
حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ اپنے اکثر اہم امور
میں حضرت شیخ زید مجدہ سے ضرور مشورہ لیا کرتے حضرت اقدس شیخ سہارنپوری
اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔
ان کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات آتی تو وہ
بلا تکلف فرما دیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اسوقت
تک فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے
ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا کہ وہ میرے مشورہ اور
منظوری پر رکے ہوئے ہیں۔ ایکدفعہ میں حاضر ہوا تو چچا جان نے
فرمایا کہ ہمارے دوستوں کا اصرار یہ ہے کہ تبلیغی جماعت جب گشت

کے واسطے جائے تو ایک مختصر سا جھنڈا ان کے پاس ہونا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ بالکل نہیں۔ فرمایا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ کی جماعتیں تو نماز کے لئے بلانے جاتی ہیں اور مسجد میں جمع کرتی ہیں اور نماز کے لئے جھنڈا انفا رد ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ جزاکم اللہ بس بھائی ملتوی۔
(آپ بیتی ص۱۹۵، ۱۹۶، ص۱)

ایک دفعہ اتفاقیہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کو دہلی جاتے ہوئے تاخیر ہوئی تو حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ کی مشکوٰۃ شریف کا شروع حضرت شیخ زید مجدہ سے کرانے کی وجہ سے کئی ماہ مؤخر فرمایا۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں۔

چچا جان نور اللہ مرقدہ نے عزیزان مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب سلمہٗ کی مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ کئی ماہ تک مؤخر کی کہ مجھے اتفاقیہ حاضری میں دیر ہوتی رہی اور پھر اپنی موجودگی میں میرے شدید انکار کے باوجود خود پاس بیٹھ کر مجھ سے کرائی اور ترمذی شریف کی بسم اللہ قبل از وقت یہ کہہ کر اس سیہ کار سے کرائی کہ تمہارا دوبارہ آنے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ ترمذی شریف کی بسم اللہ کراتے جاؤ۔

عزیزان کو صرف ابوداؤد پڑھنے کیلئے ایک سال کیلئے سہارنپور بھیجا جس میں انہوں نے ابوداؤد کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابیں بھی دوسرے اکابر حدیث سے پڑھیں یا سُنیں۔ (آپ بیتی ۵ ص۱۱۹)

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک مقولہ اور اس کی شرح

حضرت شیخ زید مجدہٗ اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس ناکارہ کے چچا جان قدس سرہ کا ایک مشہور مقولہ تھا جو بار بار فرمایا۔ کہ میری تبلیغ کا جتنا یہ (زکریا) مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کسی موافق سے موافق اور معین و کارکن سے بھی حاصل نہیں ہے۔ اور یہ دونوں ارشاد ان کے بالکل صحیح تھے۔ پہلے جملہ کی شرح تو یہ ہے کہ یہ ناکارہ، سیہ کار، نابکار علمی زلہ پر اشکالات خوب کیا کرتا تھا، یہاں بھی ایک جملہ معترضہ آگیا۔ میرے مخلص دوست قاری مفتی سعید مرحوم نے ایک مرتبہ مجھ سے یوں فرمایا کہ حضرت دہلوی کی چیزوں پر جتنا تم اعتراض کرتے تھے مولانا یوسف مرحوم کی باتوں پر اتنا اعتراض نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ بالکل صحیح کہا۔ چچا جان کے سامنے تو میری حیثیت تو ایک شاگرد اور خورد کی تھی، میرے اعتراض سے نہ تو ان کی شان پر کوئی اثر پڑتا تھا اور نہ کام پر، عزیز یوسف کے ساتھ میرا معاملہ بڑائی کا ہے، مجمع میں اس پر اعتراض کرنے سے کام پر بھی اثر پڑے گا اور ان کے وقار پر بھی اس لئے مجھے جو کہنا ہوتا ہے تنہائی میں کہتا ہوں۔

چچا جان نور اللہ مرقدہ کے دوسرے جملہ کا مطلب یہ تھا۔ جس کو انہوں نے بار بار مجمع میں بھی فرمایا کہ میری یہ نسبت میرے معاصرین خاص طور سے حضرت مدنی، حضرت میرٹھی نور اللہ مراقدھما وغیرہ جتنا اس سے دبتے ہیں مجھ سے نہیں دبتے، یہ میرے لئے ذریعہ ہے اگر یہ نہ ہو تو مجھے دبالیں۔ اور یہ بالکل صحیح فرمایا ان دونوں اکابر کے یہاں اس سیہ کار کی بہت شنوائی تھی۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر ایک دفعہ نظام الدین میں یہ ناکارہ اور حضرت رائپوری تشریف فرما تھے چچا جان قدس سرہ

نے خواب دیکھا کہ سب سے آگے چچا جان چل رہے ہیں ان کے پیچھے میں چل رہا ہوں میرے پیچھے حضرت اقدس مرشدی و مولائی سہارنپوری چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ تعبیر دو۔ حضرت اقدس رائے پوری نے عادت کے موافق فرمادیا کہ اس کی تعبیر تو حضرت شیخ دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلا جز تو صاف ہے کہ میں تو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر چلا نہیں جاتا۔ مگر دوسرا جزء بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ فرمانے لگے کہ بس یہ خواب تو بہت صاف اور واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں۔ میری پشت پناہی صرف تم سے ہو رہی ہے اگر تم نہ ہو تو میرے معاصرین مجھ کو دبا لیں گے۔ اور تمہاری پشت پناہی حضرت نور اللہ مرقدہ سے ہو رہی ہے کہ حضرت کی وجہ سے یہ حضرات تم سے دبتے ہیں۔ اور یہ بالکل صحیح فرمایا۔ بیسیوں واقعات اس قسم کے پیش آئے جن کا لکھوانا اب بے ادبی ہے۔ (آپ بیتی ملا ص۱۶۵ تا ص۱۶۷)

شہ عبدالرحیم اس سے مراد حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز خلیفہ و محب نہ قطب اقطاب محدث گنگوہی قدس سرہٗ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی مختصر سوانح جن کا تذکرہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ اس طرح فرماتے ہیں۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا :: کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ صدیوں کے بزرگان مشاہیر کا نمونہ بن کر دنیا میں آئی تھی۔ شان تفویض کی مجسم تصویر، بحر توحید کی غواص، تسلیم و رضا میں غرق اور توکل و اعتماد میں فنا۔ شریعت میں آپ عالم متبحر تھے۔ مگر طریقت کا آپ پر

غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو مولوی و عالم نہ سمجھتا تھا۔ یکسوئی اور وحدت نشینی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی مگر حق تعالیٰ کو آپ کے نور فیضان سے عالم کو منور کرنا تھا اس لئے جس گمنامی و تنہائی کے آپ متمنی و شیدا تھے اس میں کامیاب ہوئے مخلوق کو قدرتی طور پر آپ کی طرف کشش ہوتی اور آپ جتنا دنیا سے بھاگتے، گھبراتے اور دامن چھڑاتے تھے اسی قدر دنیا آپ کا تعاقب کرتی لپکتی اور دامن پکڑتی تھی۔ آپ کے حالات عجیبہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے، محبوبیت آپ پہ سایہ فگن تھی اور اس لئے مخلوق کو آپ کے وجود با وجود سے ظاہری و باطنی ہر قسم کا ہر وقت نفع پہنچا رہتا تھا۔ آپ کا قیام قصبہ رائپور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں تھا۔ جس کے نیچے نہر جاری تھی، اور دنیا ہی میں حق تعالیٰ نے آپکو "جنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" کا مصداق بنا رکھا تھا۔ آپ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں تھے اور غلبہ کتمان و اخلاص کی وجہ سے نقشبندیت کا آپ پر غلبہ تھا۔ کہ باغ کے پتہ پتہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ سنائی دیتا اور بے حس و بے مس شخص بھی حاضر خدمت ہو کر اس اندرونی الذت کو محسوس کرتا تھا جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گذرا کرتا تھا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

قرآن و سنت سے عشق آپ سنت نبویہ کے عاشق تھے اور تعلیم قرآن مجید سے بالخصوص مانوس کہ تمام علوم دینیہ بلکہ دین کی اصل یہی ہے اور عام طور پر اس کی طرف توجہات کے قلیل ہو جانے سے آپ کی توجہ اسکی طرف اور زیادہ بڑھ گئی تھی، جگہ جگہ مکاتیب قرآنیہ جاری کرنے کے آپ حریص تھے۔ اور بچوں کو

صحیح، صاف، سادہ لہجہ میں قرآن مجید پڑھتا ہوا دیکھکر آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

مثالی مدرسۂ قرآن

خود آپ کے باغ میں بھی ایک مدرسہ تھا جو توکل کا مجسمہ تھا کہ نہ کوئی جائداد اس کے لئے وقف تھی نہ کہیں سے چندہ مقرر تھا بلکہ حاضر ہونے والے مخلصین میں کوئی اہل مال یا خوش حال حاضر ہوتے تو ان کے سامنے مدرسہ کا تذکرہ کرنا بھی آپ پہ گراں گذرتا تھا کہ یہ تذکرہ بھی ایک قسم کا سوال ہے اور مخلوق پر اپنی حاجت کا پیش کرنا یا اس میں کسی قسم کی ان سے مدد چاہنا آپ کی طبعی عزت کو گوارا نہ تھا، بایں ظاہری بے سروسامانی کے بستی کا یا باہر کا جو بچہ بھی پڑھنے کے خیال سے آتا وہ بشوق و رغبت لیا جاتا اور اس کو اپنا محسن سمجھ کر محبت و شفقت کے ساتھ فوراً داخل کر لیا جاتا تھا۔ ماشاءاللہ اس مکتب میں ۶۰ سے زائد طلبہ تھے جن کے کھانے اور کپڑے کی تمامی ضروریات خزانۂ غیب سے پوری ہوا کرتی تھیں۔ ان طلبہ میں اندھے اور معذور بھی ہوتے تھے۔ جن کی کفالت والدین اور کنبہ کو بھی بار معلوم ہوتی تھی۔ اور اس لئے وہ مدرسہ میں آجاتے تھے کہ یہاں ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والے ان کو ملتے تھے۔ نیز یہاں ایسے چھوٹے نوعمر بچے بھی تھے جن کو خود منہ دھونا بھی اچھی طرح نہیں آتا تھا اور انکے ماں باپ ناداری کی وجہ سے ان کو مکتب میں پہنچا دیتے تھے یہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی کہ مدرسہ میں پہنچ جانے کے بعد ان بچوں کا ایسا دل لگتا تھا کہ پھر نکالے بھی نہ نکلتے تھے ہر خوردسال اور نابینا و معذور بچہ کسی سمجھدار بڑے طالب علم کی نگرانی میں دیدیا جاتا تھا کہ وہی اس کی بول و براز و خورد و نوش کی تمام ضروریات کا کفیل بنتا۔ ہاتھ پکڑ کر جنگل لیجاتا واپس لاکر حمام و سقایہ بتاتا لوٹے میں پانی لیکر منہ دھوتا اور آہستہ آہستہ

ہر ستھرائی وصفائی کی پیار کے ساتھ اس کو تعلیم دیتا رہتا تھا۔ تمام عموماً گاؤں کے باشندے ہوتے تھے۔ جن کی گذران سادہ اور جفاکشی طبعی عادت تھی اس لئے حضرت کو اس کا لحاظ بھی زیادہ تھا کہ طلبہ کاہل نہ بنیں لہٰذا ان کی اور مدرسہ کی تمامی ضروریات کا بار خود انہیں پر تھا کہ چند طلبہ کے متعلق روٹی پکانا اور وہ مدرسہ سے چھٹی ملتے ہی سارے مدرسہ کی روٹیاں پکایا کرتے اور چند طلبہ کے ذمہ پانی لانا تھا کہ وہ وقت آتے ہی گھڑے لیکر نہر پر چلتے اور جس قدر پانی کی بھی مدرسہ کے تمام طلبہ کو ضرورت ہوتی وہ گھڑے اور مٹکے لبریز کر دیا کرتے تھے مسجد کا سقایہ بھی وہی بھرتے اور جنگل سے خود لکڑی کاٹ کر یا چن کر بھی طلبہ ہی لاتے تھے آٹھویں دن اپنے اور اپنے ان ناسمجھ بچوں کے جو ان کی تحویل میں ہوتے کپڑے دھوتے اور نہر پر جاکر خود نہاتے اور ان کو مل مل کر نہلا یا کرتے تھے۔

غرض ضروریات بشریہ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو ان سے نہ لیا جاتا ہو۔ اور اس طرح پر نہ ان میں کاہلی آنے پاتی تھی اور نہ ان میں وہ مادہ پیدا ہوتا تھا جس کی وجہ سے آئندہ اپنی ضروریات پورا کرنے میں ان کو عار آوے یا کسی کام کو خلاف شان سمجھیں۔ خس پوش مکان جس کی دیواریں بھی پھولس اور بانس کی تھیں ان کا مدرسہ تھا اور جنگل کی زمین جو نہ کبھی میلی ہو کہ دھلنے کی ضرورت پڑے نہ پھٹے اور نہ پرانی ہو کہ بدلنے کی حاجت پیش آوے ان کا فرش تھا۔ جس پر دینی و دنیوی ضروریات سے فارغ ہو کر آرام سے لیٹتے اور ہنسی خوشی سو کر ہنستے خوش ہوتے اٹھ بیٹھا کرتے تھے۔

صبح صادق سے ڈھائی گھنٹہ قبل آخر شب میں سب کو جگا دیا جاتا اور وہی وقت ان بچوں کے اپنا سبق یاد کرنے کا ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ طلبہ دائرہ بنا کر ایک چراغ بیچ میں رکھکر تھوڑے تھوڑے فصل پر بیٹھ جاتے اور دن میں پڑھا ہوا سبق یاد کر کے اٹھا کرتے تھے۔

اس طرح بچپن ہی سے ان کو اخیر شب میں اٹھنے کی عادت ہو جاتی اور وہ برکات جو اس مبارک وقت میں قدرت نے رکھی ہیں باسانی ان کو حاصل ہو جاتی تھیں۔ نو وارد طلبہ شروع شروع میں کسمساتے مگر ساٹھ ستر طلبہ کا باآواز بلند پڑھنا ان کو میٹھی نیند سونے نہ دیتا اور آخر چار دن کے بعد وہ خود اپنے زمرہ میں شامل ہو جاتے تھے کہ نہ نیند رہتی تھی۔ نہ خمار۔ یہ سنسان گھڑیوں کے چند منٹ جس میں معدہ بھی صاف اور ہلکا ہوتا تھا اور یکسوئی بھی بدرجہ کمال تھی۔ وہ دن کے چند گھنٹوں سے بڑھکر حفظ میں مدد دیتے اور صبح کو سبق ایسا فر فر سناتے تھے کہ تمام دن رٹنے والا کبھی ایسا نہیں سنا سکتا۔

صبغۃ الٰہی مکتب

مکتب کیا تھا نائب رسول جامع شریعت و طریقت شیخ کی خانقاہ تھی۔ جس میں کچی لکڑیوں کو باسانی سیدھا کیا جاتا اور ان اخلاق حسنہ کو عادت و خو بنا کر دلوں میں رچایا جاتا تھا جو بڑے ہو کر برسوں کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔

ایثار و شفقت علی الخلق کا ان بچوں میں ایک خاص مضمون ہوتا تھا اور قناعت و صبر کا ایک مخصوص رنگ۔ ایکمرتبہ صبح سویرے بندہ خس پوش مسجد میں چلا گیا جو خس پوش مدرسہ کے متصل تھی تو وہیں سے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی جس کی عمر سات آٹھ برس کی تھی سسکیاں لے رہا اور اس کا نگران طالب علم بڑے پیار کے لہجہ میں اسی اپنی دیہاتی سادہ زبان میں اس سے پوچھ رہا تھا کیوں رو رہے ہے۔ کیا ماں یاد آرہی ہے۔ یا پیٹ میں درد ہے۔ میں تو تیرے پاس موجود ہوں اور تیری ہر خدمت کو حاضر ہوں۔ کچھ تو بتا کیوں پریشان ہے تاکہ اس کا انتظام کروں۔ دیر ہو گئی کہ نہ بچہ کی سسکیاں تھمیں اور نہ طالب علم پوچھنے اور بہلانے پھسلانے سے اکتایا آخر جماعت کا وقت آیا تو اس کو گود میں اٹھا کر باہر لایا

اور خدا جانے کہ کیا تدبیر کی کہ اسکو منالیا اور وضو کرا کے اس کو سنتیں پڑھانے میں لگا دیا۔ سلام پھیر کر دیکھتا ہوں تو وہ پیچھے بچوں کی صف میں بیٹھا دعا مانگ رہا ہے۔

مسجد نبوی کا نقشہ صرف یہی ایک جگہ تھی جہاں مسجد نبوی کا نقشہ نظر آتا تھا اور بارش میں ٹپک کر سجدہ گزار پیشانی کو تر زمین سے مانوس کیا کرتی تھی اور بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ جو لطف پھوس کے سایہ میں اس ستھرے ریتیلے فرش پر نماز پڑھنے میں نصیب ہوا وہ آج تک کبھی اور کہیں نصیب نہیں ہوا۔ [ا]

توکل کی نعمت اور توکل پر انعام خداوندی کا عجیب واقعہ حضرت (قدس سرہٗ) کو حق تعالیٰ نے توکل کی نعمت نصیب فرمائی تھی اور اس لئے مدرسہ کا یہ بڑا کارخانہ نہ کسی محصل کا حاجتمند تھا نہ سفیر و مبلغ کا بمقتضائے

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

آپ کا ایک رنگ خاص تھا جس میں آپ مستغرق تھے اور اس لئے بلا اسباب ظاہری آپ کے سارے کام منجانب اللہ انجام پایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کا قدم ابتلاء و امتحان کے وقت ڈگمگاتا نہ تھا۔

ایک مرتبہ ملا عبد العزیز صاحبؒ نے کہ آپ کے قدیم مخلص خادم اور مدرسہ کے نگران اعظم تھے آکر اطلاع دی کہ آٹا بھی ختم ہو چکا اور لکڑیاں بھی تمام ہو گئیں کل کیلئے نہ جنس کا دانہ ہے نہ پاس کوئی پیسہ۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ مگر خود فرماتے تھے دل میں اپنے مالک سے یہ دعا ہوئی کہ اے کریم آقا! تیری مخلوق جو تیرے کلام کی تلاوت و تعلیم میں مشغول ہے۔ کیا فاقہ

[ا] از تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۳۶ تا صفحہ ۲۳۹ ۱۲

گزرگئی۔ اس کے بعد فوراً ہی یہ مضمون دل پر جما کہ نوجوان، تیرا کام
اگر فاقہ ہی کرانا منظور ہے تو صبر کی توفیق بخشے گا۔ یہ بھی آپ ہی
کے ہاتھ میں ہے۔ رات ہوئی اور موجودہ غلہ پک پکا کر مٹکے خالی
ہوگئے۔ مگر آپ کی طبیعت پر نہ ہراس نہ پریشانی آئی نہ کسی
سے قرض مانگنے کا وسوسہ ہوا۔

صبح نہ ہوئی تھی کہ طالب علم جو نہانے کیلئے ندی پر گئے
تھے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا حضرت جی ندی میں لکڑیاں بہی
چلی آرہی ہیں۔ خوشی کے مارے چہرہ دمک اٹھا۔ اور آپ نے
فرمایا کہ کریم رزاق نے تمہاری روزی کا سامان بھیجا ہے۔ جاؤ
جتنی سمیٹی جائیں سمیٹ لاؤ۔ چنانچہ سارے طالب علم دوڑ پڑے
اور روک لگا کر لکڑیاں لادنا شروع کر دیں کہ دو گھنٹے میں
اتنا اونچا ڈھیر لگ گیا کہ جس سے زیادہ کی گنجائش بھی نہیں تھی۔
لکڑیوں کی آمد بھی بند ہوگئی اور اب آٹے کی ضرورت
رہ گئی۔ دو گھنٹے بعد ڈاکیہ آیا اور ڈیڑھ سو روپیہ ۱۵۰ سامنے لا کر
پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مدرسۃ القرآن کیلئے بھیجتا ہوں۔ اس کے
خرچ میں لائیں۔ آپ فرماتے تھے کہ بھیجنے والے کا نام پوچھا
تو ایسا شخص جسکو میں جانتا بھی نہ تھا۔ میں نے بار بار کہا کہ کسی اور
کا ہوگا۔ کیونکہ بھیجنے والا میرے ذہن میں نہیں آیا مگر ڈاکیہ نے کہا کہ پتہ
آپ کا، نام آپ کا، مرسل کو آپ پہچانیں یا نہ پہچانیں، مگر اس میں
کوئی شک ہی نہیں کہ آپ کا ہے۔ پس آپ نے وصول فرما لیا۔ اور
یہ کہکر ملا عبدالعزیز کے حوالے کیا۔ تو ملا جی اللہ نے اپنے مہمانوں
کے آٹے لکڑی کا سامان کر دیا۔ روٹی کا وقت آگیا ہے اس لئے
جلدی سے آٹا منگا لو کہ لکڑی موجود ہے۔ موٹی موٹی روٹیاں

پکا کر نمک سے سب کھالیں۔" آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لکڑیاں پورے چھ مہینے کام آئیں اور یہ وہ پیہ کا لو آج تک پتہ نہ چلا کہ کس نے بھیجا تھا۔ الحمدللہ اس کے بعد مدرسہ کو کبھی ایسی صورت پیش نہیں آئی اور نہ میں نے جانا کہ مولیٰ کریم کہاں سے بھیجتے ہیں؟ اور کس سے دلواتے ہیں؟ ؎

کارساز ما بساز کار ما فکر ما در کار ما آزار ما

صبر و شکر، قناعت، اخلاص، علم و یقین، تفویض و توکل، رضا و تسلیم کی آپ مجسم تصویر تھے۔ "ہر چہ از دوست می رسد نیکو است" آپ کی خو تھی، مرض اور تکلیف کا کتمان آپ میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس کا ظاہر کرنا یا زبان سے نکالنا بھی آپ اپنے اللہ جل جلالہ کی شکایت کرنا سمجھتے اور مخلص سے مخلص حاضر باش کو بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ کو تکلیف ہے۔

صبر و تحمل ایک بار حاضرین نے دیکھا کہ نماز کیلئے مسجد کو جاتے وقت آپ کے پاؤں میں لنگ ہوتی ہے اور پوچھا بھی کہ حضرت کیا کچھ تکلیف ہے؟ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں الحمدللہ ہر طرح راحت ہے کئی دن متواتر اس حال پر گذر گئے۔ آخر چھٹے ساتویں دن مسجد کو جاتے ہوئے پاجامہ پیپ اور خون سے بھر گیا اور اس وقت خدام کو پتہ چلا کہ دنبل تھا جو اندر ہی اندر پک رہا تھا۔ اور آپ زبان سے ذکر فرماتے تھے نہ چلنے میں اثر محسوس ہونے دیتے تھے کہ بزبان حال اظہار نہ ہو جائے۔

دلجوئی اور مدارات اس کے ساتھ مخلوق کی دلجوئی و مدارات بھی آپ میں کوٹ کوٹ بھری گئی تھی کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا حضرت کو سب سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہے۔ اسی لئے

دونوں کے جمع ہو جانے کے وقت آپ کو بڑی ضیق پیش آتی کہ جب آپ کا
مرض کھل جاتا تو خدام کا اصرار ہوتا تھا دوا استعمال کریں گا اور آپ
طبعی اقتضا سے دوا کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے کہ جس مالک نے
مرض دیا ہے وہی معالج کافی ہے۔ اور ادھر خدام سے صاف انکار فرماکر
ان کی دل شکنی نہ کر سکتے تھے اسی لئے مفید و مضر ہر دوا یہ سمجھ کر کہ یہ بھی
منجانب اللہ ہے آپ پیتے اور دوا کے مؤثر ہونے کا کسی درجہ میں
بھی آپ کا واہمہ نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک نادان طبیب نے مخلصانہ خدمت کا حق ادا کرتے
ہوئے آپ کو زہر دے دیا کہ فوراً آپ کو قے ہوگئی اور مرض ترقی کر
گیا۔ ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری
محال تھی، حضرت سے جسکو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں
نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا۔ مگر آپ کو حکیم صاحب
کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف
بن گئی کہ وہ بھی کتمان وضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب
تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے
اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے
اور اس کو مناسب مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان
سے ایسی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے
معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص
خدام سے ایک دفعہ ترحم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ۔

حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں غلطی تو ہر بشر کے ساتھ
لگی ہوئی ہے۔ مگر جو کچھ کیا وہ محبت وشفقت ہی کا
کیا۔ ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل

برچھی لگتی ہے۔ فاعل مختار بجز مولیٰ کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ وہ اوزار کو سرزنش کرے۔

سفر حج میں رفقاء کی دلداری

دلداری خلق کا رنگ آپ پر اتنا غالب تھا کہ پیارے سے پیاری چیز اس کے مقابلہ میں ہیچ تھی، آپ سفر حج کو چلے اور اتنی بیاسی نفر آپ کے ساتھ ہوئے جن میں مختلف طبقات اور مختلف خیالات کے لوگ تھے اتنا جم غفیر اور ان کی خبرگیری کوئی آسان نہ تھی خصوصاً جبکہ آپکے ساتھ اہلیہ اور بہو اور صاحبزادہ عبدالرشید مرحوم بھی تھے۔ کہ اپنے ہی انتظامات کی سنبھال مشکل تھی۔ مگر اللہ رے ہمت، نہ بیوی بچہ کا فکر ہوا نہ اپنی جان کا۔ رفقاء میں ہر شخص کی راحت کا خیال مقدم تھا بمبئی پہنچے تو جہاز تیار، مگر سب کے ٹکٹ ملیں تو آپ سوار ہوں اور وہاں دس بارہ سے زیادہ ٹکٹ ہی باقی نہیں آخر رفقاء کو آپنے روانہ کیا اور خود دوسرے جہاز کے انتظار میں پندرہ دن پڑے رہے۔

بیٹا بیمار ہے مگر رفیقوں کا خاص خیال

مکہ مکرمہ پہنچ کر عبدالرشید مرحوم پیچش میں مبتلا اور اتنا بیمار ہوا کہ کروٹ لینا مشکل مگر آپ کو رفقاء کے ساتھ نہ اپنی تکلیف کا حس نہ بچہ کی تکلیف کا احساس جوں توں او نٹ پہ لاد کر حج ہوا اور اب مدینہ منورہ کیلئے قافلہ کی تیاری کا وقت آیا تو ہر شخص کا تقاضا تھا کہ جلدی چلو ہمارے پاس خرچ کم رہا ہے، اور اسلئے مکہ میں ٹھہر نہیں سکتے، عبدالرشید کی یہ حالت کہ اونٹ پر لیٹنا بھی مشکل چہ جائیکہ بارہ دن مسلسل کا کٹھن سفر مگر آپنے تیاری کر دی اور مطوف کو سب کا کہرا یہ پہنچا دیا کہ اسی قافلہ میں ہمارے ساتھ چلنے کا انتظام کر دو۔

اتفاق سے بندہ بھی اپنے حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ) کے ساتھ بعد میں حاضر حرم ہو کر حضرت سے مل لیا تھا۔ یہ حال دیکھکر حضرت تشریف لائے اور بندہ ساتھ تھا۔ حضرت نے تیز لہجہ میں مولانا سے فرمایا کہ آپ مکہ میں ہیں جنگل میں نہیں۔ اس لئے اس حالت میں کہ عبدالرشید کسی طرح سفر کے قابل نہیں آپ کیوں عجلت کر رہے ہیں۔ مولانا (رائپوری قدس سرہ) چونکہ حضرت (سہارنپوری قدس سرہ) کا بہت ہی زیادہ احترام فرماتے تھے کہ شاید کوئی مرید اپنے پیر کا بھی اتنا احترام نہ کر سکے اس لئے گھبرا گئے اور عرض کیا کہ حضرت کیا کروں رفقاء کو اپنی خاطر تکلیف میں نہیں ڈالا جاتا کہ ان کو عجلت ہے اور خرچ کم ہو چلا وہ میری وجہ سے رکے تو ان کا مکہ میں بادل ناخواستہ وحشت کے ساتھ قیام ان کے لئے موجب وبال ہو جائے گا۔ حضرت نے کہ اپنے صاف گوئی کے دوسرے رنگ میں غرق تھے۔ بیساختہ فرمایا تمہیں ان کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ کہدو! جس کا دل چاہے جائے اور میں اس وقت عبدالرشید کی شدت علالت کے سبب سفر نہیں کر سکتا۔ آخر رفقاء کی مراعات آپ پر ضروری ہے تو عبدالرشید کی مراعات ان سب سے زیادہ ضروری ہے کہ رفیق سفر بھی ہے اور بیٹا ہے جس کے حقوق سب پر مقدم ہیں۔

مولانا گردن جھکا کر چپ ہو رہے اور جب حضرت چلنے لگے تو اشارہ سے مجھے (مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ) رک جانے کا امر فرمایا اور پھر تنہائی میں اپنی پریشانی و ضیق ظاہر فرمائی کہ سمجھتا سب کچھ ہوں مگر یہ لوگ میری معیت کے لئے گھروں سے چلے ہیں اب کس منہ سے جواب دوں کہ تم جاؤ میں نہیں جاتا۔ ان کے دل کیا کہیں گے کہ عبدالرحیم کی معیت کے شوق میں حج کو گئے اور اس نے

معیت چھوڑ کر ٹکا سا جواب دیدیا اب دوسری فیق حضرت کی گرانی خاطر کی پیش آگئی کہ حضرتؒ کے خلاف مزاج سفر کس طرح کروں۔

رہا عبدالرشید کا قصہ سو موت ہے یا حیات امر مقدر رہے اور وقت مقرر ہے جتنے دنوں کی لیکر آیا ہے اس میں ایک لمحہ کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ سب گذر ہی جائے گی۔ اب معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں کسی طرح حضرتؒ سے بخوشی اجازت دلا دے کہ میری تو حضرت کے سامنے عرض کی ہمت ہی نہیں۔

مجھے درحقیقت دونوں حضراتؒ سے محبت و عقیدت تھی کہ حضرتؒ اگر داہنی آنکھ تھے تو مولانا میری بائیں آنکھ تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بھی اس نا کارہ کے ساتھ اسی نسبت کا تعلق شفقت و تربیت کا تھا اس لئے دونوں حضرات کے رنگ سے انس و مناسبت رکھتا اور ہر ایک کا ترا لاحظ لیا کرتا تھا۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر حضرتؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرتؒ مجھ سے زیادہ حضرتؒ کو علم ہے کہ مولانا پر رفقاء کی مراعات و دلداری خلق کا اتنا غلبہ ہے کہ اس کے ترک پر قدرت نہیں رکھتے اور عبدالرشید کی تکلیف چونکہ بیٹا ہونیکی حیثیت سے خود حضرت کی تکلیف ہے اس لئے رفقاء کی اتنی دلجوئی پیہ کہ ساتھ بھی نہ چھوٹنے پائے اپنی ہر تکلیف کو برداشت کرنا حضرت کو سہل ہے مگر اس وقت حضرتؒ کے ارشاد پر ایک بڑی ضیق مولانا کو یہ پیش آگئی کہ نہ دلداری و معیت رفقاء چھوٹ سکے اور نہ حضرتؒ کے خلاف حکم کچھ کر سکیں۔ عجیب پریشانی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے حضرت اس کشاکشی میں خود علیل نہ ہو جائیں۔ حضرت کو مولانا سے خود محبت تھی یہ سن کر متأثر ہوئے اور فرمایا۔ اچھا بھئی بنام خدا سفر کریں۔

خدا حافظ و ناصر ہے" میں اسی وقت واپس آیا اور عرض کیا کہ حضرت اپنا قصد پورا فرما دیں کہ حضرتؒ کی طرف سے اجازت ہے چنانچہ آپ نے بمعیت رفقاء سفر کیا اور اسی حالت میں مدینہ منورہ سے ینبوع ہو کر جہاز میں سوار ہوئے۔

لختِ جگر عبدالرّشید کا انتقال

حتیٰ کہ عدن کے قریب عبدالرشید مرحوم نے اپنی عالم قدس ہوا اور آپ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بیٹے کی نعش کو سمندر کے حوالہ کر کے اسی سکون سے بیٹھے رہے جو آپ کیلئے گویا فطری تھا۔

عبدالرشید کے خسر حاجی عبدالعزیز بھی شریک حج تھے اور مرحوم کی خدمت و تیمار داری انہیں کے حوالہ تھی بنابریں جب سفر سے واپس ہو کر رائیپور پہنچا تو کمال حسرت کے ساتھ فرمانے لگے کہ مرحوم کی آخری سانس سے لیکر اب تک اس ارمان میں ہوں کہ حضرتؒ کی زبان سے عبدالرشید کا نام سنوں مگر حضرت سے کوئی نتہ کرہ ہی ایسا نہ سنا جس میں مرحوم کا نام لیں۔ نیکر انتظار میں ٹھیرا ہوا تھا کہ مجھے حضرتؒ سے مرحوم کا نام سنوا دے میں نے کہا بہتر ہے کوشش کرونگا۔

چنانچہ حاضر ہوا اور سمجھتا تھا کہ حضرتؒ کو درحقیقت میرے ساتھ بے حد محبت ہے، اس لئے سارے سفر کی باتیں کر کے میں نے عرض کیا کہ حضرت معلوم ہوا کہ عبدالرشید مرحوم جانبر نہ ہوا۔ اور عدن کے قریب رخصت ہوا۔ حضرتؒ اس کو گھول گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت مجھے عبدالرشید جیسا بیٹا سمجھیں۔

بس اس پر جوش آگیا اور بیساختہ فرمایا عبدالرشید جیسے پچاس ہوں تو تجھ پر قربان اور تیرے ساتھ محبت کا مقابلہ عبدالرشید کی محبت کیسے کر سکتی ہے؟

حضرت کی یہ شفقت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حاجی عبدالعزیز صاحب کا ارمان پورا ہو گیا کہ انہوں نے دو مرتبہ مرحوم کا نام حضرت کی زبان سے سن لیا۔ (تذکرۃ الخلیل از صفحہ ۲۴۴ تا صفحہ ۲۴۶)

حق و باطل کی معرفت کا معیار

ایکدن آپ کی مجلس میں بدعت و سنت کے مسائل اختلافیہ کی بحث ہونے لگی۔ آپ دیر تک سنتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ میرے نزدیک علاوہ دلائل علمیہ کے حق و باطل پہچاننے کا ایک معیار اور بھی ہے، وہ یہ کہ قدرت نے ہر چیز میں اس کے ہم جنس کی طرف کشش کا مادہ رکھا ہے کہ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ اور یہ قدرت کا عطیہ جس کو فطرت کہنا چاہیئے، اجسام ہوں یا اعراض سب ہی میں جاری و ساری ہے۔ پس جس فعل کے متعلق یہ شبہ ہو کہ نہ معلوم حق ہے یا باطل۔ اس میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کی طرف میلان کن قلوب کا ہوا اور کشش کس قسم کے لوگوں کی ہے۔ پس اگر دیکھو کہ بد دین، فساق و فجار کو ابتداً اس کی طرف حرکت ہوئی اور وہی قلوب جوش خروش کے ساتھ اس کی طرف لپکتے ہیں، تو سمجھ لو کہ اس فعل میں ضرور ظلمت ہے۔ اگرچہ ظاہری صورت نورانی اور دینی معلوم ہوتی ہو۔ کیونکہ اس میں نور ہوتا تو ظلمانی قلوب کو جذب نہ کرتا۔ بلکہ وہ اس سے بھاگتے۔ اور نورانی قلوب اولیاء و صلحاء کے اس کیجانب کھینچتے۔

اور اگر کسی فعل کو دیکھو کہ دیندار اہل اللہ اس کی طرف

جاتے اور عوام و بازاری اس سے بھاگتے ہیں تو سمجھ لو کہ ضرور اس فعل میں نورانیت ہے کہ اہل نور کے قلوب کو اس کی طرف کشش ہوئی اور ظلمانی قلوب نے اس سے وحشت کھائی۔

پس عوام کا کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق یہ کہنا کہ ہم تو بے پڑھے ہیں اور دونوں طرف مولوی ہیں پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ کون حق پر ہے۔ خدا کے نزدیک معتبر اور عذر قبول نہ ہوگا۔ بالخصوص جبکہ وہ دونوں طرف علماء ہونے کے قائل ہوکر بھی ایک طرف جھکے ہوئے ہیں۔ جو دلیل ہے کہ ایک شق کو ان کے نفوس نے ترجیح دیکر اختیار کیا اور اپنے اوپر سے الزام اتارنے کے لئے مولویوں میں فیصلہ نہ کر سکنے کا عذر تراشا ہے اس طرح پر غور کرنے سے ہر پڑھے بے پڑھا حق اور باطل سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ دیکھ رہا ہے کہ رسومات و بدعات رائجہ کی طرف یا وہ بازاری عوام جھکتے ہیں جن کو نماز روزہ تک سے وحشت و بے تعلقی ہے۔ اور یا وہ پڑھے لکھے مائل ہوتے ہیں جن کی نورانیت قلوب کو حب مال و جاہ نے داب لیا ہے اور اگر کوئی مخلص دھوکہ کھا کر ادھر چلا بھی گیا تو خود اپنے قلب کو ٹٹول لے کہ وہ کشش نہ ہوگی جو درود و نماز، روزہ جیسی کھلی اور صاف عبادتوں کی طرف اس کو ہوتی ہے۔ اور اسلئے امید ہے کہ ان شاء اللہ کسی وقت اس کا قلب اس کی رہبری کریگا۔ اور وہ متنبہ ہو کر نور سنت کی طرف ضرور آجائے گا۔

اس کے بعد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (یعنی انسان اپنی پسندیدہ چیزوں کے ساتھ ہوگا) یں بھی یہی راز ہے کہ محبت سے کشش ہوتی ہے اور کشش محبوب کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔

کہ جس درجہ کشش ہوگی اسی درجہ کی معیت لامحالہ مرتب ہوگی۔
اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اس لئے یہ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی محبت بڑی نعمت ہے کہ جو کچھ ملتا ہے اسی کی بدولت ملتا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمامی صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت اسی محبت پر نصیب ہوئی ورنہ آپ کا مجاہدہ عملی اس درجہ نہ تھا کہ تمام صحابہ رضؓ سے بڑھادے اور محبت وکشش کے یہ اثرات تھے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں کبھی غلطی ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس غلطی میں شریک اور شامل رہی کہ یہ غلطی کا اشتراک دوسروں کی اصابت رائے سے بہتر اور عند اللہ زیادہ وقیع تھا۔ اسی محبت کاملہ نے حضرت صدیق کو خلافت بلا فصل کا اہل بنایا۔ جس کو حضرت نے بایں الفاظ ارشاد فرمایا۔ یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ کہ جس طرح ذاتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہوتے ہوئے اللہ اور اُسکے ایماندار بندے کسی دوسرے کی حاکمیت کی طرف میلان نہیں کرسکتے اسی طرح وفاتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آپ کے محب مجانس کے ہوتے ہوتے کسی دوسرے کی جانشینی کی طرف جھک ہی نہیں سکتے کہ حقدار کے حق کو قائم رکھنا ایک نور ہے۔ اور نورانی ذات و نورانی قلوب کا نور کی طرف طبعی میلان ضروری اور فطری امر ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ص۲۵۲ تا ص۲۵۳)

تواضع وخدمتِ خلق حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب قدس سرہٗ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ۔
ایکدفعہ بندہ حاضر ہوا تو بعد مغرب دیکھا کہ مکان سے جو کہ بستی میں باغ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا کھانا خود لئے

آرہے ہیں۔ شرم کے مارے مجھے پسینہ آگیا اور میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ کیا کوئی خادم نہ تھا کہ حضرتؒ نے تکلیف فرمائی۔ بلبساختہ فرمایا دل یوں ہی چاہا کہ خود دیکھ چلوں کہ اس سے زیادہ خوشی کا وقت کون سا ہوگا؟

ایکمرتبہ حاضر ہوا تو شب کو آنکھ کھلی دیکھتا کیا ہوں کہ حضرتؒ لاٹھی لئے باغ میں پھر رہے ہیں اٹھ کر بیٹھ گیا تو حضرتؒ پاس آئے اور فرمایا جنگلی بھینسا کبھی کبھی باغ میں گھس آتا ہے۔ اس کی نگرانی کررہا تھا کہ مہمانوں کی نیند خراب نہ کرے۔ آپ اطمینان سے سو جائیے۔ صبح کو معلوم ہوا کہ حضرتؒ کی تمام رات پہرہ داری میں ہی گذری۔

ایکمرتبہ مولوی تاج الدین صاحب جو کہ حضرتؒ گنگوہی سے بیعت تھے رائپور آئے رات زیادہ جاچکی تھی اور سفر کا تکان بہت تھا ایک طرف لیٹ کر سو گئے۔ ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا ایک شخص پائینتی بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا ہے۔ مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ اوّل تو یہ سمجھے کہ شاید حضرتؒ نے کسی خادم کو بھیجدیا ہو۔ مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرتؒ مولانا ہیں۔ یہ گھبرا کر اُٹھے اور کود کر چارپائی سے نیچے آئے کہ حضرتؒ یہ کیا غضب کیا؟ فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے آپکو تکان بہت ہوگیا ہوگا ذرا لیٹ جائیے کہ آرام مل جائے۔ انہوں نے کہا کہ بس حضرت معاف فرمائیے میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپسے پاؤں دبواؤں ؎

تواضع اور مروّت گر کوئی شخص مجسم ہو
تو وہ سرتا قدم عبدالرحیم باصفا ہوگا

(تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۵۴)

احیاء سنّت و نکاح بیوہ

نکاحِ بیوگان آپ کی قوم میں عیب سمجھا جاتا تھا اس کی اصلاح میں آپ نے بہت کچھ تکلیفیں سہیں اور مصائب برداشت کیے عملاً انکی سنیت ثابت کرنے کے لئے خود بھی بیوہ سے نکاح کیا اور اس نکاح پر جو کچھ طعن و تشنیع اور جان کے خطرات آپکے رفع درجات کے لیے مقدر تھے وہ پیش آکر رہے۔ جن کو آپ نے شیر و شکر سمجھ کر پیا اور مزہ لیا

آپکے جوان صاحبزادہ عبدالرشید مرحوم کا انتقال ہوا تو صبر و رضا کی آپ مجسم تصویر تھے کہ مرحوم کے خسر کو داماد کا نام باپ کی زبان سے سُننے کی تمنا تھی۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپکے اس کی وفات کا صدمہ ہی نہیں ہوا۔ مگر میں نے جہاں تک غور کیا حزن تو غیر اختیاری اور لازمۂ بشریت ہے۔ انسان کو دو دن کے پالے ہوئے بکری کے بچہ سے بھی تعلق ہوتا اور اس کے مرنے پر دل دکھتا ہے پھر بیٹا تو بیٹا ہی ہے۔ جس کو ثمرۃ الفواد اور کلیجہ کا ٹکڑا کہا جاتا ہے۔ اس کا نوجوانی میں مرنا حزن سے کیسے خالی رہ سکتا ہے۔ لیکن اس موت کے حزن بشری و طبعی کے ساتھ ایک روحانی مسرت بھی آپکو حاصل تھی جو طبیعت ثانیہ نہیں بلکہ طبیعت اصلیہ بنگئی تھی کہ آپکو بیوہ بہو کے نکاحِ ثانی کا موقع ملا۔ اور مردہ سنت کو زندہ کرنے کی ایک قدرت حاصل ہوئی۔

چنانچہ آپ مرحوم بیٹے کی بیوہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو تسلی دی۔ پابندیٔ رسومات کی مذمت اور اسپر وعید اور احیاء سُنّت پر بشارت اور اجر و ثواب کو بیان فرماکر نکاحِ ثانی پر رضامند فرمالیا۔

اس کے بعد آپ نے شوہر کی تجویز میں خیال دوڑایا اور آخر

ایکدن مرحوم کے خسر حاجی عبدالعزیز خاں کو کہ حضرت سے بیعت بھی تھے بلا کر تنہائی میں اپنا منتہائے مراد ظاہر فرمایا۔ حاجی صاحب کو عبدالرشید مرحوم کی یاد تازہ ہوئی تو رونے لگے دیکھتے تھے کہ میں خسر ہوں اور حضرت اس مرحوم کے باپ ہیں۔ آنسو نکلے تھے کہ حضرت نے فرمایا۔ ہا، ہا حاجی عبدالعزیز خاں یہ رونے کا مقام ہے یا ہنسنے کا۔ آج خدا نے وہ دن نصیب فرمایا کہ اس کے محبوب پیغمبر کی سنت ہم ناکارہ گنہگاروں کے ہاتھوں زندہ ہو۔ یہ سخی کی بخشش اور عطا کا وقت ہے کہ اتفاق سے میسر آ گیا پس لوٹ لو جتنا لوٹا جائے۔ نہ ہوتا عبدالرشید پیدا یا نکاح سے قبل ہی مرجاتا یا بیوہ چھوڑ کر نہ جاتا تو ہم کیا کرتے اور کیونکر یہ نعمت پاتے۔ اب تک جو کچھ ہوا محض عطاء رب تھی جس میں ہمارے کسی فعل کو دخل نہ تھا اب ان عطاؤں کے شکریہ کا وقت آیا اور ہمارے کسب اور عمل کا دخل ہو تو ہم سے زیادہ بدنصیب کوئی نہ ہو اگر اس کی قدر نہ کریں۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ اور وقت نکلنے کے پیچھے بجز افسوس و حسرت کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا اس کا محتاج نہیں کہ تم سے اپنی مردہ سنت کو زندہ کرائے مگر تمہارے لئے فخر کا موقع ہے کہ تم کو سو شہیدوں کا اجر دینے کیلئے انتخاب فرمائے۔

پھر میرے حقوق تعلقات ادا کرنیکا دن بھی یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں یہ نکاح ضابطہ پُری کا اور رواجی دل سے نہ ہو بلکہ امنگ اور ولولہ پر مبنی ہو کہ حقیقت میں مسلمان کے خوش ہونے کے قابل یہی نکاح ہے۔ چونکہ مجھے تم سے توقع ہے کہ اس وقت دین کی خاطر میرے قوت بازو بنو گے۔ اور کر دکھاؤ گے جو مسلمان کو ایسے موقع پر کرنا چاہئے۔ لہذا مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اتنا کہتا ہوں

کہ فلاں جگہ میں نے تجویز کی ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد اس خوشی کو آنکھوں سے دیکھوں۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا اور ردِ عمل ہوا کہ عمل کرنیوالے دنیا سے رخصت ہو لئے مگر کارنامہ آب زر سے لکھا ہوا ہر دل پر ثبت ہے۔

بہو کو آپنے باپ کے گھر پہنچایا کہ اعلان عام اسی میں تھا۔ اور یہ نکاح اوّل کا اس کو نمونہ بنانا تھا باوجودیکہ عبدالرشید کے نکاح میں آپ تشریف نہیں لیگئے بلکہ دولہا چند احباب کے ساتھ بھیجدیا تھا کہ اس وقت اتباع شریعت اسی کو مقتضی تھا مگر اس نکاح ثانی میں آپنے شرکت کا وعدہ فرمایا اور حالانکہ علیل و کمزور تھے مگر خاص اہتمام کے ساتھ وقت سے پہلے پہنچے۔

نکاح کا وقت آیا تو عبدالعزیز خاں کو بلایا اور چپکے سے فرمایا دل یوں چاہتا ہے کہ بستی اور نواح کی ساری قوم کو دعوت دی جائے اگر مالی وسعت ہو تو اس خرچ کو جنت کی قیمت سمجھو کہ پھر وقت نہ ملے گا۔ عبدالعزیز خاں حیران تھے کہ پہلا نکاح تو اتنا سادہ کہ نہ خود تشریف لائے اور نہ کسی کی دعوت پسند فرمائی اور اب خلاف عادت خود مشورہ دے رہے ہیں اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرض لیکر بھی اس ضیافت عامہ پر تیار ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت کی جوتیوں کے طفیل سب کچھ دے رکھا ہے، جیسے جیسے ارشاد ہو دعوت دیدوں۔ یہ سنکر آپ کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا کہ آس پاس سب ہی کو بلاؤ اور ہمت ہو تو کھانا بھی میٹھا نمکین دونوں قسم کا پکواؤ اور دل کھول کر کھلاؤ کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ اجر و ثواب کی بکھیر لوٹنے کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ اسلئے

ہمت نہ ہارو اور جتنا اعلان ہو سکے خوب کرو۔

چنانچہ سب کچھ ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ شادی میں نہ خرچ کرنا منع ہے نہ بخل و تنگی واجب یہ امور دل کی خوشی کے تابع ہیں کہ دنیا داروں کے نزدیک پہلا نکاح حوصلہ و خوشی کی دکھانے کا موقع بنتا ہے مگر دینداروں کے نزدیک جس نکاح میں اللہ کا بول بالا اور رسول کی مردہ سنت زندہ ہوتی ہو اس کی خوشی کے برابر معمولی و رسمی ہزار نکاح بھی نہیں ہو سکتے کہ رسمی نکاح محض رفع ضرورت ہے۔ جیسا بھی سادہ ہو جائے بہتر ہے مگر جس خرچ میں دینی مصلحت ہو کہ جب خدا و رسول اس کے محرک ہیں۔ وہ سب صدقات کے حکم میں ہیں اور اس کا پیسہ پیسہ، ستر ستر ہزار بنکر قیامت میں ملیگا۔ غرض آپکا حال کچھ عجیب حال تھا کہ دنیا جسے غم کہتی ہے وہ آپکے لئے عین خوشی تھی اور دنیا کے نزدیک جس کا نام خوشی ہے وہ آپکے نزدیک عین غم ہے

معمہ حال میرا مثل ابر و برق و باراں تھا
میں روتے میں بھی خنداں تھا میں ہنستے میں بھی گریاں تھا

(تذکرۃ الخلیل صـ۲۵۷ تا صـ۲۶۲ مختصراً)

آپ پر محبوبیت غالب تھی ہر کہ و مہ آپ کی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کی مجلس انوار و برکات کی مخزن تھی۔ آپ کی صورت دیکھکر اللہ یاد آتا تھا۔ آپنے چاہ کنعاں میں چھپنے کی لاکھ کوشش کی مگر قدرت نے آپ کو بازار مصر میں نکال کر آخر منصہ ظہور اور تخت عروج و شہرت پر لا بٹھایا اور آپ دانہ تخم کی طرح لاکھ مٹے مگر کشت زار ہو کر مخلوق کو شکم سیر بنانے کے لئے بظاہر نمودار ہوئے بغیر نہ رہے آپ دنیا کیلئے رحمت الٰہیہ تھے کہ اجابت آپ کی دعاؤں کا استقبال کرتی اور آپ منصب ارشاد و ہدایت کے تاجدار تھے کہ درخت کا پتہ پتہ اور نہر کا قطرہ قطرہ

حاضرین کو ذکر اللہ کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔ آپ کی عمر اپنے مولیٰ کی یاد میں تمام ہوئی کہ تین برس کی عمر سے آپ کے قلب میں قطب وقت مولانا گنگوہی (قدس سرہٗ) کی محبت کا تخم جما اور آخر اسی میں تمام ہو گئے کہ ہڈیوں کا گودا بھی جل جل کر خشک ہو گیا ہے

وہ راز ہوں جو عیاں ہو کے بھی عیاں نہ ہوا
وہ نکتہ ہوں جو بیاں ہو کے بھی بیاں نہ ہوا
رُواں رُواں مرا کیا عشق میں تڑپا نہ ہوا
بیاں نہ ہو نا تھا یہ حالِ دل بیاں نہ ہوا

ایک مخلص طبیب نے آپ کے آخری مرض میں نبض دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ کو تو بہت پرانی تپ معلوم ہوتی ہے اور ایسی ہے جیسے کسی غلبۂ حزن و غم میں حادث ہوتی ہے اور اندر ہی اندر گھلاتی ہے۔

حضرت گنگوہی سے قلبی تعلق اور شیخ الہند سے محبت برسہا برس گذر جانے پر اس وقت آپ کو جوش آیا اور فرمایا۔

ہاں! حکیم صاحب سچ فرمایا مجھے تپ شروع اس دن ہوئی
جس دن حضرت گنگوہی نے دنیا کو الوداع کہا اور اس کا
بدن پر ظہور اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود حسن صاحب
مالٹا میں قید ہو گئے آج مولانا آ رہا ہو کر تشریف لے آویں تو
کچھ نہ سہی ایک دفعہ تو جھرجھری لیکر اٹھ ہی کھڑا ہوں گا۔

اتنا فرما کر چپ ہو گئے اور آخر اسیر مالٹا کے ہندوستان آنے سے قبل ہی دنیا سے سدھار گئے ہے

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد[1]
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

[1] میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر بیان کروں تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو اندیشہ ہے کہ ہڈیوں کا مغز جل جائے۔ ۱۲

مولانا محمد یحییٰ صاحب سے دل کی بے چینی کا اظہار اور مولانا کا دلچسپ جواب

ایک مرتبہ بندہ (یعنی مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ) اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم حاضر ہوئے دونوں سے حضرت کو کمال بے تکلفی تھی اسلئے جب سب اُٹھ گئے تو فرمایا مجھے ایک پریشانی ہے جس میں گھلا جاتا ہوں۔ وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے بندۂ مومن کو لقاء رب کی تمنا ہوتی ہے اور میں اپنے اندر اس مضمون کو نہیں پاتا۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب نے کہا حضرت یہ تمنا و شوق تو عند الموت ہوتا ہے اور آپ ابھی مرنے والے نہیں۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ مرنے کو تو پڑا ہی ہوں۔ اسی لئے فکر ہے کہ شوق لقاء کیوں نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا پھر حضرت ہمارے لئے تو مبارک ہے کہ ابھی حق تعالیٰ نے اس وقت کو مؤخر فرما دیا کہ وہ وقت ہوتا تو شوق لقاء بھی غالب آتا۔ چنانچہ آپ تندرست ہو گئے اور زندہ رہے حتیٰ کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب نے بھی دفعۃً انتقال فرمایا اور تیسرا روح فرسا صدمہ آپ کو پہنچا جس کو آپ نے سابق صدمات کے پہلو میں رکھ لیا آخر جب وہ وقت آیا جس کے آپ منتظر تھے تو باوجودیکہ کروٹ لینا دشوار تھا اور نماز کے لئے بھی دو آدمی سہارا دیکر اٹھاتے اور پلنگ سے اتار کر مصلے پر بٹھا دیا کرتے تھے مگر آپ پر آستانہ حجازیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفر حج کا پختہ قصد فرما لیا۔

کمال ضعف کے باوجود حج و زیارت کا شوق

میں (مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ) حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اٹھا کر تنہائی حاصل کی اور

مجسم شوق بنکر فرمایا میں تو تیرا انتظار ہی دیکھ رہا تھا کہ دل کی بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ امسال حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آفریں ہے حضرت کی ہمت پر کہ کروٹ تو لی نہیں جاتی اور قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں مستعد جوان بھی چور چور ہو جاتے ہیں۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں۔ بس مجھے تو کوئی پکڑ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا ان شاء اللہ چلا ہی جاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ یہ غلبہ شوق دبنے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا ہاں! حضرت ہمت کا حامی خدا ہے۔ جب حضرت نے قصد فرمالیا تو ان شاء اللہ پہنچنا کچھ دشوار نہیں۔

حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے اجازت حاصل کرنیکی کوشش

فرمایا الحمد للہ، الحمد للہ تو نے تو موافقت کرلی اب ایک خاص درخواست ہے۔ وہ یہ کہ بس حضرت سہارنپوری کا میرے بزرگوں میں ایک دم باقی ہے جن کے حکم کے سامنے کوئی چوں وچرا کی ہمت نہیں اس کا سہم چڑھا ہوا ہے کہ حضرت نے اجازت نہ دی اور منع فرمادیا تو پھر کیا کرونگا، بس یہ خدمت تیرے سپرد ہے کہ حضرت سے بخوشی اجازت دلوادے۔ میں چونکہ سمجھ رہا تھا کہ یہ تو سرکار کے بلاوے کی علامت ہے کہ حاضری آستانہ کا شوق بیتاب بنا رہا ہے ورنہ موسم حج میں ابھی اتنا وقت ہے کہ اسوقت تک حضرت حیات ہی رہیں تو نہ ہے نصیب، پھر آپکے دل کو پژمردہ کیوں کہوں اسلئے میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت ان شاء اللہ ضرور کوشش کرونگا

اور امید قوی ہے ان شاء اللہ حضرت انکار نہ فرمائیں گے، بلکہ کیا عجب ہے حضرت بھی قصد فرمالیں اور پھر بندہ بھی ہمرکاب ہو۔ اتنا سنکر فرحت و سرور سے حضرت کا چہرہ چمکنے لگا اور الحمدللہ الحمدللہ اب اطمینان ہوگیا۔ فرماتے ہوئے از خود اٹھ بیٹھے اور تکیہ سے سہارا لگائے دیر تک اسی کی باتیں کرتے اور مزہ لیتے رہے۔

وصیت و ہبہ کا اہتمام آپ نے وفات سے قبل اپنا تمامی سامان حتیٰ کہ بدن کے کپڑے تک وصیت و ہبہ کے ذریعہ دوسروں کی ملک بنا دیئے تھے مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ بنا کر مولانا عبدالقادر صاحب (قدس سرہ) کے حوالہ کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو یہ میرے اور تمہارے سفر حج کا خرچ ہے آخر جوں جوں حج کا موسم قریب آتا گیا آپ کا مرض و ضعف بڑھتا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اب گنجائش نہ رہی اور تیرہ سو روپیہ ترکہ بنا چاہتا ہے تب آپ نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ بھی تقسیم کرا دیا کیونکہ آپ مولیٰ کریم سے ایسی حالت میں ملنے کی متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی حبہ اور پارچہ بھی آپ کی ملک میں نہ ہو۔ بیت کے دصیان سے ہٹ کر اب آپ رب البیت کے خالص تصور میں غرق ہو گئے اور آخر چند روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ کا رواں رواں پکارتا تھا۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحت جان طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں روزے
تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

حضرت سہارنپوری کا خواب

آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہو گیا تھا اس لئے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے کس کو خیال تھا کہ فلاں وقت رخصت کا ہے؟ اور یہ ٹھیرنا چاہیئے حضرت سہارنپوری (مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے خواب دیکھا کہ

آفتاب غروب ہو گیا اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ حسب معمول تہجد کے وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر متفکر بیٹھ گئے۔ اہلیہ نے پوچھا آج عادت کے موافق نفلوں کے بعد لیٹے کیوں نہیں؟ اور طبیعت کچھ فکرمند معلوم ہوتی ہے کیا بات ہے؟ آپ نے خواب کا اظہار کیا اور محزون لہجہ میں فرمایا۔ اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں محبوس ہیں دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم کی حالت نازک نہ ہو۔

غرض صبح کو حضرت پیلون روانہ ہو گئے جہاں تبدیلِ آب و ہوا کیلئے حضرت کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا آج عشاء کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام کی خواہش ہو گی۔ نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے حضرت دوسرے کمرے میں جا لیٹے کہ دفعتہً آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت اپنے کمرہ سے لپک کر پاس آئے۔ مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

انتقال

حضرت نے پڑھنا شروع کیا اور رائپور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے ۱۱ بجکر ۱۹ منٹ پر غروب ہو گیا۔ "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" صبح کو جنازہ رائپور کیطرف چلا اور خدام کا مجمع بحسرت و اندوہ یہ کہتا ہوا پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ٥

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشا می روی

آخر اس باغ میں جہاں آپ کی حیات شریفہ کا آخری حصہ گزرا تھا، مسجد کی جنوبی سمت آپ کا وہ جسد اطہر جو رضا و تسلیم کے جھولے میں مدتوں پڑھا اور اترا تھا ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء یوم سہ شنبہ کو سپرد زمین کر دیا گیا مگر تنہا نہیں بلکہ ہزاروں یادگاریں چھوڑ کر اور ہزاروں کی حسرتیں اور تمنائیں کو ساتھ لیکر ؎

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعش حاتم کو
ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

حضرت گنگوہیؒ کے متوسلین سے غایت درجہ شفقت و محبت

حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کو اپنے شیخ و مرشد قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے جو تعلق عشق کے درجہ میں تھا جس کا کچھ حال اوپر معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے عام متوسلین سے بڑی شفقت و محبت فرماتے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

آپ کو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے متوسلین سے خاص محبت تھی کہ وہ شیخ کے یتیم بچے تھے اور شیخ کی یاد تازہ کیا کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی آتا تو گویا آپ کے ہاں عید آجاتی اور اگر کوئی خاص تعلق والا آتا تب تو آپ کی مسرت کا ٹھکانا نہیں رہتا تھا۔ اس کی خدمت و دلداری کو تمامی نوافل و اذکار پر ترجیح دیتے اور اکابر میں سے کوئی بزرگ تشریف لاتے تب تو کچھ پوچھنا ہی نہیں کہ آپ کتنا اہتمام فرماتے اور آپ کا رُواں رُواں مسرور رہتا کر

یوں پکارا کرتا تھا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں (تذکرۃ الخلیل ص۳۰)

حضرت رائپوری کا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے تعلق

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ (جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بڑی یادگار اور محبوب و مخلص خادم و کاتب خاص تھے) سے کیا کچھ تعلق ہوگا۔ اور ان کی آمد سے کتنی مسرت اور خوشی ہوتی ہوگی۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کے بلانے کا حضرت کو بڑا اصرار رہتا تھا اور قلبی خواہش ہوتی تھی کہ طویل قیام فرمائیں۔ حضرت اقدس شیخ المشائخ حضرت شیخ سہارنپوری اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰحضرت رائپوری قدس سرہ کو میرے والد صاحب کے بلانے کا انتہائی اشتیاق و اصرار رہتا تھا جس کا نمونہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس سیہ کار کے بلانے پر اصرار کے دیکھنے والے ابھی بہت ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا اصرار اور خواہش یہ رہتی تھی کہ میرے والد صاحب کثرت سے بار بار رائپور جاویں اور خوب ٹھیریں۔ اسی کا اتباع حضرت رائپوری ثانی نے اس سیہ کار کے ساتھ کر کے دکھلا دیا۔ بلکہ اس سے زیادہ کر دکھایا اعلیٰ حضرت رائپوری کا ایک خط میرے والد صاحب کے نام دونوں کے اصرار پر اس سلسلہ کا نقل کر رہا ہوں۔

المخدوم المکرم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مد فیوضہم۔ از احقر عبدالرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ملنے کی غرض سے بہٹ آنے کو بہت جی چاہتا رہا۔ مگر

اوّل تو سواری اختیاری نہیں ہے۔ دوم یہ کہ شاہ صاحب کو اخفر کے جانے پر اوپر کا کمرہ خالی کرنا پڑتا ہے کہ جس میں وہ خود تشریف رکھتے ہیں۔ بہت آپکا تشریف لانا طمانیت کا ہو تو مطلع فرماویں تاکہ بہت حاضر ہونیکا قصد کروں ایسا تو ہو نہیں کہ آپ جمعرات کو تشریف لاویں اور جمعہ کو واپس ہونے لگیں۔ اس صورت میں تو مجھے آنے جانے کی ہی تکلیف ہوگی۔ طمانیت سے ٹھہرنا ہو تو تشریف لاویں۔ راقم عبدالرحیم۔ از رائپور۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ (آپ بیتی ۱۹۱۴ صفحہ)

حضرت رائپوری قدس سرہٗ کو جو تعلق حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ سے تھا اس کے متعلق حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو میرے والد صاحب سے بہت ہی محبت اور تعلق تھا۔ ۱۳۲۸ھ کے سفرِ حج میں بہت ہی خواہش اور تمنا رہی کہ والد صاحب کو حج میں ساتھ لیکر جائیں۔ اور والد صاحب بھی تیار تھے۔ ٹیکے وغیرہ لگوائے تھے عین وقت پر کچھ ایسی مجبوریاں پیش آئیں کہ والد صاحب کو سفر ملتوی کرنا پڑا۔ (حوالہ بالا)

پنجاب کے سفر کا واقعہ

پنجاب کے سفر میں حضرت رائپوری کا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کو ساتھ لیجانیکی خواہش و اصرار کے متعلق حضرت شیخ زیدمجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے میرے والد صاحب سے فرمایا کہ یوں جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ پنجاب کا سفر تو حضرت بھی فرمالیں۔ بہت سے مشتاق ایسے ہیں جو نہیں آسکتے حضرت گنگوہی کے خدام بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ جناب کی زیارت کے بھی مشتاق ہیں۔ میرے والد صاحب نے تین شرطوں کے ساتھ قبول فرمایا۔ پہلی شرط

یہ تھی کہ اس سفر میں جو نقد ہدایہ آئیں وہ تو میرے والد صاحب کے کھانے پینے اور کپڑے کی قسم کی جو اشیاء ہوں وہ حضرت کی۔ دوسرے یہ کہ ہر جگہ کھانے اور آرام کرنے میں میرے والد صاحب آزاد ہوں گے۔ حضرت کے پابند نہ ہونگے۔ تیسرے یہ کہ میں واپسی میں ہمرکابی کا پابند نہیں ہوں۔ جہاں سے میرا جی چاہیگا واپس آجاؤں گا۔ حضرت قدس سرہ نے تینوں شرطیں منظور فرمالیں یہ ناکارہ بھی ہمرکاب تھا پہلی منزل یہاں سے انبالہ ہوئی۔ حافظ محمد صدیق کے مکان پر قیام ہوا اس کے بعد جالندھر ولدھیانہ، جگراؤں، رائے پور، گوجران تک یہ سفر ہوا۔ ہر جگہ جہاں جانا ہوتا سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فرماتے کہ صاحبزادے صاحب اور حضرت کا بستر الگ کر دو۔ پہلے چارپائی اور بستر وغیرہ بچھوا کر میرے والد صاحب کو وہاں لٹوا دیتے یہ ناکارہ شوق میں حضرت کے ساتھ رہتا۔ آگے اس واقعہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ (حوالہ بالا ص۵)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی رائپور کثرت سے آمد و رفت

اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کا زمانہ علالت (جو بڑا طویل تقریباً سات آٹھ سال رہا) میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کے کثرت سے رائے پور جانے کے متعلق حضرت شیخ زید مجدہ نے مختصر یہ فرمایا ہے۔

اس زمانہ میں والد صاحب کی بہت کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اشتیاق اور تقاضہ رہتا تھا۔ (حوالہ بالا ص۵۵)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب کے سفر کی وجہ سے دورہ کے اہم اسباق کا حرج

ہوتا تھا۔ اس لئے کثرت سے ایسا ہوتا تھا کہ جمعرات کی شام کو جاکر شنبہ کو علی الصباح واپسی ہوتی تھی۔ موٹریں بھی اس زمانہ میں نہیں تھیں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم بہتر سے بہتر گھوڑا انتخاب کر کے رکھتے۔ اور اس کو دوگنی اجرت دیتے اس زمانہ میں ایک یا ڈیڑھ روپے میں عموماً بہٹ سے سہارنپور تانگہ آیا کرتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب مرحوم اپنی انتہائی کفایت شعاری اور حسن انتظام کے باوجود اس کو تین روپے دیا کرتے تھے۔ اگر وہ بہٹ سے سہارنپور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں پہنچا دیتا تو میرے والد صاحب اس کو مزید انعام دیا کرتے تھے۔

(حوالہ بالا ص۵۶)

جب باغ کی مسجد تعمیر ہوئی تو اس کے افتتاح کے لئے اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے میرے والد صاحب کو بلایا اور بہت تاکیدی خط ایک ڈاک میں ایک دستی روانہ فرمائے جس میں بہت تاکید سے مسجد کے افتتاح کیلئے بلایا گیا تھا اور لکھا تھا کہ ضرور آنا ہوگا۔ کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ میرے والد صاحب اس کی تعمیل میں تشریف لیگئے۔ یہ ناکارہ بھی ساتھ تھا۔ بہٹ تک تو تانگہ تھا۔ اور اس کے بعد پاؤں تشریف لیگئے۔ دھوپ بڑی تیز تھی۔ آدھی پٹڑی پر جا کر لیٹ گئے۔ مجمع دیہات کا بہت پٹڑی پر کو گذر رہا تھا۔ جانے والوں سے دو تین منٹ بعد یہ پیام بھیجتے کہ آدھے راستے تو پہنچ گیا ہوں۔ اگر دیر ہو جائے تو تھوڑا سا انتظار فرمادیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ۲ بجے کے قریب پہنچے تھے۔ غسل فرمایا اور اعلیٰ حضرت نے جوڑا مع عمامہ کے تیار کر رکھا تھا اسے پہنکر جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (حوالہ بالا ص۱۲)

حضرت رائپوری قدس سرہ کا حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ سے تعلق

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب باپ سے اس درجہ تعلق ہے تو بیٹے سے کس درجہ تعلق ہوگا اور پھر بیٹا بھی وہ بیٹا جو باپ کے بھی علاوہ قطب الاقطاب محدث گنگوہی، محدث سہارنپوری، حضرت دہلوی قدس اللہ اسرارہم کی آنکھ کا تارہ اور حضرت دیوبندی و حضرت مدنی و حضرت تھانوی نور اللہ مراقدہم کا محبوب و منظور نظر ہو۔ خود حضرت شیخ اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ قدوۃ الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ و نور اللہ مرقدہ و اعلی اللہ مراتبہ کی خدمت میں بھی حاضری کی نوبت کم آئی۔ لیکن حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے زمانہ سے زیادہ ہوئی۔ میری مستقلاً حاضری تو میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے حضرت قدس سرہ کے وصال تک ۲۶ ربیع الثانی تک رہی۔ لیکن والد صاحب کی حیات میں بھی ان کی ہمرکابی میں رجب ۲۸ھ سے ان کے وصال ۱۰ ذیقعدہ ۳۴ھ تک بار بار ہوئی۔

رائپور پہلی حاضری

اس سیہ کار کی سب سے پہلی حاضری گنگوہ کے قیام میں جب میری عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ اپنے والد صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔ مولانا عبدالقادر صاحب کو پہچانتا تو یاد نہیں حضرت کی کوئی امتیازی حالت بھی اس وقت نہ تھی۔ اتنا یاد ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے ایک خادم سے جو کثرت سے حجرہ شریف میں آتے جاتے تھے، یوں ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی صاحب جو مٹھائی وغیرہ اندر رکھی ہے وہ سب صاحبزادہ صاحب کو دیدو۔ اور ان صاحب نے اندر کی جانب جو حضرت قدس سرہ کے حجرہ کے غربی جانب دوسرا حجرہ تھا۔ اب تو اس کا دروازہ بھی مستقل ہو گیا۔ اس وقت وہ کتب خانہ

تھا اس میں کئی ہانڈیاں متفرق مٹھائیوں کی اور نمکین کی رکھی ہوئی تھیں۔ اس سیہ کار کے حوالہ کر دی تھیں۔ البتہ اس وقت میں حافظ عبدالرحیم صاحب سلمہ جو اس وقت میں حضرتؒ کا کھانا لاتے تھے وہ ضرور یاد ہیں۔ اور ان سے اس زمانہ میں جان پہچان اور دوستی بھی ہو گئی تھی۔ اور اعلیٰ حضرتؒ کے حکم سے اس زمانہ میں نہر کا مخرج یعنی جس پہاڑ سے نہر نکلی ہے (جوگری والا) اس کی سیر بھی کرائی گئی تھی، اور چونکہ میرا پہلا سفر تھا اور بچپن تھا اس لئے بہت سی چیزوں کی سیر کرائی تھی اور چونکہ اعلیٰ حضرتؒ نوراللہ مرقدہ کو تیرنا بہت آتا تھا۔ اس لئے حضرتؒ نے خود تیر کر تیرنا بھی دکھایا تھا اور اور یہ ناکارہ کسرتو کے تو نبوں کو بغل میں لیکر چند منٹ تیرا تھا۔ مگر قابو میں نہیں آیا۔

اس کے بعد رجب ۳۵ھ میں سہارنپور آنے کے بعد سے تو حاضری دن بدن بڑھتی ہی رہی۔ جب بھی اس ناکارہ کی ابتداءً تبعاً اور انتہاءً اصالتاً حاضری ہوئی تو حضرت قدس سرہ کے یہاں جو بھی پھل یا مٹھائی رکھی ہوتی تو حضرتؒ ارشاد فرماتے کہ مولوی عبدالقدیر جو کچھ رکھا ہو صاحبزادہ صاحب کے حوالہ کر دو۔ یہ ناکارہ حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ خود بھی کھاتا اور مکتب کے بچوں کو بانٹتا۔ (حوالہ بالا ص ۲۳ ج ۲)

حضرت رائپوریؒ کے یہاں رمضان کا اہتمام اور حضرت شیخ زید مجدہ کے خط کا جواب

اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ کے یہاں رمضان مبارک کا بڑا اہتمام ہوتا تھا ۲۹ شعبان کو جملہ حاضرین سے مصافحہ فرما لیتے اور فرماتے کہ بس بھائی اب عید پر ملیں گے اور جو حضرات حضرتؒ قدس سرہ کے پاس رمضان گذارنے باہر سے آتے ان سے ملاقات کا بالکل وقت نہیں تھا۔ مسجد میں

جاتے آتے دور سے حاضرین زیارت کر لیتے مصافحہ یا بات چیت کا نمبر عید کے بعد آتا۔ البتہ اخص خدام جیسے مولانا اللہ بخش، منشی محمد علی وغیرہ حضرات کو اتنی اجازت ہوتی کہ تراویح کے بعد جب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سادی چائے لے جاتے اور اعلیٰ حضرت ایک دو فنجان نوش فرماتے تھے یہ حضرات حاضر رہتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ نے حضرت رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں رمضان گذارنے کیلئے لکھا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا کہ۔

"رمضان کہیں آنے جانے کا نہیں ہوتا۔ اور نہ ملنے کا اپنی جگہ یکسوئی سے کام کرتے رہو"

اس کے بعد دوبارہ حضرت شیخ زید مجدہٗ نے صرف اخیر عشرہ کیلئے لکھا۔ اس کا جواب حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ نے جو دیا تھا بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہ اللہ۔ از احقر عبدالرحیم بعد سلام مسنون دعا، تمہارا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا۔ جو سبب شروع ماہ مبارک میں عدم قیام کا ہے وہ اخیر ماہ میں بھی موجود ہے۔ باقی تم اور تمہارے ابا جان زبردست ہو۔ ہم غریبوں کی کیا چل سکے۔ یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہ مبارک میں تمکو جواب لکھوا رہا ہوں۔ باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہئیے عائشہ کو دعا، تمہاری والدہ مکرمہ کی خدمت میں سلام۔ بخدمت جناب مولانا مولوی یحییٰ صاحب۔ السلام علیکم،

راقم عبدالرحیم۔ از رائپور

یہ خط حضرت قدس سرہ کے بھانجے مولانا اشفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے قلم کا لکھا ہوا تھا ان کی طرف سے یہ اضافہ تھا۔

از محمد اشفاق عفی عنہ، السلام علیکم۔ واقعی میں موزوں بہت اس میں کچھ شبہ نہیں۔ فقط۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی رائپور آمد پر حضرت رائپوری کا اہتمام

اس کے بعد حضرت اقدس شیخ المشائخ شیخ الحدیث صاحب اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

مگر میرے والد صاحب نے فرمایا کہ تیری وجہ سے حضرت کی یکسوئی میں فرق پڑیگا اور حضرت کو تیرے کھانے پینے کا فکر رہیگا۔ اس لئے حضرت کا حرج نہ کر۔

اور یہ میرے والد صاحب نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔ حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہ کے اہتمام کو جو اس ناکارہ کی حاضری پر ہوتا تھا بہت سے لوگ دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے تعلق کا ثمرہ اور عکس تھا۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کا ردِ عمل حضرت رائپوری ثانی نے کیا کہ جو رمضان رائپور میں ہوتا حضرت کی خواہش ہوتی کہ یہ ناکارہ رائے پور حاضر ہو۔ مگر بدقسمتی سے نفس امارہ دینی اعذار کا شطا سامنے کھڑا کر دیتا۔ لیکن حضرت قدس سرہ کی حیات کا آخری رمضان اس وجہ سے کہ اس زمانے میں ہفتہ کے تین دن رائے پور گذرتے تھے اور چار دن سہارنپور اس لئے رمضان بھی نصف سہارنپور گذرا نصف رائے پور مگر اللہ کے محبوبوں کی شفقتوں سے بھی اس سیہ کار نے کچھ نہ لیا۔

(آپ بیتی ۶ ص ۳۶)

اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی اہل مدرسہ کو سفارش اور حضرت شیخ زید مجدہٗ کو مشورہ

حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد میں اپنی ملکی
کے ذیل میں لکھ چکا ہوں کہ ایک جانب تو اعلیٰ حضرت رائپوری
قدس سرہٗ نے مدرسہ میں یہ سفارش کی کہ پندرہ روپیہ تنخواہ کم ہے کم از کم
پچیس روپے ہونا چاہئے۔ اور دوسری جانب اس سیہ کار سے
ازراہ شفقت و محبت ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی تنخواہ خطرہ کی
چیز ہے۔ جب اللہ توفیق دے چھوڑ دیجو۔ حضرت قدس سرہ کی
ہی توجہ اور شفقت کا اثر تھا کہ اللہ نے چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی۔ [illegible]

حضرت رائپوری قدس اللہ سرہ العزیز کی شفقت کا ایک اور واقعہ

حضرت شیخ زاد مجدہٗ و فیضہٗ و متعنا اللہ بطول حیاتہ الطیبۃ، تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب کے بعد مدرسہ کے خزانچی کا ایک واقعہ
تفتیش کا پیش آگیا۔ ہر وقت اس کے متعلق کچھ مساعی ہورہی تھیں
اس کا بہت فکر تھا حضرت نے استفسار فرمایا اس میں کیا ہورہا
ہے۔ میں نے اپنی حماقت سے حضرت کے استفسار پر یہ لکھدیا کہ
والد صاحب کے انتقال کے بعد اب ان امور کی اس ناکارہ کو اطلاع
نہیں ہوتی کہ کیا ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور انعام
سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے
کہ میرے اس احمقانہ جواب پر حضرت قدس سرہ رائپور سے
تشریف لائے اور مجھے علیحدہ بٹھا کر یہ سارا واقعہ بڑی ہی
تفصیل سے سُنایا۔ میں بلا تصنع اور بلا مبالغہ لکھواتا ہوں

اس میں ذرا تور یہ یا مبالغہ نہیں کہ حضرت اقدس سرہ سُنا سہے تھے تو مجھے اپنی حماقت پر پسینہ آگیا اور اب تک واقعی جب بھی یہ منظر یاد آتا ہے سناٹا چھا جاتا ہے یہ خبر نہیں کیا حماقت کی تھی۔ (حوالہ سابق)

حضرت شیخ سہارنپوری زید مجدہٗ کا خواب اور حضرت رائپوری قدس سرہٗ کا جواب

حضرت شیخ زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد تقریباً چھ ماہ تک ان کو بہت ہی کثرت سے خواب میں دیکھتا تھا دن ہو یا رات۔ اور اکثر خواب حضرت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کرتا تھا۔ اس لئے کہ اپنے حضرت سے ڈرتا تھا اور اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی بارگاہ میں ان کی شفقتوں کی وجہ سے بہت گستاخ تھا اور میری ان حماقتوں پر حضرت قدس سرہ اس قدر تبسم اور مسرتوں کا اظہار فرماتے کہ اس وقت تو یہ گستاخیاں بھی معلوم نہ ہوتیں۔ خواب تو بہت سے یاد ہیں اور میرے انبار میں خطوط بھی اعلیٰ حضرت رائپوری اور دیگر اکابر کے تو ہزاروں ملیں گے ؎

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

ایک مرتبہ اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ والد صاحب نے مجھے خواب میں تین کتابیں دی ہیں، کافیہ، شافیہ، مقامات۔ میرے حضرت قدس سرہٗ اس وقت نینی تال جیل میں تھے اس لئے میں نے اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا۔ حضرت کا جواب آیا وہ بھی اسوقت میرے سامنے ہے حضرت نے تحریر فرمایا۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہٗ، از احقر عبدالرحیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارے دو خط مولوی عبد القادر صاحب کے نام آئے۔ میری معذوری جو باعث تاخیر جواب ہے وہ آپکو معلوم ہے اب مختصراً عرض کرتا ہوں۔

پہلے خواب کی تعبیر۔ ہر جزء کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ فقط ایک جملہ خلاصہ ہے۔ اس کی تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں وہ عطف یہ ہے کہ کافیہ، شافیہ اور مقامات، امانت کہ معیشۃ کافیہ وحالۃ شافیہ ومقامات السلوک والوصول یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمہاری طبیعت میں ودیعت رکھی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گی۔ دوسرے خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ سب قصہ ہی دنیا کا چند روزہ ہے۔ خصوصاً عالم آخرت کے مقابلہ میں تو ساری دنیا کی عمر ہی کچھ نہیں۔ فقط میں نے اعلیٰ حضرت کو یہ واقعہ بھی لکھا تھا کہ کثرت سے جب سوتا ہوں۔ والد صاحب کو خواب میں دیکھتا ہوں۔ اسکا جواب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا تو اس وقت سامنے نہیں۔ مگر اس کے متعلق حضرت مولانا عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک کارڈ سامنے جو حسب ذیل ہے۔

سیدی ومولائی حضرت دام مجدکم، از احقر عبد القادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا مضمون حضرت اقدس سلمہ کی خدمت شریف میں عرض کیا۔ بلکہ کچھ بلفظہ پڑھکر سنایا۔ یہی جی چاہا اور اپنے نزدیک یہی مناسب سمجھا۔ وقت بھی مناسب ملا۔ یہ ارشاد فرمایا کہ یوں خدمت والا میں لکھدے کہ بندہ کی تو سعادت ہے یا سعادت جانتا ہے۔ عرض حضرت اقدس سلمہ

نے اس گائے میں جو یہاں آنجناب والاصفات بوساطت شاہ صاحب ارسال فرمادیں گے۔ ایک حصہ کی شرکت قبول بخوشی فرمائی۔ اب احقر عرض پرداز ہے۔ حضور پُرنور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی آیا وہ حصہ حضور پرنور اپنی طرف سے حضرت اقدس سلمہ کو عطا فرمارہے ہیں۔ یا قیمتاً حضرت اقدس سلمہ خریدیں گے۔ یہ آپ کا غلام غبی بہت ہے پوری بات نہیں سمجھتا۔ حضرت خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں۔ آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوں۔ حضرت سلام فرماتے ہیں۔ اور طبیعت بدستور سابق ہی ہے۔ تین چار روز سے شب کو کسی قدر حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

ایک اور دوسرا مکتوب گرامی۔

سیدی و مولائی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سلمہ۔ از احقر عبدالقادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والانامہ شرف صدور ہوا۔ اللہ تعالیٰ جناب کو صحت عاجلہ عطا فرمادیں۔ جناب کا خط حضرت اقدس سلمہ کو سنانے لگا۔ الحمد للہ ہنسی آئی پورا سنا نہ سکا۔ دو دفعہ کرکے بمشکل سنایا۔ یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی خط مولوی زکریا کا میرے پاس نہیں آیا۔ البتہ مولوی الیاس کے خط آئے ان کا جواب بھی لکھوا دیا گیا۔ باقی ویسے خط مولوی زکریا کو اس وجہ سے نہیں لکھا کہ اکثر آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان سے خبر ملتی رہتی ہے۔ اور یہاں سے پوچھوا بھیجا گیا۔ چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب ابھی گئے ہیں۔ ان کے ہاتھ سلام وغیرہ کہلا بھیجا گیا۔ حضرت اقدس سلمہ کو بھی کئی روز سے بخار آرہا ہے اور ضعف بہت ہے۔ نماز میں بھی قیام بتکلف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کو جلد صحت عطا فرمائے۔ جناب کی زیارت کو جی چاہتا ہے۔

دیکھئے کب ہو۔ آج کل ڈاک کے مدار المہام مخدوم مکرم حضرت ملا جی صاحب سلمہ ہیں واقعی جناب نے خوب پوچھا بزرگ تو بہت بڑے ہیں خطوط بھیجوانے کی کچھ زیادہ حاجت نہیں سمجھتے جس کسی کو کچھ کہنا ہو خود آکر یا لمواجہہ کہو۔ دور دور سے تیر چلانا کچھ حضرت ملا جی صاحب کو بھاتا نہیں۔ حضرت اقدس مدظلہ اور مولوی الیاس صاحب وغیرہ کو دست بستہ سلام و دعا ہے۔ (آپ بیتی ۲ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۷)

ایک دفعہ حضرت شیخ زید مجدہ نے اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ کو یہ واقعہ لکھا کہ جب سوتا ہوں تو والد صاحب کو خواب میں دیکھتا ہوں اس کا جواب حضرت مولانا عبد القادر صاحب قدس سرہ نے مندرجہ ذیل تحریر فرمایا۔

سیدی و مولائی حضرت دام مجدکم۔ از احقر عبد القادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث سرور ہوا۔ حضرت تعجب کی کیا بات ہے مجھ جیسوں کو پوچھتا ہی کون ہے۔ کون لکھتا ہے اور کسکو جواب نہیں دیتا ہوں۔ جناب بھی بوجہ اس تعلق کے جو کہ حضرت مرحوم مغفور (یعنی مولانا محمد یحییٰ صاحب) کے ساتھ تھا یاد فرماتے ہو جس کا یہ ناکارہ نہایت ممنون ہے اور باعث سعادت دارین سمجھتا ہے۔ نصف اخیر خط کا پورا خواب حضرت اقدس کو سنایا اور دوبارہ جناب کو جواب لکھوانے کی یاد دہانی بھی کر دی۔ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ جناب کو جواب کب لکھوایا جائیگا۔ تعبیر تو جو حضرت اقدس لکھوا دیں گے وہ ہو گی۔

اپنا خیال یہ ہے کہ آنجناب پریشان نہ ہوا کریں۔ محض یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی روحانیت متوجہ ہے جس کی بڑی خوشی ہے۔

چونکہ وہ یقیناً مصفیٰ اور کثافت سے بالکل مبرا ہے۔ یہ جو کچھ آپ
دیکھتے ہیں یا جواب ملتا ہے۔ جناب کے خیالات و تفکرات کا عکس ہے۔
جب تو وہ آدمی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا اور آئینہ دکھلاتا ہے۔
ویسا ہی یہ ہے، پوری بات جو کہ ذہن میں ہے۔ لکھ نہیں سکتا۔ بات ہی
کیا ہے خام خیالی ہے۔ اصل بات تو وہ ہوگی جو حضرت قبلہ لکھوا دینگے
بس اتنی عرض ہے کہ احقر کو ایک نالائق خادم سمجھا کیجئے۔ کچھ نہیں
فقط آپ لوگوں کا سہارا ہے۔

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب قدس سرہ کے انتقال پر حضرت رائپوری قدس سرہ کا تعزیت نامہ

حضرت شیخ زید مجدہ کے والد محترم مولانا محمد یحیٰ صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر

اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ نے حضرت شیخ زید مجدہ کو یکے بعد دیگرے دو گرامی نامے ارسال فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہٗ۔ از احقر عبدالرحیم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اس وقت گیارہ بجکر بیس منٹ پر تار جو بہٹ شاہ صاحب کے
پاس آیا تھا۔ بندہ کے پاس حاجی غلام محمد صاحب لیکر آئے جس سے
اچانک اس حادثہ عظیمہ، انتقال مولانا محمد یحیٰ صاحب مرحوم کی خبر
معلوم ہو کر سکتہ کی حالت ہو گئی۔ طبیعت پر ایک ایسی حیرت ہے جو
تحریر میں نہیں آسکتی ہے۔ مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں وہ مالک مختار
ہے۔ وہ اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے۔ اس سے پہلے اطلاع درد
کا کیا مرض پیش آیا۔ اس فوری حادثہ سے سخت حیرت ہے میں ابھی وقت
یہاں سے چل دیتا مگر اپنی حالت کی وجہ سے سخت مجبور ہوں، اسوقت زیادہ کیا لکھوں
راقم عبدالرحیم۔ از رائپور بروز شنبہ بوقت گیارہ بجکر بیس منٹ

اسی سلسلہ کا دوسرا والا نامہ۔

برخوردار مولوی محمد زکریا سلمہ اللہ تعالیٰ، از احقر عبدالرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ حادثہ ایسا ہے کہ جس نے طبیعت کو بہت مضمحل کر دیا۔ مجھکو تو صدمہ ہونا ہی چاہیئے تھا۔ مگر یہاں پر مرد و عورت جس کسی نے سُنا سب کو صدمہ ہے۔ بجز صدمہ اٹھانے کے اور کوئی کیا کر سکتا ہے، طبیعت بے اختیار ہے اور تمہارے پاس آنیکو طبیعت چاہتی ہے۔ مگر اس وجہ سے فوراً حاضر نہیں ہو سکا کہ ضعف اس درجہ ہو گیا ہے کہ کھڑے ہوتے ہوتے چکر آتا ہے اندیشہ گرنیکا ہوتا ہے۔ مسجد تک جاتے ہیں مغرب اور عشاء اور صبح کو بغیر دوسرے شخص کے پکڑے جا، آ نہیں سکتا ہوں۔ ادھر شاہ صاحب چلنے پھرنے سے معذور رہیں۔ ان کی صحت کی حالت میں سواری کا انتظام بسہولت ہو جاتا تھا۔ اب ایسی سواری دستیاب نہیں کہ جس میں رائپور سے بہٹ تک پہنچوں عنقریب ارادہ کر رہا ہوں کہ کوئی سواری کا انتظام ہو جاوے تو ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ بیل گاڑی کی حرکت سے دماغ پر ایک ایسا اثر پہنچتا ہے کہ جس کی تاب نہیں لا سکتا ہوں۔ اگرچہ یہ صدمہ تو ایسا ہے کہ تم کو لکھنا مناسب نہیں ہوتا۔ مگر آخر مشیت ایزدی پر صبر کرنا اور راضی برضا رہنا اس کے سچے بندوں کا کام ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری یہی حالت ہو گی۔ اپنی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کی جہاں تک ہو سکے تسلی کرو اور صبر اور راضی برضا ہونیکا ان کو اجر سناؤ اگرچہ عنوان اس صدمہ کا بہت وجوہ سے بہت بڑھا ہوا ہے مگر آخر ہمیں تمہیں سب کو پس و پیش یہی راہ طے کرنا ہے مالک حقیقی اپنے بندوں کے ساتھ

جو چاہے کرے کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ رضا و تسلیم بندوں کا کام ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا مرض پیش آیا اور کس وقت انتقال ہوا۔ عائشہ کو بہت بہت دعا اور اپنی والدہ کی خدمت میں سلام و دعا عرض کر دو۔ از جانب مولوی عبدالقادر صاحب و لاجی صاحب و مولوی رستم علی صاحب و مولوی سراج الحق صاحب، بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔

راقم عبدالرحیم۔ از رائے پور۔ (آپ بیتی ص ۴۸ و ص ۴۹)

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ سے متعلق بلند کلمات

اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ و برد اللہ مضجعہ کی بھی غایت شفقت تھی جو حضرت اقدس رائپوری ثانی قدس سرہ میں ظاہر ہوئی کہ اگرچہ حضرت شیخ زید مجدہ و اطال اللہ بقائہ عمر میں حضرت سے بہت چھوٹے ہیں اور طالب علمی و ترقی باطنی کے سب مراحل حضرت کے سامنے ہی گذرے لیکن حضرت شیخ زید مجدہ کی خداداد صلاحیتوں، فطری جوہر اور علو استعداد کی بنا پر حضرت قدس سرہ کا تعلق حضرت شیخ زید مجدہ سے صرف انس و محبت ہی کا نہ تھا بلکہ غایت درجہ احترام و عقیدت کا تھا۔ اور بڑے بلند کلمات حضرت شیخ زید مجدہ سے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ۔

"حضرت گنگوہیؒ کی نسبت حضرت شیخ الحدیث کی طرف منتقل ہو گئی"

اکثر فرماتے تھے۔

"ان چچا بھتیجہ کے حالات بھی عجیب ہیں۔ جہاں سے ان کی ابتداء ہوتی ہے وہاں ہماری انتہاء ہوتی ہے"

کبھی حضرت شیخ زید مجدہ کے خدام و مریدین سے فرمایا کرتے کہ۔

"شیخ الحدیث میرے بھی شیخ ہیں"

حضرت رائپوری ثانی قدس سرہ کی ایک خواہش

ایکدفعہ رائپور میں حضرت رائپوری ثانی نوراللہ مرقدہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب اطال اللہ بقائہ سے فرمایا کہ۔

میرا جی یوں چاہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت بیعت دیدیں تاکہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ کی نسبت سے بھی مجھے کل مل جائے۔

حضرت شیخ زیدمجدہ نے ہاتھ جوڑ کر دست بوسی کے بعد فرمایا کہ۔

" حضرت توبہ توبہ ایسی بات فرمادیں "

حضرت مولانا احمدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ۔

" حضرت یہ اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو اجازت دیدیں تاکہ ان کے سلسلہ میں آپ کی شرکت ہو۔"

حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

" میری طرف سے تو بڑی خوشی سے اجازت ہے "

حضرت شیخ زیدمجدہ کی اجازت وخلافت کو حضرت رائپوری ثانی قدس سرہ ہی نے ظاہر فرمایا

جب حضرت شیخ اطال اللہ بقائہ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت رائےپوری قدس سرہ وہاں موجود تھے تو حضرت شیخ زیدمجدہ نے غایت تواضع اور غلبۂ عبدیت وفنائیت کیوجہ سے حضرت رائپوری قدس سرہ کے پاؤں پکڑ کر بصد لجاجت درخواست کی کہ ہندوستان میں کسی سے اس کا اظہار نہ فرمائیں۔ مگر حضرت رائپوری ثانی قدس سرہ نے ہی اس کو آکر ظاہر کیا اور خوب مشہور کیا بلکہ سفر سے ہی خطوط میں لکھنا شروع فرمادیا تھا۔ اور جو حضرات حضرت قدس سرہ سے رجوع

فرماتے تو حضرت رائپوری قدس سرہٗ ان کو بالخصوص اہل علم حضرات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب زیدمجدہ سے ہی بیعت ہونے کا مشورہ دیتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کا ایک خط اور حضرت رائپوری ثانی قدس سرہ کی طرف سے اس کا جواب

ایک دفعہ حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ نے کمال عبدیت اور غلبہ فنائیت کی وجہ سے حضرت رائپوری قدس سرہ کو لکھا کہ ۔

میری حالت بہت ہی ابتر اور خراب ہوتی جا رہی ہے حضرت بیعت نہ کرنیکی اجازت مرحمت فرمادیں۔

تو حضرت اقدس رائپوری ثانی نے مندرجہ ذیل جواب مرحمت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت سہارنپوری نے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت دی اور حضرت دہلوی (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ) نے حکماً آپ سے بیعت کی ابتدا کرائی۔ میں اور حضرت مدنی بار بار آپ پر تقاضہ کرتے رہتے ہیں۔ اب آپکے اطمینان کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام تو اترنے سے رہے۔

(آپ بیتی ۴ صفحہ ۱۳۳)

تمہاری محبت کھینچ لائی ہے

۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ زیدمجدہ اپنے شیخ ذو مرشد حضرت محدث سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ "بذل المجہود" کی تالیف کے سلسلہ میں یکسالہ قیام کے لئے مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) تشریف لے گئے تو ماہ رجب میں حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ بھی مدینہ پاک تشریف لے گئے تو سفر میں بھی اور سفر کے بعد بھی حضرت شیخ زیدمجدہ سے کئی دفعہ فرمایا۔

"اللہ معاف کرے کہ میں حج کی یا حضرت مدظلہٗ کی زیارت کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے۔ آٹھ ماہ سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی۔ اس نے بے چین کر رکھا ہے۔ (آپ بیتی ۴ ص ۱۲۲)

حضرت شیخ زید مجدہٗ کی وجہ سے پاکستان سے واپسی پاکستان کا سفر ذرا طویل ہوتا تو حضرت شیخ زید مجدہ سے ملنے کا تقاضہ شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی۔ فرماتے کہ۔

"اب ہمیں نہ روکو، شیخ بہت یاد آتے ہیں۔"

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ ص ۲۱۱)

دو لاکھ مرغیوں کا پرلطف واقعہ ۱۳۴۵ھ کے حج سے واپسی پر جب کہ حضرت رائپوری ثانی قدس سرہ بھی ساتھ تھے۔ ایک پرلطف واقعہ حضرت شیخ زید مجدہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔

مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) سے جدہ آتے وقت حدیبیہ کی منزل میں رات کا وقت ہو گیا تھا۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آیا۔ صبح کو آپس میں ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت کے خدام نے تو حضرت کے لئے دو چوزہ خرید لئے تھے۔ اور ہمارے رفقاء کو کچھ ملا نہیں تو کھچڑی پکائی۔ حضرت کو یہ معلوم ہوا تو بہت ہی قلق ہوا۔ اور اس گستاخ نے بھی تفریحاً یہ کہدیا کہ اکیلے اکیلے آپنے یہ مزے اُڑائے۔ حضرت قدس سرہ نے ازراہ شفقت فرمایا کہ جدہ جا کے اسکی قضا کرونگا۔ میں نے کہا کہ حرم کی ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہندوستان جا کر دو لاکھ مرغیاں کھلانی ہیں۔

کراچی پہنچنے کے بعد جو حضرت نے انبالہ تک خدام کو خطوط لکھوائے اس میں یہ بھی لکھوایا کہ میرا خیال تو راستہ میں تم دوستوں سے ملتے ہوئے جانیکا تھا۔ مگر چونکہ شیخ الحدیث صاحب ساتھ ہیں اسلئے اب تو سیدھے جانا ہے۔ بعد میں آؤنگا۔ میرے ذمے حضرت شیخ کی دو لاکھ مرغیاں قرض ہیں۔ فلاں گاڑی سے فلاں اسٹیشن پر پہنچوں گا۔ ایک دو مرغیاں پکا کر ساتھ لیتے آنا۔ کراچی سے سہارنپور تک ہر اسٹیشن پر چار پانچ بلکہ کہیں دس بارہ تک ملتی رہیں۔ اس کے بعد سے اس ناکارہ کی مرغخوری نے ایسی شہرت پائی کہ گویا مرغا ہی میری غذا بن گیا۔ (آپ بیتی ۴ صفحہ ۱۲۶)

حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی طرف سے اچھے کپڑوں لحافوں کا تحفہ

حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی شفقتوں کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو ہمیشہ یہ شوق رہا کہ میرے بدن پر اچھا کپڑا دیکھیں۔ بار بار اس کا اظہار بھی فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھوں۔ مگر جیسا کہ یہ ناکارہ آپ بیتی ۱ میں لکھوا چکا ہے کہ اباجان کے ان جوتوں کی بدولت جو ابتدائی عمر میں بجائے پاؤں کے سر پر پڑ چکے تھے واقعی مجھے اچھے کپڑے سے نفرت ہو گئی۔ اس لئے حضرت جب کوئی اچھا کپڑا مرحمت فرماتے تو میں بچوں یا دامادوں میں سے کسی کو دیدیتا۔ ایکمرتبہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے میری لاعلمی میں میرا ایک جوڑا حافظ صدیق سے منگایا۔ جو میرے کپڑوں وغیرہ کے منتظم ہیں۔ اور اس کے مطابق ایک بہت خوبصورت جوڑا سلوا کر بھیجا۔ جس کو میں نے بہت ہی احترام سے پہنا۔

یہ میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ میری بچیوں کے سارے لحاف حضرت قدس سرہ کے عطا فرمودہ ہیں۔ (آپ بیتی ۲ صفحہ ۱۲۵)

نیز اگر کوئی زائر کوئی کھانے کا تحفہ لاتا یا مرغ وغیرہ کہیں سے آتا تو حضرت شیخ کی آمد کا انتظار فرماتے اور سمجھتے کہ انہیں کے تشریف لانے پر وہ سوارت ہوگا۔

جی چاہا کہ شیخ بھی ایک مرتبہ ہوائی جہاز سے سفر کریں | ۱۳۶۹ھ کے آخری حج کا انتظام ہوائی جہاز سے اس شوق سے فرمایا تھا کہ شیخ بھی ساتھ ہونگے، فرماتے تھے کہ۔

جب پاکستان جاتے ہوئے ہوائی جہاز پر بیٹھنا ہوا تو جی چاہا کہ شیخ بھی ایکمرتبہ ہوائی جہاز سے سفر کریں۔ خیال آیا کہ شیخ صرف حجاز کے لئے اس کو منظور فرمائیں گے۔ اسلئے ہوائی جہاز سے جانے کا انتظام کیا۔ لیکن اس سال ہندوستان میں کالرا پھیلنے کی شہرت کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے قرنطینہ کے سخت احکام نافذ کر دئے تھے اس کی وجہ سے ہوائی جہاز سے سفر حجاز کا سلسلہ ہی بند ہو گیا۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صفحہ ۲۶۶)

رائے پور میں شیخ مدظلہ کے تشریف لے جانیسے مسرت اور شگفتگی | حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب علی ندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

رائے پور میں شیخ کی آمد سے جو مسرت اور شگفتگی پیدا ہوتی اور تشریف لیجانیسے جو افسردگی اور اداسی نظر آتی اور حضرت کے قلب مبارک پر اس کا جو اثر ہوتا اسکو دیکھنے والی آنکھیں ابھی نہیں بھولیں۔ (حوالہ بالا)

ان جیسے ارباب بصیرت مجلیٔ و مصفیٔ قلوب، مزکیٔ نفوس عاملانِ شریعت و طریقت، غواصانِ بحرِ توحید و معرفت رمز شناسانِ حقیقت، ماہتابانِ رشد و ہدایت، اقطاب نے مانہ محبوبانِ بارگاہِ الٰہی۔

"آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند"

جن کی شان میں کہا گیا ہے۔

ہیں خاک ہند میں کچھ نقش پا ان رہ نوردوں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت و کوہسار ابتک
کوئی تھا گنج بخش ان میں کوئی گنج شکر ان میں
خزانے معرفت کے ہیں نہاں زیر مزار ابتک
ہوا ہندوستاں جنت نشاں جن کی نفخاؤں سے
نہ آئی جا کے ان باغوں میں پھر فصلِ بہار ابتک

ان حضرات کا شیخ المشائخ حضرت شیخ سہارنپوری زیدہ مجدہ و اطال اللہ بقائہ سے غایت درجہ شفقت و محبت اور احترام و عقیدت (جس کا کچھ نمونہ اوپر گذرا) کا ہونا ظاہر ہے کہ بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ؎

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری
قدر گل بلبل بداند یا بداند عنبری

یہ حضرات جانتے تھے کہ شیخ کیا کچھ ہیں اور کیا

پکھ ہونے والے ہیں۔

یادگار اکابر، غوث وقت، قطب عالم، شیخ المشائخ (اطال اللہ بقائہٗ) کا مبارک سایہ خدا اپنے پاک دراز تر فرمائے اور حضرت کے فیوض و برکات کو عام اور تام تر فرمائے ؎

ایک مدت سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

مع

تا قیامت رہے آباد ساقی ترا میخانہ

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

اللھم صل وسلم
علیٰ سید المرسلین
وعلیٰ آلہ الطیبین
الطاہرین و
علیٰ اتباعہ
الیٰ یوم
الدین
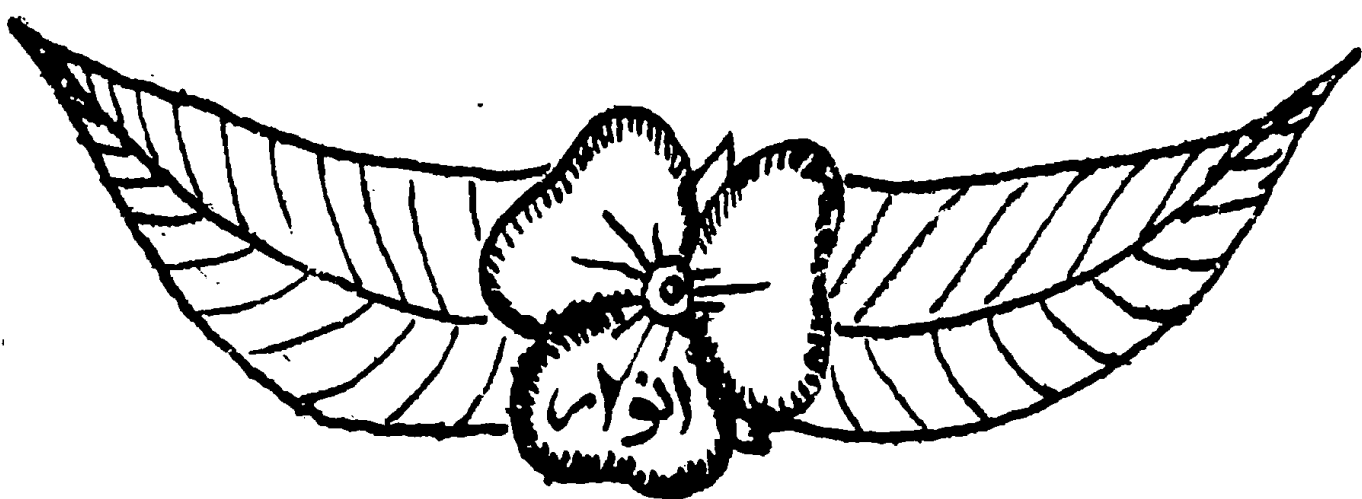
مشائخ کے ساتھ ربطِ قلبی

بامشائخ ربطِ قلبی وقوی دارد مدام
گریہ طاری میشود چوں نام آید برزباں

ترجمہ: شیخ زید مجدہ مشائخ کے ساتھ ہمیشہ قلبی و قوی ربط (تعلق) رکھتے ہیں۔ جب (کسی کا) زباں پر نام آتا ہے تو (بے اختیار) گریہ طاری ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

آپ میانہ قد، وجیہہ اور خوبصورت ہیں۔ رنگ سرخ و سفید ہے۔ رخسار انار کی مانند، بہت سرگرم و نشیط، سستی آپ کو چھو کر نہیں گذری، باغ و بہار طبیعت کے مالک، خوش اخلاق اور مہمان نواز، مجلس میں مہمانوں سے ہنسنے ہنسانے کی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔ چشم پرآب رہتی ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) یا اولیاء امت کا تذکرہ یا کوئی مناجات اور شوقیہ اشعار پڑھے جائیں تو اس وقت ضبط و اخفاء حال کے باوجود آپ کے آنسو چھلک پڑتے اور آپ کی اس اندرونی کیفیت اور سوز و رقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔[1]

زبان پر نام آتے ہی گریہ طاری ہو جانا کس کمال درجہ ربط و تعلق کی خبر دیتا ہے۔

---

[1] حیات خلیل صفحہ ۶۱ بحوالہ مقدمہ اوجز ۱۲

اقوال و احوال شیوخ پر نظر

در نگہ دار دہمہ اقوال و احوال شیوخ
ہیچ گہ غافل نہ ماند از ادائے حق شان

ترجمہ:۔ شیوخ کے تمام اقوال و احوال (حضرت زید مجدہ) کو محفوظ ہیں۔ کبھی ان کے حق کی ادائیگی سے غافل نہیں رہے۔ (یعنی ان کے مقتضیٰ پر عمل فرماتے ہیں، یہی ان کے حق کی ادائیگی ہے)۔

تشریح:۔ اکابر کے حالات، واقعات حضرت زید مجدہ کو اس قدر از بر ہیں کہ بہت سے سوانح نگاروں نے حضرت سے استفادہ کرکے ہی سوانحات مرتب کیں اور اکابر کے ساتھ غایت درجہ تعلق ہی کی وجہ سے بعض اہل علم حضرات کو بعض بزرگوں کی سوانح کی طرف حضرت زید مجدہٗ ہی نے متوجہ فرمایا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی (اطال اللہ بقائہ) نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت نامی کتاب تصنیف فرمائی اس کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

سب سے بڑی اور سب سے قیمتی مدد اس سلسلہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے ملی۔ آپ نے بڑی جانفشانی اور بڑی تلاش و تحقیق سے معلومات فراہم کئے۔ بعض مرتبہ ایک سند اور تاریخ کی تحقیق میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں صرف ہوئیں۔ اپنے روزنامچہ اور پرانے کاغذات اور تحریروں سے یہ کھوئی ہوئی چیزیں برآمد کیں اور اسطرح کتاب کی تکمیل کی۔ آخر میں (کتاب کی دوسری طباعت کے وقت) مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپکی توجہ

اور کرم سے ہاتھ آیا (اس ذخیرے کے قریباً ۷۰۰، ۸۰۰ اقتباسات اس اشاعت کا قیمتی اضافہ ہیں جس سے کتاب میں نئی روح اور نئی طاقت پیدا ہو گئی ہے) اس طرح اوّل سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اس کام میں بڑی مدد فرمائی۔ اور ہماری ابتدائی توقع سے بڑھ کر مواد فراہم ہو گیا۔[1]

حیات خلیل حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کی سوانح حیات حضرت مولانا محمد ثانی حسنی مدظلہٗ نے مرتب فرمائی۔ اس کے مقدمہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

خواہر زادہ عزیز مولوی محمد ثانی حسنی سلمہٗ کی یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے یہ نازک اور اہم خدمت ان کے سپرد کی۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

بڑی خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ابھی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہ رہنمائی، امداد اور نشان دہی کیلئے موجود ہیں ان سے زیادہ نہ کسی کو اس سلسلہ میں معلومات ہیں اور نہ ان سے زیادہ کسی کو اس کام کی تکمیل سے مسرت اور فرحت ہو سکتی ہے۔ انہوں نے عزیز موصوف کو نہ صرف اس کام پر مامور فرمایا۔ بلکہ ان کی پوری سرپرستی کی۔ جس وقت سے یہ کام شروع کیا گیا ان کی ساری توجہ اس پر مرکوز ہو گئی اور ان کو اس کی تکمیل کا ایسا انتظار و اشتیاق رہنے لگا۔ جیسے کسی عاشق کو کسی محبوب کی آمد کا انتظار ہوتا ہے، اس سے ان کے اس قلبی تعلق کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ جو ان کو اپنے شیخ سے ہے۔ اور جس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ کتاب کے مسودہ کو انہوں نے حرف بحرف شنا مدینہ طیبہ کے مبارک ماحول میں۔ اول

[1] مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت ص۲۶ و ۲۷ ۱۲

مسجد نبوی کے زیر سایہ انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیت میں اس کے لئے وقت نکالا۔ فروگذاشتوں کی تصحیح کی۔ ماخذ کی نشاندہی فرمائی۔ جہاں تفصیل کی ضرورت سمجھی تفصیل اور جہاں توضیح کی ضرورت سمجھی وہاں توضیح سے کام لیا۔ پھر جب کتاب کا کچھ حصہ چھپ کر تیار ہوا تو ۱۳۹۶ھ کے رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں سیکڑوں معتکفین کی موجودگی میں۔ دن رات کے مبارک ساعتوں میں اس کو بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھوا کر سنا۔ ان مجالس کا کیف حاضرین کو عرصۂ دراز تک نہ بھولے گا۔ اور ان صفحات کے ختم ہو جانے پر جو قلق حضرت کو اور حاضرین کو ہوا وہ بھی عرصہ تک یاد رہے گا۔ (حیات خلیل ص۱۴ و ۱۵)

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہ العزیز مؤلف "تذکرۃ الخلیل" اپنی تالیف کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس ترتیب سوانح میں بڑا دخل میرے بزرگوں حضرت مولانا سر رحیم بخش صاحب و حاج شیخ رشید احمد صاحب اور مخلص دوستوں حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کو ہے کہ ان حضرات کا حکم اور اصرار ہوا جس کی تعمیل سے انکار کو سوء ادب سمجھا ورنہ ایمان کی بات یہ ہے کہ میں اپنی بے بضاعتی و ناکارگی کے سبب حضرت کی سوانح لکھنے کا اہل نہیں اور نہ وہ قابلیت اپنے اندر پاتا ہوں جو کسی جامع شریعت و طریقت شیخ کی سوانح عمری کیلئے ضروری ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ص۲۶)

"سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ" مؤلفہ حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی مدظلہ کے مقدمہ میں حضرت مولانا

سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب زیدمجدہ تحریر فرماتے ہیں۔
اس عرصہ میں بعض اہل قلم نے بطور خود سوانح کی ترتیب کا
کام بھی شروع کر دیا اور بعض حلقوں میں اس کا اعلان بھی ہو گیا۔
حضرت شیخ کی طرف سے اس لطیف اور محتاط پیرایہ میں جو
ان حضرات کا مزاج و مذاق ہے۔ اس تحریک کی تائید اور اس
خواہش کا اظہار بھی ہوا۔
دوسرے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔
دوسری طرف حضرت شیخ کا کھلا ہوا ایماء اس کی تکمیل کا تھا
اور یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کی طبیعت پر اس کا شدید
تقاضہ ہے۔
آگے صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔
اگر خوش قسمتی سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کا قیمتی
روزنامچہ نہ ہوتا جس میں چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی محفوظ ہیں تو
اس عالم گیر اور عہد آفریں تحریک کا ایک سرسری خاکہ اور یہ
ناقص مرقع بھی پیش کرنا ممکن نہ ہوتا سوائے چند خطوط اور
چند تقریروں کے مسودوں کے تحریری شکل میں کوئی سرمایہ نہ تھا
جن حضرات سے تعاون کی امید تھی یا درخواست کی گئی ان میں
سے متعدد حضرات خواہش و ارادہ کے باوجود بھی کوئی مدد نہ
کر سکے۔ اس لئے کہ ان کے پاس بھی کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے
معتد بہ مدد مل سکتی۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث کی توجہ، دعا،
فکرمندی و دلسوزی، انتظار و اشتیاق، علمی تعاون، قدم قدم
پر رفیق اور ہمدم و چارہ ساز رہا۔ اپنے بیش قیمت اوقات
میں سے نہایت فیاضی کے ساتھ اوقات نکال کر اپنے بیش قیمت

روزنامچہ کے طویل طویل اقتباسات ارسال فرماتے رہے خطوط کے مفصل جوابات مرحمت فرمائے۔ زبانی سوالات کا جواب دینے کیلئے ضروری ضروری کاموں کا حرج کرکے کئی کئی گھنٹے عطا فرمائے۔ دوسرے خدام اور احباب کو بھی متوجہ فرمایا۔ مسودے کے اکثر بیشتر حصے کو حرف بحرف سُنا۔ اس کے خلا اور تاثکا اور واقعاتی شگافوں کو پُر کرنیکی کوشش فرمائی۔ کام کو جلد ختم کرنے اور اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینے کی تاکید فرماتے رہے حضرت کی طبیعت پر اس کتاب کی تکمیل کا جتنا تقاضہ غالب تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حجازِ مقدس کی فضا اور وہاں کے بیش قیمت اوقات میں بھی آپ نے اس کو فراموش نہیں کیا اور وہاں سے اس کا تقاضہ فرماتے رہے۔ اس ناچیز کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا۔

"سوانح کی تبییض پر بہت ہی مسرت ہے۔ مجھے اس کی تکمیل کا بہت ہی اشتیاق ہے"

آخری والا نامہ مورخہ ۷ محرم میں فرماتے ہیں۔

خدا کرے اگر واپسی مقدر ہے تو مطبوعہ سوانح بلکہ اس کے مطبوعہ فرمے آتے ہی دیکھوں تو جی خوش ہو جائے۔

اسی جذبے اور قلبی تقاضے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس بے سرو سامانی کی حالت میں جس کا اندازہ صرف مصنف اس مقدمہ نگار کو ہے۔ یہ عظیم کام جو نہایت دشوار بھی تھا اور نازک بھی، وسیع بھی تھا اور پیچیدہ بھی۔ ان معذوریوں کے ساتھ اس حد تک انجام پا گیا۔ جس کے نصف یا چوتھائی کی بھی ابتداء میں امید نہ تھی[1]

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ص ۲۶، ۲۷، ۲۸

اسی طرح "سوانح حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ" کے مصنف حضرت مولانا سید ابو الحسن صاحب زید مجدہٗ دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے بیش قیمت مدد اور رہنمائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم سے حاصل ہوئی۔ (ص۱۷)

نیز اسی کتاب کے مقدمہ نگار حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہٗ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سب سے بڑی مدد اور رہنمائی اس سوانح کی تیاری میں مولف کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت قدس سرہ کے بہت سے احوال وکوائف کے علاوہ اہم واقعات کی تاریخیں حضرت ممدوح ہی سے حاصل ہو سکیں۔ نیز مسودہ کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ نے اس کو حرفاً حرفاً سنا اور جابجا مشورے دئیے۔ جن کی بنا پر مسودہ میں آخری اصلاح اور ترمیم ہوئی۔ (سوانح حضرت مولانا عبد القادر صاحبؒ ص۲۵)

حضرت شیخ زید مجدہٗ کی بزرگوں، ساتھیوں، تعلق والوں مُردوں، زندوں کیلئے ایصال ثواب کرنے کی نرالی ادائیں۔

اضحیہ، عمرہ، تلاوت، بہر ایصال ثواب
ہست جاری در طریقش مثل معمولات شان

ترجمہ:۔ قربانی، عمرہ، تلاوت کلام پاک، ایصال ثواب کے لئے حضرت زید مجدہ کے طریق میں جاری ہے حضرت زید مجدہ کے (دیگر) معمولات کے مثل۔

تشریح:۔ یعنی حضرت اقدس زید مجدہٗ واطال اللہ بقاءہ کا

دیگر معمولات کے مثل یہ بھی معمول ہے کہ قربانی، عمرہ اور کلام پاک کی تلاوت فرما کر اکابر کیلئے ایصال ثواب فرمائیں۔

خود حضرت (اطال اللہ بقائہ ونفعنا بہ وسائر المسلمین) نے اپنا معمول بیان فرمایا ہے۔

اس سیہ کار کا دستور تقسیم ہند سے پہلے زندوں اور مردوں کی طرف سے قربانی کے حصص کی کثرت کا بہت تھا۔ آٹھ دس گائیں تو مستقل خود میری ہوتی تھیں اور جس گائے میں ایک آدھ حصہ بچ جاتا تھا اس کے لئے عام دستور تھا کہ وہ مجھے اطلاع کرے اور میرا حصہ اپنے یہاں کرے۔ نسبی، سلوکی، علمی مشائخ کے۔ خصوصی صحابۂ کرامؓ، ائمہ فقہ، ائمہ حدیث غرض جتنی بھی گنجائش ہوا کرتی مجھے حصہ لینے میں انکار نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی شوق تھا کہ اکابر کے جانوروں میں میرا حصہ ہو جائے۔ حضرت اقدس سہارنپوری اعلیٰ حضرت رائپوری اور عجیب بات یہ کہ حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہم کے جانوروں میں بھی ایک ایک حصہ میرا ہوتا تھا۔ جس کے گوشت وغیرہ سے مجھے کوئی تعلق نہیں وہ جس طرح چاہیں تصرف فرماویں۔ حضرت رائپوری ثانی نے تو اس کا رد عمل یہ کیا کہ مستقل ایک جانور میری طرف سے حضرت خود کیا کرتے تھے۔ چاہے رائپور میں ہوں چاہے پاکستان میں۔ رائپور کے قیام میں حضرت کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں ۱۲ کو ضرور پہنچوں اور جانور میرے سامنے ہی ذبح بھی ہوتا۔ (آپ بیتی ۲ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵)

اس سلسلہ کا حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ کا ایک مکتوب گرامی بھی نقل کیا جا چکا۔

اکابر کے ایصال ثواب کیلئے عمرہ و حج بدل کرنے کا معمول اور اس کا رد عمل اسی طرح حضرت اقدس زید مجدہ

کا معمول اکابر کے ایصال ثواب کے لئے عمرہ و حج بدل کرنے کا بھی کثرت سے رہا ہے،
ایک حج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ عمرہ حضرت مرشدی سہارنپوری قدس سرہٗ کی طرف سے
کیا تھا اور اس سے پہلے تمتع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے کیا تھا۔ (آپ بیتی ۴ صـ ۲۷۵)

سب اکابر کیلئے عمرہ کرنے کا حضرت زید مجدہ کا دستور رہا ہے اس کا جو
رد عمل ہوا وہ بھی ملاحظہ ہو حضرت فرماتے ہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہ نے علی میاں سے بھی اس سفر میں عین وقت
پر یعنی شوال میں معیت کی خواہش فرمائی۔ اور علی میاں نے کچھ
مصارف کی حیثیت سے تأمل ظاہر کیا۔ میں نے کہا "لاحول ولا قوۃ"
پیسوں کا خیال نہیں کیا کرتے۔ میں نے تو دونوں حج قرض سے ہی کئے
ہیں۔ علی میاں نے کہا کہ قرض میرے بس کا نہیں۔ میں نے کہا کہ۔ ع

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

میں نے اپنی ایک لڑکی شاکرہ مرحومہ کا حج بدل تجویز کر دیا اور
جب ہی قرض لیکر مولانا کو رقم بھی پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو
بہت بلند درجات عطا فرمائے۔ ان کے احسانات بھی اس سیہ کار
پر لاتعد ولا تحصیٰ ہیں۔ مولانا نے حج بدل تو مرحومہ کا کیا ہی لیکن
خطوط سے بھی معلوم ہوا اور زبانی بھی کہا کہ حج سے فراغ کے بعد
سے مصر روانگی تک مرحومہ کی طرف سے بہت سے عمرے بھی کئے
مگر حضرت قدس سرہ کی ہمرکابی میں اس مرتبہ حج نہ کرنے کا
قلق اب تک ہے۔ میرے حضرت رائپوری کے احسانات کا نہ
شمار نہ احصاء۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی شایان شان ان کا بدلہ مرحمت
فرما دے جب حضرت اس سفر حج سے واپس تشریف لائے تو

ارشاد فرمایا کہ سارے سفر حج میں یہ سوچتا رہا کہ تمہارے واسطے کوئی ایسی چیز لیکر جاؤں جس سے تمہارا واقعی جی خوش ہو مشلخ مصلی اور کئی چیزیں ذہن میں آئیں مگر میں ہر چیز کے متعلق یہ سوچتا رہا کہ میری خاطر تم اظہار مسرت تو بہت کروگے۔ مگر تمہارا دل خوش نہ ہوگا بہت غور و خوض کے بعد میں نے مسجد نبوی سے عمرہ کا احرام تمہاری طرف سے باندھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خود ہی ارشاد فرمائیں کہ اس احسان عظیم کے برابر کوئی دوسرا ہدیہ ہوسکتا ہے۔ عمرہ اور پھر آپ کا اور وہ بھی مسجد نبوی سے انشاءاللہ میرے لئے تو یہی ایک چیز کافی ہے۔ حضرت نوراللہ مرقدہ کے اس احسان اور اخلاص و محبت کی برکت کہ اس کے بعد سے جو احباب کی طرف سے اس سیہ کار کی جانب سے جو عمروں کا سلسلہ بندھا ہے تو بڑھتا ہی چلا گیا۔ بعض سالوں میں تو مکی مدنی اور آفاقی احباب کی طرف سے سو سو عمروں سے زائد کی اطلاعیں ملیں اور اب تو دس بارہ برس سے عمروں کے ساتھ حج بدل کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا اور بعض سنین میں دس۱۰ دس۱۰، بارہ بارہ۱۲ حج بدل کی اطلاعیں ملیں اور ان سب کا ثواب "مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا" حدیث کی بنا پر حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مل رہا ہے، اور میرا بھی حضرت کے عمرے کے بعد سے یہ مستقل معمول بن گیا

میرا ہدیہ مکہ مکرمہ کا طواف و عمرہ ہے اور مدینہ طیبہ کے روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام

کہ جانے والے احباب سے خاص طور سے یہ فرمائش کرتا ہوں کہ میرے لئے کوئی ہدیہ مصلی، رومال، مشلخ وغیرہ ہرگز نہ لائیں، بعض بے تکلف دوستوں

کے اس قسم کے ہدایا سختی سے ان کو واپس کر دیئے۔ میرا ہدیہ مکہ مکرمہ کا طواف و عمرہ ہے اور مدینہ پاک کا روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام ہے۔ میرے نزدیک اصل ہدایا یہی ہیں اور رومال، مصلیٰ وغیرہ نہایت لغو اور بیکار ہیں اور اب تو ہماری بدقسمتی سے اس سے بھی معاملہ اور اوپر ہو گیا ہے کہ مکہ مکرمہ کے ہدایا گھڑیاں اور ریڈیو وغیرہ بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون والی اللہ المشتکیٰ۔ میں اپنے بعض رسائل میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی لکھواتا ہوں کہ اس ناکارہ کے لئے اور ہر ملنے والے کو یہ شدہ اشیاء ہی ہدایا ہیں۔ یہ لغویات میرے نزدیک ہدایا نہیں ہیں۔ (آپ بیتی ج ۲ ص ۲۵۲ تا ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عمرہ کیا کرتے تھے اور حضرت ابن موفق نے جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے طبقہ میں تھے انکی طرف سے ستر حج کئے تھے۔ اور حضرت ابن السراج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار سے زائد ختم کئے اور اس کے مثل قربانی کی۔ (کذا فی الشامی ج ۱ ص ۶۰۵)

بے اختیار زباں پر آتا ہے۔

أُولَئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

صابری و نقشبندی، سہروردی و قادری
چار نسبت جمع کردہ آں معین چشتیاں

ترجمہ:۔ صابری، نقشبندی، سہروردی، قادری۔ (ان) چار نسبتوں کو شیخ زکریا نے جو چشتیوں کے معین ہیں جمع فرمایا۔

تشریح:۔ یعنی باوجودیکہ حضرت شیخ زید مجدہ چشتی ہیں اور چشتیت کا غلبہ ہے مگر چاروں نسبتیں آپ میں جمع ہیں کہ چاروں سلسلوں میں آپ کو بیعت فرمانے کی اجازت ہے۔

صابریہ حضرت شاہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے جو سلسلہ چلا ہے اس کو صابریہ کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ حضرت شاہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ خود سلسلہ چشتیہ سے ہیں اس لئے ان کے سلسلہ کو چشتیہ صابریہ کہا جاتا ہے۔

حضرت شاہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ کا تذکرہ

آپ حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ۵۹۲ھ میں ملتان کے ایک مقام کوتوال میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ نسباً سیّد حسنی ہیں۔

سلسلۂ نسب آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ خواجہ علاؤالدین بن شاہ عبدالرحیم عبدالسلام بن شاہ یوسف الدین عبدالوہاب بن حضرت غوث الثقلین، پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

صابر کا خطاب حضرت خواجہ فریدؒ کے لنگر خانہ کی خدمت بارہ سال تک حضرت خواجہ صاحب کے حوالہ رہی۔ لیکن حضرت خواجہ نے بوجہ اذن صریح نہ ہونیکے کبھی اس میں سے کچھ تناول نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضرت کے دریافت فرمانے پر آپ نے عرض کیا کہ غلام کی کیا مجال تھی کہ بدون ارشاد حضرت اقدس کے اس میں تصرف کرتا۔ حضرت نے یہ جواب سُنکر آپ کو صابر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

آپ کے قلب میں غیر اللہ کا گذر نہیں ایک خادم نے حضرت فرید الدین گنج شکر سے اجازت مانگی کہ آپ کے خلفاء سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ اجازت لیکر حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کے پاس آیا آپ غلبۂ استغراق کی وجہ سے کسی آنے جانیوالے سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ حضرت شمس الدین ترک نے (جو خدمت میں رہتے تھے) باآواز بلند ہوشیار کیا اور عرض کیا کہ حضرت پیرومرشد کا خادم آیا ہے اور حضرت کا سلام لایا ہے۔ آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ کیسے ہیں اور حضرت شمس الدین کو تاکید فرمائی کہ ان کی عزت کرو اور فرمایا آج گولہروں میں نمک ڈالدینا۔ (یہ گویا حق مہمانی تھا) یہ فرماکر پھر استغراق طاری ہوگیا۔ اس کے بعد وہ خادم حضرت سلطان الاولیاء کے یہاں دہلی حاضر ہوا۔ یہاں شاہی کارخانہ تھا۔ بہت تعظیم ہوئی اور حضرت نے عمدہ عمدہ کھانے کھلائے اور بہت سے تحفے دیئے جب وہ خادم حضرت فرید الدین گنج شکر کے حضور میں پہنچا تو آپ نے دونوں صاحبوں کا حال دریافت کیا۔ خادم نے سلطان الاولیاء کی بڑی تعریف کی اور مخدوم علاؤالدین کی شان میں عرض کیا کہ وہ تو کسی سے بولتے بھی نہیں نہ وہاں کچھ ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ ہمارے حق میں بھی کچھ بولے تھے۔ کہا کچھ بھی نہیں آپ نے مکرر دریافت کیا کہ آخر کچھ تو کہا ہوگا۔ خادم نے عرض کیا کہ صرف یہ پوچھا تھا کہ میرے شیخ کیسے ہیں۔ آپ چشم پرآب ہوکر فرمانے لگے کہ آج[1] وہ ایسے درجہ میں ہیں کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ انہی کا استقلال اور میرے ساتھ کمال محبت ہے کہ ایسی حالت میں بھی مجھے پوچھا اور یاد کیا۔

[1] حضرت مفتی صاحب زید مجدہٗ یہ الفاظ بیان فرماتے کہ "وہ اس مقام پر ہیں کہ ان کے قلب میں غیر اللہ کا گذر نہیں۔ ۱۲

مزار پہ شعلہ چمکنا مشہور ہے کہ حضرت صابر کے وصال کے بعد کلیر پر کچھ ہنود کا غلبہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بعض ہنود نے مقبرہ میں بتخانہ بنا لیا تھا اور ایسے ہی کچھ بے حرمتی وغیرہ کا ارادہ تھا کہ اتفاقاً ایک شیر جنگل سے آیا اور بہت سی جانوں کا نقصان کر گیا اور سب ہندو بھاگ گئے۔ آپ پر جلال غالب تھا وصال کے بعد بھی مزار پر ایک شعلہ چمکتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی شخص کی مجال مزار پر جانے کی نہیں ہوتی تھی ایک مرتبہ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہ مزار پر حاضر ہوئے تو حضرت کی درخواست پر وہ چمک موقوف ہوئی۔

وفات حضرت شیخ کی وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ کو ہوئی۔ لفظ "مخدوم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ پیران کلیر متصل رڑکی ضلع سہارنپور میں آپ کا مزار ہے آپ کے مزار پر نور الدین جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ نے گنبد تعمیر کرایا تھا۔ (مشائخ چشت ص ۱۶۱)

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے والد ماجد شیخ جمال الدین سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔

اسم گرامی اور سلسلۂ نسب اسم گرامی مسعود اور لقب فرید الدین تھا۔ آپ کا نسب حضرت امیر المومنین، خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

پیدائش آپ کے دادا قاضی شعیب ہلاکو کے زمانہ میں اپنے وطن مالوف کابل کو چھوڑ کر لاہور تشریف لائے تھے، وہاں کے قاضی منصور نے (جنھوں نے کابل تشریف لیجا کر علم حاصل فرمایا تھا) شاہ دہلی کو خبر دی وہاں سے درخواست منصب آئی مگر آپ نے

منظور نہیں فرمائی اور ملتان تشریف لے گئے۔ شاہ دہلی نے ملتان کے حاکم کو پروانہ بھیجا اور جاگیری کی درخواست و اصرار کیا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اسی ہی علاقہ ملتان میں کھوتوال کی جاگیر آپ کی خدمت میں پیش ہوئی اور آپ نے وہاں اقامت فرمائی اور وہیں حضرت شیخ کی ولادت ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ کھوتوال مضافات ملتان میں ہوئی اور وہیں نشو و نما پایا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کچھ ملتان میں قاضی منہاج الدین صاحب کی مسجد میں فرمائی۔

بیعت اور وہیں حضرت شیخ قطب الدین صاحب سے بیعت کی اور باقی تکمیل کابل میں فرمائی۔

بچپن میں کرامت کا ظہور حضرت شیخ نظام الدین ارشاد فرماتے تھے کہ۔ حضرت شیخ کی والدہ نماز پڑھ رہی تھیں کہ اتفاقاً ایک چور چوری کرنے آیا جب اس کی نگاہ والدہ پر پڑی تو فوراً اندھا ہو گیا۔ اس نے آواز دی کہ میں اگرچہ چوری کی نیت سے آیا تھا اور نابینا ہو گیا۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی چوری نہ کروں گا۔ حضرت شیخ کی عمر اس وقت تقریباً چھ سال کی تھی حضرت نے دعا کی اللہ کے فضل سے وہ اچھا ہو گیا۔ صبح جا کر مع اہل و عیال آیا۔ اور مشرف باسلام ہوا۔ عبداللہ نام تجویز ہوا اور اخیر تک حضرت شیخ کی خدمت میں رہا۔

گنج شکر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجوہ آپ کے گنج شکر کے ساتھ ملقب ہونے میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ۔

آپ نے مجاہدہ کا ارادہ کیا۔ شیخ نے بھوکا رہنا بتلایا۔ آپ نے روزے شروع کر دیئے۔ تین دن کے بعد ایک شخص چند روٹیاں لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو اشارہ غیبی سمجھ کر نوش فرمالیا۔ کھانے کے بعد

تھوڑی ہی دیر میں امتلا رہوا اور سب قے کے راستہ نکل گیا آپ
نے اپنے شیخ سے یہ قصہ نقل کیا انھوں نے فرمایا کہ تین دن کے بعد
کھایا پھر بھی شرابی کے کھانے سے کھایا۔ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ
کھانا پیٹ میں نہ رہ سکا۔ اب تین دن اور بھوکے رہو اور جو
غیب سے آئے اس کو کھاؤ۔ تین دن گذرنے کے بعد کچھ نہ آیا ضعف
بے حد غالب ہوگیا۔ شدت بھوک میں کچھ کنکریاں اٹھا کر منہ
میں ڈال لیں وہ شکر بن گئیں۔ شیخ نے یہ سمجھ کر کہ کہیں دھوکا نہ ہو
ان کو تھوک دیا۔ تھوڑی دیر میں پھر شدت بھوک سے مجبور ہو کر
کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈالیں وہ بھی شکر بن گئیں۔ ایسے ہی تین
مرتبہ ہوا۔ صبح کو حضرت شیخ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ
بہتر کیا وہ کھا لیا۔ اسی دن سے آپ کو گنج شکر کہنے لگے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ:

سالویں دن حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے کہ بھوک
کی وجہ سے گر پڑے اور منہ کو مٹی لگ گئی۔ وہ مٹی شکر بن گئی

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ۔

ایک سوداگر سے شکر مانگی اس نے کہا کہ میرے پاس تو نمک ہے۔
آپ نے فرمایا نمک ہی ہوگا دیکھا تو وہ شکر نمک بن گیا تھا۔ اس پر
اس سوداگر نے معذرت کی جس پر وہ شکر کے ساتھ بدل دیگئی۔

اس کے علاوہ اور بھی اس لقب کے وجوہ مشہور ہیں۔

کثرت مجاہدہ آپ نے مجاہدات ابتداء میں بہت کئے۔ کہا جاتا ہے
کہ آپ نے کنویں کا مجاہدہ بھی کیا ہے۔ اور جب کوئی جانور
کبوتر، کوا وغیرہ اس کی من پر آتا یا آپ کے پاؤں پر بیٹھ کر ٹھونگ
مارتا تو آپ یہ شعر پڑھتے ؎

کاگا سب تن کھائیو اور چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو کرپیا ملن کی آس

ڈاڑھی کے بال کا تعویذ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ۔ شیخ کی ڈاڑھی میں ایک بال ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو میں استبراء کا تعویذ کے لئے اس کو لیلوں۔ حضرت نے اجازت فرمادی تو میں نے اس کو لے لیا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ لیا۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو میں وہ تعویذ اسکو دیدیتا۔ جب وہ اچھا ہو جاتا تو واپس کر دیتا۔ اسی طرح میں نے اس کے بہت سے اثرات دیکھے۔ اتفاقاً ایک دوست زادہ بیمار ہوا اس نے طلب کیا میں نے ہر چند اس کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملا اس بیچارہ کا انتقال ہوگیا۔ ایک مرتبہ کسی دوسرے کے واسطے تلاش کیا تو اسی طاق میں سے مل گیا۔ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اس بیچارہ کی موت ہی مقدر تھی جس وجہ سے یہ تعویذ نہ مل سکا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے تعریفی کلمات آپ کے دادا پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں بڑے تعریفی کلمات فرماتے ہیں۔ ایکمرتبہ فرمایا کہ۔ یہ ایک شمع ہے جو درویشوں کے گھر کو منور کرے گی۔ اور اپنے وقت کا غوث و قطب ہوگا۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین کا وصال ہونے لگا تو انھوں نے آپ کو بلایا اور اپنی نیابت کی وصیت فرمائی۔ آپ پر فقر غالب تھا۔ اہل وعیال کو بھی بارہا بھوکا رہنے کی نوبت آتی تھی۔

حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کا مقولہ آپ کا مقولہ ہے کہ۔ جب گدڑی پہنے تو سمجھ لینا چاہیئے

کہ کفن پہن رہا ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین کے یہاں ان کے شیخ خواجہ

دل تو یہاں دے رکھا ہے اور کہاں جاؤں

معین الدین مہمان ہوئے۔ مہمان اور میزبان دونوں چارپائیاں ایک ہی حجرہ میں تھیں۔ خواجہ فریدالدین معمول کے مطابق رات کو اپنے شیخ یعنی خواجہ قطب الدین کے پاؤں دبانے کیلئے گئے۔ شیخ نے اپنے شیخ یعنی خواجہ معین الدین کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ چند منٹ پاؤں دباکر اپنے شیخ کے پاس آگئے اور فرمایا "دل تو یہاں دے رکھا ہے اور کہاں جاؤں"۔ اس پر خواجہ معین الدینؒ نے فرمایا۔

"میاں قطب الدین اس کو تو کچھ دیدو"

وفات حضرت شیخ کی وفات ۵ محرم سنہ ۶۶۴ھ یا ۶۶۸ھ شنبہ کو ہوئی۔ اور بقول صاحب فرشتہ سنہ ۶۶۰ھ میں ہوئی۔ پاک پٹن ضلع ملتان میں آپ کا مزار ہے۔ جو لاہور اور ملتان کے درمیان ہے۔

خلفاء حضرت شیخ کے خلفاء کی تعداد اس قدر زائد ہے کہ مطولات بھی اس کا احاطہ نہ کر سکیں۔ ستر ہزار تک شمار بتلایا جاتا ہے "جواہر فریدی" میں حضرت کے خلفاء کی تعداد پانسو چوراسی (۵۸۴) لکھی ہے۔ ان سب میں مشہور زمانہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ، ہیں جن کا تذکرہ ہو چکا۔

شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیا مستجاب الدعوات بزرگوں میں ہیں۔

سلسلۂ نسب آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

ولادت قصبہ اوش جو ماوراءالنہر کے قصبات میں سے ہے۔ آپ کا مسکن ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ اوش میں ۵۸۲ھ میں ہوئی۔ ولادت اگرچہ آدھی رات کو ہوئی تھی۔ لیکن انوار کی کثرت نے دیکھنے والوں پر دن کا شبہ کر دیا تھا۔

تعلیم و تربیت آپ کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی کہ آپ کے والد سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ نے انتقال فرمایا۔ آپ کو آپ کی والدہ نے پرورش کرنا شروع کیا۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے کسی معلم کے حوالہ کرنیکے لئے ہمسایہ کے ساتھ آپ کو بھیجا۔ راستہ میں ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اس لڑکے کو کہاں لیجاتے ہو۔ اور یہ جواب سنکر کہ تعلیم کیلئے مکتب لیجا رہا ہوں۔ فرمایا کہ میرے حوالہ کرو۔ میں ایک معلم کے پاس بٹھادوں گا۔ ہمسایہ نے ان کے حوالہ کر دیا۔ وہ بزرگ خواجہ ابوحفص اوشی قدس سرہ کے پاس لیگئے اور فرمایا کہ احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ اس لڑکے کو توجہ سے پڑھاؤ۔ اور یہ فرما کر چلے گئے۔ حضرت استاد نے دست شفقت پھیر کر شاگرد سے فرمایا کہ بڑے صاحب نصیب ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام تمہیں میرے حوالہ فرما گئے ہیں۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جب خواجہ قطب الدینؒ قصبہ اوش میں پہنچے تو آپ کی عمر چار سال چار ماہ کی تھی۔ آپ حضرت شیخ کی خدمت میں علم ظاہری کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے تختی لیکر کچھ تحریر فرمانیکا ارادہ کیا کہ ندائے غیبی سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی تحصیل ظاہری قاضی حمید الدین ناگوری کے حوالہ ہے۔ اس لئے حضرت شیخؒ نے وہ تختی رکھدی۔ اس کے بعد قاضی حمید الدین صاحب سے آپ نے کلام مجید ختم فرمایا۔ تعلیم الدین میں یہ واقعہ بہت مختصر الفاظ میں تحریر ہے

کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:-

ہاتف غیبی کی آواز سے قاضی حمید الدین ناگوری چشم زدن میں آنکھیں بند کرکے وہاں پہنچے۔ تختی لیکر پوچھا اے قطب الدین کیا لکھوں؟ فرمایا لکھو! سبحان الذی اسری بعبدہ الآیۃ قاضی صاحب نے متعجب ہو کر پوچھا؟ تو کہا کہ پندرہ ۱۵ پارے والدہ سے یاد کئے ہیں۔ بس چار دن میں قرآن شریف ختم کرادیا۔

حضرت نے علوم ظاہری کی تکمیل بہت جلد فرمائی۔

بیعت و ارشاد بلوغ کے قریب ہی علوم باطنیہ کا شوق ہوا اور حضرت خواجہ معین الدین صاحب سے بیعت ہوئے۔ بعض لوگوں نے ۵ رجب کو مسجد ابو اللیث میں آپ کا بیعت ہونا تحریر کیا ہے۔ اور ۱۷ سال کی عمر میں خرقہ اجازت حاصل کر لیا۔ آپ حضرت خواجہ صاحبؒ کے سب سے اول خلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ ہی کے ارشاد سے دہلی قیام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم ارواح میں خواجہ معین الدین صاحبؒ کو حکم فرمایا تھا کہ۔

قطب الدین خدا کا دوست ہے اس کو خرقہ پہنا دو۔ اور دہلی کی ولایت بھی بحکم الٰہی متعین کی گئی تھی۔

اپنی حاضری آستانہ شیخ پر اوائل رمضان ۵۴۴ھ لکھی ہے۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ پیدائش اس سے پہلے ہوئی جو لکھی گئی۔ آپ دہلی کے قیام میں ایک مرتبہ اجمیر حاضر ہوئے تو اہل دہلی کو آپ کی مفارقت سخت گراں ہوئی۔ حضرت شیخ کی خدمت میں التجا و اصرار کیا۔ حضرت نے جلد دہلی کو واپس کر دیا۔ حضرت اکثر غیاث پور سے حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کو جاتے۔ ایک مرتبہ دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ میرے آنیکی نہ معلوم خواجہ صاحب کو خبر بھی ہوتی ہے

یا نہیں۔ جب مزار کے قریب پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو صراحۃً دیکھا کہ آپ کی قبر پر حاضر ہوں اور حضرت فرمار ہے ہیں ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

حضرت خواجہ کے بعض معمولات اور ایک خادم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا

ہر شب کو علاوہ دیگر معمولات کے تین ہزار مرتبہ درود شریف بھی آپ کا معمول تھا۔ نکاح کے زمانہ میں بیوی کی ملاطفت کو مقدم سمجھ کر دو تین روز نہیں کر سکے کہ انیس احمد نامی ایک خادم تھا اس نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا عالیشان محل ہے۔ اس کے باہر بڑا مجمع اکٹھا ہو رہا ہے لیکن اندر کوئی نہیں جاتا ایک پستہ قد بزرگ ہیں جو اندر باہر آتے جاتے ہیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مکان میں حضور اقدس فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور یہ بزرگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو باہر والوں کے پیام لیجاتے ہیں۔ ان انیس احمد نے بھی تمنائے زیارت کا اظہار کیا اور درخواست اجازت کی پیش کی۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تم میں ابھی زیارت کی اہلیت نہیں۔ البتہ قطب الدین سے سلام کہو اور یہ کہو کہ تین دن سے تمہارا تحفہ نہیں پہنچا۔

سو رکعت روزانہ آپ کا معمول تھا۔ آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ کوئی شخص جب حاضر خدمت ہوتا تو آپ کو دیر تک اس کے آنے کا علم نہیں ہوتا۔ آپ کے خوارق و کرامات بہت ہیں۔

وفات ایک مرتبہ کسی شخص سے یہ شعر سنا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ سنکر حضرت چار روز سکر کی حالت میں رہے اور پانچویں روز انتقال فرمایا۔

نماز جنازہ پڑھانیکے لئے شرط آپ کا جب وصال ہوا تو خواجہ شمس الدین التمش سلطان دہلی نے آپ کو غسل دیا اس کے بعد آپ کے خلیفہ خواجہ ابو سعید تبریزی نے حضرت کی یہ وصیت سنائی کہ۔

"میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھا دے جس نے کبھی حرام کیلئے کمر بند نہ کھولا ہو۔ سنت عصر اور تکبیر اولی جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو"

یہ سنکر تھوڑی دیر سکتہ کا عالم رہا۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین آگے بڑھے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی شخص میرے حال پر مطلع نہ ہو مگر حضرت شیخ نے اظہار فرما دیا۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ نے اپنے ایک ملفوظ میں اس قصہ کو ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

"حضرت شیخ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نا محرم پر نظر نہ پڑی ہو۔ بڑے بڑے لوگ موجود تھے اور سب حیران تھے کہ ایسے شخص کو کہاں تلاش کریں آخرکار جب لوگ مایوس ہو گئے تو مجبوراً سلطان التمش کو ظاہر کرنا پڑا۔ اور فرمایا کہ صاحبو! اگر حضرت ارشاد نہ فرماتے تو کبھی یہ ظاہر نہ کرتا۔ مگر جب شیخ ہی نے پردہ فاش کر دیا تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ کو نصیب کی ہے اس کے بعد انہوں نے شیخ کی جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (القول الجلیل)

کاکی کے ساتھ مشہور ہونیکی وجہ مشہور ہے کہ آپ کا لقب "کاکی" اس وجہ سے مشہور ہوا کہ جب دہلی میں رہنے لگے تو کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے اور خود مستغرق رہتے تھے۔

ان ایام میں آپ کے یہاں کوئی غلام باندی نہیں تھی۔ ایک مسلمان دوکاندار شرف الدین نامی آپ کا ہمسایہ تھا۔ اور اس کی عورت کبھی کبھی آپ کی اہلیہ کے پاس آتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرتؒ کے یہاں کھانے کیلئے کوئی چیز نہیں تھی ایک دو وقت کے فاقے بھی ہو چکے تھے۔ حضرتؒ کی اہلیہ نے اس عورت سے نصف ٹکہ یا کم و بیش قرض لیا۔ ایک روز اس عورتؒ نے اہلیہ محترمہ سے کہا کہ اگر ہم تمہیں قرض نہ دیں تو تم بھوکے مرجاؤ۔ یہ بات اہلیہ کو گراں گذری۔ اور عہد کر لیا کہ آئندہ ہرگز قرض نہیں لیں گی۔ ایک روز فرصت پاکر حضرتؒ سے بھی یہ بات عرض کر دی۔ حضرتؒ نے تھوڑی دیر تامل کے بعد فرمایا کہ اس عورتؒ سے کوئی چیز قرض نہ لینی چاہئے اور ایک طاق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ضرورت کے وقت بسم اللہ پڑھکر اس میں سے کاک نکال لیا کرو اور جس کو چاہو دیدیا کرو۔ چنانچہ اہلیہ محترمہ اس میں سے کاک نکالتی رہتیں اور بانٹ دیا کرتیں۔

تاریخ وفات و مدت عمر حضرت شیخؒ کا وصال ۱۴ یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ یا ۶۳۳ھ بروز دوشنبہ، پچاس یا باون یا چوہتر سال کی عمر میں ہوا ہے اور قصبہ مہرولی جو دہلی سے قطب صاحب کی جانب ہے وہاں آپ کا مزار ہے۔ اول ایک زمانہ تک بالکل کچا رہا۔ گنبد وغیرہ بھی کچھ نہیں تھا۔ مگر ۹۴۸ھ سے وہاں کچھ عمارت گنبد وغیرہ بننا شروع ہوئی۔

خلفاء حضرت شیخؒ کے خلفاء بہت زیادہ ہیں۔ بائیس تک کے نام بھی کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن سلسلہ صرف ان تین حضرات سے جاری ہوا۔

خواجہ فریدالدین شکر گنجؒ، شیخ بدرالدین غزنویؒ، شاہ خضر قلندرؒ۔ ان کے علاوہ خواجہ شمس الدین التمش سلطان دہلی بھی حضرتؒ کے

مشاہیر خلفاء میں تھے اور سب سے زیادہ مشہور خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن کا تذکرہ اوپر گذرا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ ہیں۔

ولادت

آپ کے والد ماجد کا اسم شریف غیاث الدین سنجری تھا۔ آپ کی پیدائش باتفاق اہل تواریخ ۵۳۶ھ کو ایران کے علاقہ ستیان قصبہ سنجر میں ہوئی۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا افتتاح

آپ ہندوستان کے امام الطریق تھے۔ آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا اور ہندوستان میں نو لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ آپ کا نسب گیارہ پشت پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے کمالات بحر لا متناہی ہیں۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ جس پر نظر ڈالتے تھے۔ صاحب معرفت ہو جاتا تھا ؎

وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پہ
کسی کے بس کا تیرا تیر بے کماں نہ ہوا

علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔ آپ کی عمر پندرہ ۱۵ سال کی تھی جب کہ آپ کے والد نے انتقال فرمایا۔

سلوک کی ابتداء

تقسیم وراثت میں آپ کے حصہ میں ایک باغ آیا اسکی نگرانی آب پاشی وغیرہ خاص طور سے فرماتے تھے۔

ایکمرتبہ اس میں مشغول تھے کہ ایک مجذوب ابراہیم قندوزی

باغ میں تشریف لائے حضرت شیخ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور
ان کے لئے کچھ انگور اور کچھ پھل لیکر آئے۔ ابراہیم مجذوب نے اپنے دانتوں
سے چبا کر حضرت خواجہ کو دیا۔ جس کے کھاتے ہی باغ میں ایک نور
ظاہر ہوا اور حضرت خواجہ کی حالت دیگر گوں ہو گئی۔ دنیا سے
بالکل منقطع حق تعالیٰ شانہٗ عم نوالہ کی طرف خاص کشش پیدا ہوگئی باغ
وغیرہ فروخت کرکے فقراء کو تقسیم کر دیا اور سفر کیلئے چلدئے اوّل
سمر قند پہنچے۔ وہاں حفظ قرآن اور تعلیم علوم ظاہری میں مشغول رہے
اس سے فراغت کے بعد عراق تشریف لیگئے اور قصبہ ہارون میں پہنچکر
خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے اور ایک ہی دن میں تکمیل ہوگئی
اور ساتھ ہی ساتھ حضرت شیخ کی توجہ سے سب علوم حاصل ہوئے
اور اس کے بعد امتثال امر کی وجہ سے بیس سال حضرت کی خدمت
میں اور رہے۔

اتباع سنّت کا ایک واقعہ؟ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

میں نے بزرگان سلف کے تذکرے دیکھے ہیں ان کے دیکھنے سے
معلوم ہوا کہ ان کی حالت اور طرز وہ نہ تھا جو آج کل کے اکثر مشائخ
کا ہے۔ ان مشائخ کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اتباع شریعت کو وصول الی اللہ
کیلئے چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت اور
ہے۔ طریقت اور ہے۔ بلکہ بزرگان سلف کا حال تقویٰ، طہارت
اور اتباع سنت میں صحابہؓ کا سا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین
چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بار آپ وضو کرنے میں
انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے تو غیب سے آواز آئی کہ محبت رسول کا دعویٰ

اور سنت رسول کا ترک ! آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

اور لکھا ہے کہ ۔

آپ کی یہ حالت تھی کہ جہاں آپ آگ دیکھتے تو کانپ اٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی سزا نہ ہو۔ تو اتباع سنت میں ان حضرات کا وہی حال تھا جو حضرات صحابہؓ کا تھا۔

حضرت شیخ ہندوستان کی ولایت پر آپ کو مامور فرما کر حج کو تشریف لیگئے۔ حضرت کے یہاں سے واپسی پر مشاہیر مشائخ، شیخ نجم الدین کبریٰ اور حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی وغیرہ حضرات کی زیارت و فیوض سے متمتع ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے ۔

خوارق و کرامات حضرت شیخ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ یہ مختصر رسالہ ان کا متحمل نہیں۔ از انجملہ ۔

ایکمرتبہ حضرت اپنے دوران سفر میں ہرات تشریف لیگئے۔ وہاں ایک شیعہ امیر تھا۔ وہ اسقدر متعصب واقع ہوا تھا کہ حضرات شیخین کے نام پر اگر کوئی شخص نام رکھتا تھا تو اس کو قتل کرا دیا تھا۔ حضرت شیخ کا گذر اس کے خاص باغ میں کو ہوا۔ وہاں جب لب حوض تشریف فرما ہوئے وہ شخص باغ میں آیا اور حضرت کو لب حوض دیکھکر غضبناک ہو کر کسی تکلیف دہی کا ارادہ کیا حضرت نے اسپر ایک نگاہ ڈالی وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ حضرت شیخ نے تھوڑی دیر میں اس پر حوض کا پانی ڈالا جس سے وہ ہوش میں آیا۔ لیکن اس حالت میں کہ سخت معتقد تھا اور مع اپنے ارکین کے حضرت سے بیعت ہو گیا۔ اور خلافت ظاہری و باطنی سے آپ کا نائب و امیر بنا۔ ایک بڑی رقم نذرانہ کی پیش کرنا چاہی۔ مگر حضرت نے

یہ فرمایا کہ یہ مال تمہارا نہیں، تمہیں حق نہیں واپس کر دیا۔
اس سفر میں اور بھی بہت سی کرامتیں حضرت سے صادر ہوئیں۔

قیام اجمیر شریف حضرت تمام سفر سے، ہر جگہ کے اکابر و مشائخ سے تحصیل فیوض کرتے ہوئے ۱۰ محرم ۵۶۱ھ کو اجمیر شریف رونق افروز ہوئے۔ وہاں سب سے پہلے مرید حضرتؒ کے میر سید حسین صاحب تھے جو اوّل مذہب شیعہ رکھتے تھے بعدہٗ اس کے تائب ہو کر حضرت سے بیعت ہوئے اور کمال حاصل کیا اور اس کے بعد ہزارہا خلقت داخل سلسلہ ہوئی۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہندوستان تشریف لائے اجمیر کی تعیین حضرتؒ نے ظاہر ہے کہ ارشاد ہی سے کی ہوگی۔ وہاں کے تشریف لیجانے اور قیام کا قصہ طویل اور مشہور ہے اس لئے اس کو مختصر کرتا ہوں کہ۔

حضرتؒ وہاں تشریف لیگئے اور آبادی سے باہر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے کہ ساربان نے آکر عرض کیا کہ یہ شاہی اونٹوں کی جگہ ہے اس جگہ سے تشریف لیجائیں۔ آپ وہاں سے اٹھکر راناساگر نامی تالاب کے قریب تشریف لیگئے اور جا کر تشریف فرما ہوئے۔ لیکن اونٹ اپنی جگہ کچھ ایسے سل گئے کہ اٹھ نہ سکے۔ ساربان نے راجہ پرتھوی راج سے جاکر قصہ سنایا اور شکایت کی۔ اس نے کہا کہ بغیر اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس درویش کے پاس جاکر پاؤں پکڑ لیے جائیں۔ راجہ خود بھی بہت سی زکیں اٹھا چکا تھا۔ جس ساحر جادوگر کو بلاتا وہی۔ نہ صرف ناکام بلکہ حضرتؒ کا معتقد مرید ہو جاتا۔
راناساگر نامی تالاب پر ایک گائے ذبح کی۔ کفار نے حملہ کیا مگر شکست کھائی اس کے بعد وہ لوگ اپنے دیو کے پاس شکایت لیکر گئے اس نے کئی مرتبہ جادو کیا۔ لیکن اس کا کوئی بھی اثر حضرتؒ پر

نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ دیو بھی اسلام لایا۔ بالآخر مجبور ہو کر راجہ نے
مزاحمت چھوڑ دی اور حضرت شیخ نے جنگل سے آبادی میں قیام فرمایا۔
حضرت کثیر المجاہدہ تھے، ستر سال رات کو نہیں سوئے۔ آپ کے
کمالات بیان و تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کے کمال کی انتہا ہے کہ آپ کے شیخ
آپ کی بیعت پر فخر فرماتے تھے۔

جود و سخاوت

حضرت خواجہ قطب الدین سے نقل ہے کہ۔
بیس بیس سال حضرت کی خدمت میں رہا ہوں۔ کبھی
کسی کو حضرت نے انکار نہیں فرمایا۔ جب کوئی شخص کچھ مانگنے آتا
حضرت مصلی کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو اس کی قسمت کا ہوتا وہ اسکو
مرحمت فرما دیتے۔
آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ۔
"میں نے اس عرصہ میں حضرت کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا"

ارشادات

آپ کا مقولہ ہے کہ۔
"معرفت حق کی علامت ہے کہ خلقت سے بھاگنے لگے۔"
فرمایا کرتے تھے کہ۔
"اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے۔ اور شقاوت کی علامت
یہ ہے کہ آدمی مبتلائے معصیت ہو اور پھر بھی اپنے آپکو مقبول سمجھے۔"
حضرت کا مقولہ ہے کہ۔
"بیس سال میں نے حضرت شیخ کی خدمت سے نفس کو مہلت
نہیں لینے دی۔ نہ رات کی خبر ہوتی تھی نہ دن کی۔ حضرت شیخ
نے جب میری خدمت کی طرف توجہ فرمائی تو وہ بے انتہا نعمت
عطا فرمائی کہ اس کا بیان بھی ناممکن ہے۔ اور یہ فرمایا کہ جو کچھ ملتا
ہے خدمت سے ملتا ہے۔"

کسی نے آپ سے پوچھا کہ مرید ثابت قدم کب ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ۔
"جب فرشتہ بیس۲۰ سال تک کوئی برائی اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھے"

وفات آپ کی وفات سلطان التمش کے دور میں ہے اور تاریخ وفات بقول جمہور اہل تاریخ ۶ رجب یوم دوشنبہ ہے۔ بعض لوگوں نے ۳۰ ذی الحجہ بھی کہی ہے۔ مگر صحیح پہلا ہی قول ہے۔ لیکن سن وفات میں سخت اختلاف ہے ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۶ھ، ۶۲۷ھ اتنے اقوال ہیں۔ عمر میں بھی چند قول ہیں۔ بعض نے چھیا۹۶نوے اور بعض نے ایکسو۱۰۴چار اور بعض نے ایکسو تسات سال بتائی ہے۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔

خلفاء آپ کے خلفاء کی تعداد بے حد ہے مشاہیر بھی تیرہ۱۳ چودہ۱۴ ہیں۔ سب میں زیادہ خاص اور مشہور حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہوا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے اوپر کا سلسلہ اور ہر ایک کا مختصر تعارف

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ سے اوپر کا سلسلہ اس طرح ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی از حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ (وطن قصبہ ہارون از نواحی نیشاپور وفات ۵ شوال ۶۱۷ھ بقول بعض ۶۱۹ھ، مزار مکہ معظمہ) از حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات رجب ۵۸۴ھ مزار زندنہ از قری بخارا یا در شام یا در قنوج) از حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ (نسب حسنی، وطن چشت، وفات غرہ رجب ۵۲۷ھ در زمانہ معز الدین۔ مزار چشت) از خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی بن سمعان رحمۃ اللہ علیہ (وفات غرہ جمادی الاولی ۴۵۹ھ قائم باللہ کی خلافت میں مزار چشت) از حضرت ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(نسب سید حسنی وطن چشت وفات ۳۵۵ھ مزار چشت) از ابو اسحٰق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴ ربیع الاول ۳۲۵ھ) از حضرت ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴ محرم ۲۹۹ھ مزار عکہ میں جو شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے) از حضرت ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۷ شوال ۲۸۹ھ مزار بصرہ) از حضرت حذیفہ مرعشی (وفات ۱۴ یا ۲۴ شوال ۱۸۲ھ مزار بعلبک نزدیک بصرہ) از حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۶۹ھ یا ۱۵۷ھ) از حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳ محرم ۱۸۷ھ مکہ مکرمہ میں مزار مکہ معظمہ) از حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۷ صفر ۱۷۶ھ یا ۱۸۶ھ مزار بصرہ) از امام الاولیاء حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مولی زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وطن مدینہ منورہ وفات ۴ محرم یا رجب ۱۱۰ھ مزار بصرہ) از حضرت سیدنا امیر المومنین خلیفہ چہارم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ (نسب بنی ہاشم وطن مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ وفات ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ مزار نجف شریف یا کسی اور جگہ)

از حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین

حضرت قطب عالم شیخ المشائخ شیخ الحدیث اطال اللہ بقائہ

کا شجرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ تک اس طرح ہے۔

قطب عالم شیخ المشائخ معین الدین زمانہ حضرت شیخ زکریا صاحب اطال اللہ بقائہ (ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب پنجشنبہ گیارہ بجے) از حضرت شیخ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ (ولادت اواخر صفر ۱۲۶۹ھ وفات ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

چہارشنبہ مزار مدینہ منورہ جنت البقیع) از قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ (ولادت ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت وفات ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ بوقت آذان جمعہ مزار گنگوہ شریف) از حضرت سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ (ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز شنبہ بمقام قصبہ نانوتہ، وفات ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ بروز چہارشنبہ بوقت آذان صبح، مزار جنت المعلیٰ) از حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۰۱ھ وفات ۴ رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ) از حضرت الشیخ الحاج عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ پنجاب ملک ولایت میں مزار بتایا جاتا ہے) از حضرت شاہ عبدالباری صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ابن شیخ ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۸ محرم یا ۱۱ شعبان ۱۲۳۶ھ بروز جمعہ مزار امروہہ) از شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۴ رجب ۱۰۸۴ھ بروز چہارشنبہ بمقام امروہہ محلہ فرشیان وفات ۴ رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ بروز جمعہ تدفین بریلی میں ہوئی مگر پھر امروہہ منتقل کئے گئے اب امروہہ ہی میں شیخ ظہور اللہ صدیقی کے باغ میں مزار ہے) از حضرت شاہ عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۴ رجب ۱۰۷۰ھ وفات ۲۷ رجب ۱۱۷۱ھ یا ۱۱۷۲ھ مزار امروہہ) از حضرت شاہ محمد مکی جعفری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۱ رجب مزار امروہہ) از حضرت مولانا الشیخ محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۴ شوال ۱۰۲۱ھ وفات ۳ رجب ۱۱۰۷ھ مزار محلہ موتی کٹرہ آگرہ) از حضرت مولانا الشیخ خواجہ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات ۹ رجب ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۵ھ بروز پنجشنبہ بوقت غروب آفتاب مزار الہ آباد) از حضرت شاہ ابو سعید نعمانی الٹو شیروانی گنگوہی قدس سرہ (وفات ۲ ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ مزار گنگوہ شریف) از حضرت شیخ نظام الدین العمری التھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۸ رجب ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ مزار بلخ) از حضرت شیخ جلال الدین بن محمود عمری تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۸۹۴ھ وفات ۱۴ یا ۲۲ یا ۲۵ ذی الحجہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۹ھ بروز جمعہ، دبقول صاحب نزہۃ الخواطر ۹۷۹ھ) از شیخ المشائخ شاہ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ (ولادت ۸۶۰ھ وفات جمادی الاخریٰ ۹۴۴ھ بروز سہ شنبہ بحالت نماز مزار گنگوہ شریف) از حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۷ اصفر ۸۹۸ھ) از شیخ عارف قدس سرہ (وفات ۸۵۹ھ) از حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ (وفات ۱۵ جمادی الاخریٰ ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مزار قصبہ ردولی) از حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء (ولادت ۶۹۵ھ وفات ۱۳ ربیع الاول یا ماہ ذیقعدہ ۷۶۵ھ مزار پانی پت) از حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ (وفات ۷۱۵ھ بقول بعض ۷۱۶ھ یا ۷۱۸ھ وغیرہ مزار پانی پت) از حضرت خواجہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ (ولادت ۵۹۲ھ وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ پیران کلیر متصل رڑکی ضلع سہارنپور میں مزار ہے۔)

حضرت خواجہ قدس سرہ سے اوپر کا شجرہ ذکر کیا جا چکا۔

شجرہ چشتیہ صابریہ، امدادیہ، رشیدیہ، خلیلیہ منظوم درج ذیل ہے۔

یا الٰہی کن مناجاتم بفضل خود قبول	از طفیل اولیائے خاندان صابری
شاد فرما روح شاں از رحمت رضوان خود	در جوارت دلربا شاں با تقرب دائمی

ذکر قلبی کن عطا اے قادر مطلق مرا — بہر مولانا زکریا صاحب سر نبی

بہر مولانا خلیل احمد ملاذی فی غدی — ہم رشید احمد رشید باصفا و سیدی

بہر امداد و بنور حضرت عبد الرحیم — عبد باری عبد ہادی عضد دین کی ولی

ہم محمدی و محب اللہ شاہ بو سعید — ہم نظام الدین جلال عبد قدوس احمدی

ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال — شمس دین ترک و علاؤ الدین فرید جودھی

قطب دیں و ہم معین الدین عثمان شریف — ہم بمودود و ابو یوسف محمد احمدی

بو سحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور — ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں — سید الکونین فخر العالمین بشریٰ نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش
بہر ذات خود شفایم دہ ز امراض دلی

نقشبندی جو سلسلہ شیخ بہاؤ الدین نقش بندی قدس سرہ سے چلا اس کو نقش بندیہ کہا جاتا ہے۔

خاندان نقش بندیہ اور ہر ایک کا مختصر تعارف

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ

۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ بروز دو شنبہ بعد نماز عصر شہر بلخ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ رجب ۷۴۲ھ بروز چہارشنبہ بوقت قریب عصر حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ (ولادت ۱۱ جمادی الاخریٰ ۶۷۶ھ بروز جمعہ وقت صبح صادق، وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۷۸۲ھ بروز پنجشنبہ قبل نماز ظہر مزار سوخارہ عرف سوسمار) سے اجازت وخلافت ملی۔ اور ۳ یا ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۹۱ھ بروز دوشنبہ وقت شب وفات پائی۔

متعدد حضرات کو آپ سے اجازت وخلافت ملی۔ مگر ان سب میں حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہوئے۔

ہیں۔ اور زیادہ تر سلسلہ انہیں سے چلا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ زکریا شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور اطال اللہ بقائہ سے لیکر حضرت شیخ المشائخ مولانا عبد القدوس صاحب قدس سرہٗ تک تو سلسلہ وہی ہے جو شجرۂ چشتیہ میں مذکور ہوا۔ ان سے آگے مختلف ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت شیخ قطب عالم شاہ عبد القدوس صاحب قدس سرہٗ (جن کی ولادت شریفہ ۲۳ جمادی الاخری ۸۴۲ھ بروز دوشنبہ عشاء کے وقت ردولی شریف میں ہوئی۔ ۲۳ جمادی الاخری ۹۴۵ھ بروز دوشنبہ بوقت ظہر بعد نماز وصال فرمایا۔ گنگوہ شریف میں مزار ہے)

از ۲ حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی قدس سرہٗ (ولادت ۲۵ شوال ۸۶۷ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بمقام مدراس۔ وفات ۱۶ محرم الحرام ۸۹۶ھ بروز پنجشنبہ بعد مغرب، مزار فیض آباد)

از ۳ حضرت سید بڈھن بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۴ رجب ۷۲۴ھ بروز چہارشنبہ بعد ظہر نواب گنج ملک اودھ میں ہوئی، وفات ۱۳ شوال ۸۹۹ھ بروز پنجشنبہ بوقت اشراق مزار بہرائچ۔

از ۴ حضرت سید اجمل اجمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵ جمادی الاخری ۶۲۷ھ بروز چہارشنبہ بوقت عشاء بہ شہر بدخشاں۔ وفات ۲۲ جمادی الاخری ۷۵۱ھ بروز چہارشنبہ بوقت صبح صادق۔

از ۵ حضرت شاہ عبد الحق[1] رحمۃ اللہ علیہ۔

---

[1] ضیاء القلوب ص۶۳ میں یہ واسطہ مذکور ہے اور تاریخ آئینہ تصوف میں یہ واسطہ مذکور نہیں بلکہ سید اجمل اجمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خواجہ عبید اللہ احرارؒ مذکور ہے ملاحظہ ہو ص۶۷ تاریخ آئینہ تصوف نیز ضیاء القلوب ص۶۳ میں مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے درمیان خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کا واسطہ مذکور ہے۔ مگر تاریخ آئینہ تصوف میں یہ واسطہ مذکور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

از[۶] حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴ رمضان المبارک ۸۰۶ھ بروز پنجشنبہ وقت ظہر بمقام بخارا کہنہ وفات ۲۶ ربیع الاول ۸۹۵ھ بروز دوشنبہ بوقت شب مزار سمرقند)

از[۷] حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۴ شعبان ۷۶۲ھ بروز چہارشنبہ بعد عصر بمقام برقہ وفات ۵ صفر ۸۵۱ھ بروز دوشنبہ قبل نماز عصر مزار سوسہار)

از[۸] خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

از[۹] امام الطریق خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴ محرم ۷۱۸ھ بروز دوشنبہ بعد نماز عصر بمقام بلخ وفات ۳ ربیع الاول یا ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۹۱ھ بروز دوشنبہ بوقت شب مزار بخارا بعدیہ)

از[۱۰] حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ جمادی الاخریٰ ۶۷۶ھ بروز جمعہ بوقت صبح صادق بمقام سوخارہ۔ وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۷۸۲ھ بروز پنجشنبہ قبل نماز ظہر۔ مزار مقام سوخارہ عرف سوسمار قریب کوہ)

از[۱۱] حضرت خواجہ محمد باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۵ رجب ۵۹۱ھ بروز سہ شنبہ بوقت تہجد بمقام طبرستان وفات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۵۵ھ بروز سہ شنبہ بوقت عشاء مزار بخارا)

از[۱۲] حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی[۵] یا رامتنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۶ شوال ۵۹۱ھ بروز چہارشنبہ بعد عشاء بمقام خراسان وفات ۲۶ ذیقعدہ یا ۲۷ رمضان ۷۲۱ھ بروز دوشنبہ بوقت فجر مزار کوہ خوارزم)

از[۱۳] حضرت خواجہ ابوالخیر محمود فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۵] کذا فی ضیاء القلوب صفحہ ۶۳ ۱۲   [۵۲] کذا فی تاریخ آئینہ تصوف صفحہ ۴۳ ۱۲

(ولادت ۱۸ ر شوال ۶۲۷ھ بروز شنبہ بوقت تہجد بمقام فغنوان
وفات ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ بروز دوشنبہ بعد نماز ظہر
مزار بخارا کہنہ)

۱۴ از حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۲۷ رجب ۵۵۱ھ بروز شنبہ بوقت عصر بمقام ریوگرہ وفات
۲۷ رجب یا غرہ شوال ۶۱۵ھ بروز چہار شنبہ بوقت نصف شب
مزار کوہ ریوگرہ)

۱۵ از حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۱۲ شعبان ۴۳۵ھ بروز دوشنبہ بوقت مغرب بمقام غجدوان،
وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ بروز دوشنبہ بوقت مغرب مزار غجدوان)

۱۶ از حضرت خواجہ سید علی یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
(ولادت ۲۷ صفر ۴۴۱ھ بروز جمعہ قبل نماز فجر بمقام دمشق وفات
۱۲ ربیع الاول یا ۲۷ رجب ۵۳۵ھ بروز چہار شنبہ بوقت
عشاء۔ مزار مرو)

۱۷ از حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳ ذی الحجہ ۴۳۴ھ
بروز شنبہ قبل نماز فجر بمقام فارمد وفات ۱۶ ذی الحجہ یا
ربیع الاول ۴۷۷ھ بروز پنجشنبہ بوقت دوپہر مزار طوس)

۱۸ از حضرت خواجہ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۲۳ صفر ۳۵۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت تہجد بمقام ملتان۔ وفات
۲ ربیع الاول ۴۶۵ھ بروز چہار شنبہ یا بروز شنبہ بوقت
نصف شب۔ مزار ہرات)

۱۹ از حضرت خواجہ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷ صفر ۲۷۹ھ
بروز شنبہ بوقت عصر بمقام فیض آباد وفات ۱۳ محرم یا ذیقعدہ ۴۰۵ھ

بروز شنبہ وقت فجر مزار نیشاپور)

۲۰ از حضرت خواجہ ابوالقاسم نصیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ شعبان ۲۶۰ھ بروز چہار شنبہ بوقت فجر بمقام نصیرآباد۔ وفات ۱۶ ربیع الاول ۳۶۷ھ بروز یکشنبہ بوقت اشراق ۔ مزار کوہ سلطان الجوزہ)

۲۱ از خواجہ شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ شوال ۲۱۱ھ بروز دوشنبہ بعد نماز فجر بمقام دمشق۔ وفات ۲۶ ذی الحجہ ۳۳۴ھ بروز پنجشنبہ بوقت مغرب، مزار بغداد کہنہ)

۲۲ از حضرت شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ (ولادت ۱ شعبان ۱۵۶ھ بروز چہارشنبہ بعد نماز عشاء بمقام کوفہ۔ وفات ۵ ربیع الاول ۲۳۵ھ بروز چہارشنبہ بوقت تہجد، مزار بغداد کہنہ)

۲۳ از خواجہ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ محرم ۱۰۶ھ بروز دوشنبہ بوقت نصف شب بمقام بعلبک۔ وفات ۳ رمضان ۲۵۰ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح بعد نماز۔ مزار بغداد کہنہ)

۲۴ از حضرت شیخ کرخی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ شوال ۱۴۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح بمقام تونس۔ وفات ۲ ۲۰۰ھ بروز یکشنبہ بعد اشراق مزار بغداد)

۲۵ از شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ صفر ۴۷ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بمقام کاشان وفات ۱۹ ذیقعدہ ۱۶۱ھ بروز شنبہ قبل عصر۔ مزار بغداد کہنہ)

۲۶ از حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ شوال ۲۵ھ بروز یکشنبہ بعد عصر بمقام اسفرائن۔ وفات ۷ رجب ۱۳۷ھ

بروز جمعہ بوقت صبح صادق۔ مزار بغداد کہنہ)

۲۷ از امام الاولیاء حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ رمضان ۲۱ھ بروز چہارشنبہ بوقت مغرب بمقام طائف وفات ۴ رجب ۱۱۰ھ بروز شنبہ بوقت بعد نماز صبح مزار مبارک شہر سے ایکسو ایک قدم کم فاصلہ پر صحرائے بصرہ میں ہے)

۲۸ از امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۸ رجب عام الفیل سے ۳۰ سال گذرنے کے بعد بروز جمعہ بوقت چاشت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھ دن پہلے بمقام خانہ کعبہ۔ وفات ۲۱ رمضان ۴۰ھ شب یکشنبہ بوقت تہجد بمقام کوفہ مزار مبارک بمقام نجف اشرف یا کسی اور جگہ)

۲۹ از سید المرسلین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ولادت باسعادت ۲ یا ۸ یا ۹ یا ۱۲ ربیع الاول عام الفیل بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق بمقام مکہ معظمہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت۔ مزار مقدس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً) میں)

یہ جو شجرہ نقشبندیہ ذکر کیا گیا یہ ضیاء القلوب مصنفہ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے مطابق ہے،

ورنہ تو تاریخ آئینہ تصوف میں شیخ خواجہ ابو العلی فارمدیؒ کے بعد از حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ از حضرت شاہ ابو سعید اعرابیؒ از حضرت خواجہ عبد اللہ مغربیؒ از حضرت خواجہ بایزید بسطامی طیفور شامی سلطان العارفینؒ از حضرت امام جعفر صادقؒ از حضرت امام قاسم بن محمدؒ از حضرت محمد بن ابی بکرؓ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ از حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ از سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ملنہ کو رہے ہے۔ (ملاحظہ ہو از صہ ۱۵۸ تا صہ ۱۸۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سہروردی جو سلسلہ حضرت شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین ابو محمد عمر سہروردی قدس سرہ سے چلا اس کو "سہروردیہ" کہا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ کا تذکرہ

حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ ۲۱ رجب ۵۳۹ھ (جیسا کہ "تاریخ آئینہ تصوف" میں ہے) یا ۵۴۲ھ (جیسا کہ "تذکرۃ المصنفین" مصنفہ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی بحوالہ "خزینۃ الاصفیاء" ہے) بروز چہار شنبہ بوقت مغرب مدینۃ الاسلام بغداد شریف جدید میں ولادت ہوئی۔ آپ قریشی صدیقی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بارہویں پشت پر ـــــ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم جب سن شعور کو پہنچے تو پڑھنا شروع کیا اور ۱۶ سال کی عمر میں علم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ، حدیث وغیرہ سے فراغت کے بعد کتب بینی کا بیحد شوق رہا۔ بالخصوص علم کلام سے ایسا شغف تھا کہ دن رات اس کے مطالعہ میں مستغرق رہتے

علوم باطنی آپ کے چچا شیخ ابو النجیب ضیاء الدین عبد القادر سہروردی جو آپ کے مربی و مرشد تھے۔ بار بار نصیحت کرتے کہ تم نے علوم ظاہری حاصل کر لئے۔ اب تمہیں علم طریقت کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے لیکن آپ پر یہ نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر کار ایک روز شیخ ابو النجیب آپ کو لیکر حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے کہا حضرت! یہ میرا بھتیجہ علم کلام کا اس درجہ شائق ہے کہ پڑھ لینے کے باوجود ہر وقت اسی کے مطالعہ میں لگا رہتا ہے اور ایسا گرویدہ ہے کہ کسی کام کے لئے کہو تو قطعاً

دھیان نہیں دیتا ہے۔ یہ سنکر حضرت غوث الاعظم نے اپنا ہاتھ آپ کے سینہ پر رکھا۔ اور پوچھا بیٹے بتاؤ! علم کلام میں تم نے کس کس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاتھ رکھنے کے بعد دفعتاً آپ کا یہ حال ہو گیا کہ علم کلام جو کچھ حصہ اپنے سینہ میں محفوظ کیا تھا سب کچھ یکلخت محو ہو گیا یہانتک کہ کتابوں کے نام بھی ذہن سے نکل گئے۔ چنانچہ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا اور بیچارہ ناچار خاموش رہے۔

حضرت غوث الاعظم نے مسکراتے ہوئے فرمایا جاؤ! ہم نے علم کلام کا سارا حصہ تمہارے سینہ سے محو کر دیا اور اس کی جگہ خدا کی معرفت کا علم دیدیا۔ پس اسی روز سے علوم ظاہری کو چھوڑ کر دل وجان کے ساتھ علوم باطنی کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ایک کرامت ایکمرتبہ خلیفہ بغداد کے پاس ایک فلسفی آیا اور اس نے چاہا کہ فلسفیانہ بحث کے ذریعہ خلیفہ کو راہ حق سے پھیر دے۔

خلیفہ کو بھی فلسفیانہ بحث کا شوق تھا۔ چنانچہ بڑی رغبت اور خواہش کے ساتھ اس فلسفی سے بات چیت کرنے لگا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو یہ سوچکر کہ خلیفہ کہیں اس فلسفی کی طرف مائل نہ ہو جائے اُٹھے اور خلیفہ کے محل میں پہنچے اور دیکھا کہ خلیفہ اور فلسفی دونوں تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے پہنچتے ہی پوچھا کس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے ؟ فلسفی نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ فلک کی حرکت طبعی ہے۔ یعنی یہ خود بخود حرکت کر رہا ہے۔ کسی دوسرے کی حرکت دینے سے حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ خود بخود حرکت نہیں کرتا بلکہ اس شکل وصورت کا ایک فرشتہ ہے جو اس کو حرکت دے رہا ہے۔ فلسفی یہ سنکر تمسخرانہ انداز میں مسکرانے لگا۔ آپ کو غصہ آیا اور فلسفی اور خلیفہ دونوں کا

ہاتھ پکڑ کر صحن میں لے آئے اور یہ دعا کی "یا الٰہی جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھا دے" دعا کے بعد دونوں سے کہا کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاؤ۔ نگاہ اٹھائی تو دونوں نے اپنی آنکھوں سے اس فرشتہ کو دیکھ لیا جو فلک کو حرکت دے رہا ہے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھکر دونوں باطل عقیدے سے تائب ہو گئے

قناعت پسندی آپ بہت قناعت پسند تھے کثرت سے تحفے تحائف اور عطیات آتے تھے۔ لیکن آپ تمام کا تمام فقراء اور مساکین پر صدقہ فرما دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپکی وفات ہوئی تو آپکے پاس صرف اتنی مقدار میں پیسے بچے تھے جو آپکی تجہیز و تکفین میں پورے ہو گئے۔ (تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۹ تا ص ۲۲۱ بحوالہ خزینۃ الاصفیا ص ۱۷/۲)

شیخ المشائخ حضرت شیخ زکریا سہارنپوری اطال اللہ بقائہ سے لیکر شیخ الشیوخ سید الطائفہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ تک شجرۂ سہروردیہ بھی وہی ہے جو شجرہ چشتیہ کے ذیل میں گذرا آگے اس طرح ہے۔۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر سلسلۂ سہروردیہ حضرات کا مختصر تعارف

شیخ المشائخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس قدس سرہ از شیخ درویش محمد بن قاسم رح از شیخ سید بدھن بہرائچی رح از شیخ سید اجمل بہرائچی رح (ان چاروں حضرات کی تاریخ ولادت و وفات او پر گذر چکی)

از مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰ ربیع صفر ۷۰۷ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بمقام سندھ۔ وفات ۱۲ ذی الحجہ ۷۸۵ھ بروز چہارشنبہ بوقت مغرب۔ مزار بخارا)

از حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ر شوال ۶۵۴ھ بروز جمعہ بوقت اشراق بمقام فیض آباد۔ وفات ۹ جمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ بروز شنبہ قبل عصر مزار ملتان)

از والد خود شیخ صدرالدین محمد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۷ر رجب ۶۲۴ھ بروز دوشنبہ بوقت نصف شب، بمقام لاہور، وفات ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۴ھ بروز چہارشنبہ بعد نصف شب، بقول دیگر بروز شنبہ وقت صبح۔ مزار ملتان)

از والد خود شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی عرف سید بہاءالحق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰ر ذی الحجہ ۵۶۳ھ بروز دوشنبہ بعد نماز عصر بمقام اصفہان وفات ۱۶ر رجب ۶۸۶ھ بروز چہارشنبہ قبل اشراق مزار ملتان)

از امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ ولادت و وفات اوپر مذکور ہو چکی)۔

از شیخ شاہ ضیاءالدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ر رمضان المبارک ۴۸۵ھ بروز چہارشنبہ وقت بعد تہجد بمقام دمشق وفات ۱۲ر جمادی الاخریٰ ۵۶۳ھ بروز یکشنبہ بوقت عصر مزار بمقام سہرورد)

از شیخ وجیہ الدین ابوحفص محمد عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴ر رجب ۳۶۵ھ بروز یکشنبہ بوقت اشراق۔ بمقام کوفہ وفات ۲۷ر شعبان ۵۲۵ھ بروز شنبہ قبل مغرب مزار مبارک سہرورد)

از شیخ ابو محمد بن عبداللہ (کذا فی ضیاء القلوب) و حضرت شیخ محمد بن عبداللہ المعروف بعموی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ آئینہ تصوف) (ولادت ۷ر شوال ۲۰۳ھ بروز شنبہ قبل بوقت فجر قبل از نماز

بمقام دمشق۔ وفات ۱۷ ذیقعدہ ۲۵۳ھ بروز پنجشنبہ بوقت عصر
مزار بمقام حدیقہ کبریٰ)

از حضرت شیخ شاہ احمد اسود دینوری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۱۲ رجب ۱۸۹ھ بروز دوشنبہ بوقت عصر بمقام بغداد شریف وفات
۲۷ ذی الحجہ ۳۶۷ھ بروز جمعہ قبل مغرب۔ مزار مبارک دینور صغریٰ ہیں)

از ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ رجب ۱۹۶ھ بروز
دوشنبہ بوقت مغرب بمقام کوفہ وفات ۱۴ محرم ۳۲۰ھ بروز چہارشنبہ
قبل نماز عشاء۔ مزار دینور)

از حضرت شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی
رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ ولادت و وفات اوپر مذکور ہو چکی)

از حضرت خواجہ سید الدین معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۱۲ شوال ۱۴۳ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح بمقام تونس۔ وفات
۲ محرم ۲۰۰ھ بروز یکشنبہ بعد اشراق۔ مزار بغداد کہنہ)

"ضیاء القلوب" میں یہیں تک ہے۔

"تاریخ آئینہ تصوف" میں شیخ احمد دینوریؒ کے بعد ممشاد علی دینوریؒ
کا واسطہ نہیں ہے بلکہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
از شیخ سری سقطیؒ از حضرت شیخ معروف کرخیؒ از حضرت خواجہ داؤد طائیؒ
از حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ از حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ
از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔ از سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے۔

فقط۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

قادری جو سلسلہ حضرت غوث اعظم محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے چلا اسکو قادریہ کہا جاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا تذکرہ

ولادت اور نسب حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی ولادت مبارکہ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ بوقت تہجد بمقام گیلان ہوئی۔ حضرت نجیب الطرفین ہیں۔ (یعنی والد صاحب و والدہ صاحبہ دونوں کی جانب سے سید ہیں)۔ والد بزرگوار کی جانب سے سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور والدہ صاحبہ کی جانب سے سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (تعارف فیوض یزدانی)

مادرزاد ولی حضرت غوث اعظم قدس سرہ مادرزاد ولی تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے اور رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو مطلع ابر آلود تھا چاند نظر نہیں آیا۔ حضرت کے والد بزرگوار حضرت سید ابو صالح موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صبح کے وقت لوگ تحقیق رویت کے لئے آئے۔ انہوں نے گھر ذکر کیا۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی والدہ نے فرمایا کہ

> آج میرے بچے نے صبح سے دودھ نہیں پیا ہے۔ اس لئے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ آج رمضان کی پہلی تاریخ ہے۔ حضرت کے والد بزرگوار نے لوگوں سے یہی کہدیا۔ سبھوں نے روزہ رکھ لیا اور شام ہونے سے پہلے پہلے قرب وجوار کے شہروں سے چاند ہونے کی خبریں آگئیں۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ نے پورے ماہ مبارک دن میں دودھ نہیں پیا۔ یکم شوال سے دن میں دودھ پینا شروع کیا۔ (حوالہ بالا)

علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اور قطبیت کبریٰ

حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی عمر کے ستّرہ سال شہر گیلان میں گذرے اور اٹھارویں سال والدہ محترمہ سے اجازت لیکر بغرض تحصیل علوم ظاہری و باطنی بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور مدرسہ عالیہ نظامیہ میں علامہ شیخ ابوسعید مبارکؒ سے درس لینے لگے۔ پھر قواعد و تجوید، تفسیر و فقہ، اصول و حدیث وغیرہ دوسرے اساتذہ سے پڑھا اور قرارت کے ساتوں طریقے بھی سیکھ لئے اور معمولی عرصہ میں فارغ التحصیل ہو کر بحیثیت استاد طلبہ کو درس دینے لگے۔ اسی دوران میں مشہور بزرگ صوفی ابوالخیر محمد بن مسلمؒ کی نگرانی میں طریقت و تصوف کے منازل طے فرمانا شروع کئے بالآخر اپنے استاد و شیخ علامہ ابوسعید مبارکؒ سے خرقۂ خلافت حاصل فرمایا اور قطبیت کبریٰ کا تاج آپ کے سر مبارک پر ہی رکھا گیا۔

وعظ کی مقبولیت

۵۲۱ھ میں چالیس سال کی عمر سے وعظ فرمانا شروع فرمایا۔ وعظ کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نزدیک و دور سب حاضرین کو یکساں آواز پہنچتی تھی حالانکہ وعظ میں اس قدر مجمع ہوتا تھا کہ دس دس کوس میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ آپ کا وعظ ربانی فتوحات یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات ہدایات کا سمندر ہوتا تھا۔ جس وقت جوش آتا تو سامعین بیتاب ہو جاتے۔ کسی پر وجد طاری ہو جاتا کسی پر گریہ و بکار، کوئی محو حیرت استغراقی کیفیت میں ششدر بیٹھا رہ جاتا اور کوئی مضطرب و بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑتا اور چیختا چلاتا ہوا پچھاڑیں کھایا کرتا تھا۔ اسی میں یہ حالت بھی ہوتی کہ کوئی قلب کی چوٹ کو ضبط نہ کر پاتا اور اس کا جگر شق ہو جاتا اور شمشیر محبت کا گھائل ہو کر

شہادتِ لقاءِ محبوب کا شربت پی کر موت کی نیند سو جاتا۔ وعظ کے ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو معرفت کے متوالوں اور شہدائے عشق کی نعشوں کا پتہ چلتا تھا۔ اور بعض بعض دفعہ کئی کئی جنازے اٹھانے کی نوبت آتی۔ (مقدمہ فیوض یزدانی)

ان مواعظ کے اثر کا اندازہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "فتوح الغیب" اور "الفتح الربانی" (جو حضرت کے مواعظ کا مجموعہ ہے۔ جس کا ترجمہ "فیوض یزدانی" کے نام سے مولانا عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ نے کیا ہے) اور "انوار سبحانی" کے مطالعہ سے کسی قدر ہو سکتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رح کی بعض انمول وصیتیں

مرض الوفات جس میں غوث اعظم نے انتقال فرمایا۔ انکے صاحبزادہ عبدالوہاب رح نے عرض کیا۔

اَوْصِنِیْ بِمَا اَعْمَلُ بَعْدَكَ	میں آپ کے بعد کیا عمل کروں اس کی مجھے وصیت فرمائیے۔
فَقَالَ!	حضرت غوث اعظم نے فرمایا!
عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰہِ۔	اللہ کے تقویٰ (خوف) کو لازم پکڑو۔
وَلَا تَخَفْ اَحَدًا وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ۔	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف کر نہ کسی سے امید رکھ۔
وَوَكِّلِ الْحَوَائِجَ اِلَی اللّٰہِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا اِلَیْہِ۔	اپنی تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے بس اسی پر بھروسہ کر۔
وَاطْلُبْہَا جَمِیْعًا مِنْہُ	اپنی سب حاجات اسی سے طلب کر
وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَیْرِ اللّٰہِ	اور اللہ کے سوا کسی پر اعتماد نہ کر۔
اَلتَّوْحِیْدُ، اَلتَّوْحِیْدُ	توحید کو اختیار کر توحید کو کہ

اِجْمَاعُ الْکُلِّ ۔	کل کی متفقہ ہے ۔
وَقَالَ اِذَا صَحَّ الْقَلْبُ مَعَ اللّٰہِ لَا یَخْلُو مِنْہُ شَیْءٌ وَلَا یَخْرُجُ مِنْہُ شَیْءٌ ۔	اور فرمایا! جب قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے تو اس دل سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی اور نہ اس سے کوئی چیز نکلتی ہے۔ (یعنی ان علوم میں سے جن کی ضرورت پیش آئے کوئی چیز نہیں نکلتی)
وَقَالَ اَنَا لُبٌّ بِلَا قِشْرٍ ۔	اور فرمایا! میں مغز بلا پوست ہوں۔

وفات کے قبل کی حالت

وَقَالَ لِاَوْلَادِہٖ اِبْعُدُوْا مِنْ حَوْلِیْ فَاِنِّیْ مَعَکُمْ بِالظَّاہِرِ وَمَعَ غَیْرِکُمْ بِالْبَاطِنِ ۔	اور اپنی اولاد سے فرمایا! میرے پاس سے ہٹ جاؤ! پس بیشک میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں۔ اور بہ باطن تمہارے غیر کے ساتھ ہوں۔
وَقَالَ قَدْ حَضَرَ عِنْدِیْ غَیْرُکُمْ فَاَوْسِعُوْا لَھُمْ وَتَاَدَّبُوْا مَعَھُمْ وَھٰھُنَا رَحْمَۃٌ عَظِیْمَۃٌ وَ لَا تُضَیِّقُوْا عَلَیْھِمُ الْمَکَانَ ۔	اور فرمایا! میرے پاس تمہارے علاوہ دوسری مخلوق آئی ہے ان کے لئے جگہ کشادہ کر دو! اور ان کے ساتھ ادب اختیار کرو! اور یہاں بڑی رحمت ہے تم ان پر جگہ کو تنگ نہ کرو!
وَکَانَ یَقُوْلُ !	اور کثرت سے فرماتے رہتے تھے۔
وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ بِسْمِ اللّٰہِ	وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ، غفر اللہ لی ولکم وتاب اللہ علی وعلیکم بسم اللہ غیر مودعین ۔

غَيْرَ مُوَدِّعِيْنَ ۔

وَقَالَ ذَالِكَ يَوْمًا وَلَيْلَةً ۔ ایک دن رات کثرت سے یہ کلمات فرماتے تھے۔

کہ جماعت ملائکہ اور مقربین کی ارواح حاضر ہو کر سلام کرتیں، تو اس کے جواب میں حضرت یہ کلمات فرماتے تھے۔

وَقَالَ وَيْلَكُمْ! أَنَا لَا أُبَالِيْ بِشَيْءٍ لَا بِمَلَكٍ وَلَا بِمَلَكِ الْمَوْتِ ۔ اور فرمایا افسوس تم پر! (کہ میرے بارے میں کیا گمان کر رہے ہو) مجھے کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔ نہ کسی فرشتے کی پرواہ ہے نہ ملک الموت کی۔

يَا مَلَكَ الْمَوْتِ مَنَحَ لَنَا مَنْ يَتَوَلَّانَا سِوَاكَ ۔ اے ملک الموت! عطا فرمایا ہے ہم کو اس نے جو ہم سے دوستی کرتا ہے۔ اور ہمارا کارساز ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) تیرے سوا۔

(اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور دوستی کے بعد پھر کس چیز کی پرواہ کی جائے؟)

وَصَاحَ صَيْحَةً عَظِيْمَةً وَذَالِكَ فِيْ يَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْ عَشِيَّتِهٖ ۔ اور ایک چیخ ماری اور یہ اس روز کا واقعہ ہے کہ اس دن کی شام کے وقت انتقال فرمایا۔

وَأَخْبَرَنِيْ وَلَدُهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَمُدُّهُمَا وَيَقُوْلُ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔ تُوْبُوْا وَادْخُلُوْا فِي الصَّفِّ هُوَ ذَا أَجِيْءُ إِلَيْكُمْ ۔ حضرت کے بیٹے عبد الرزاق نے بیان فرمایا کہ حضرت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور دراز فرماتے اور بولا کہتے تھے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ میں ابھی تمہارے پاس آرہا ہوں۔

وَكَانَ يَقُوْلُ اُرْفُقُوْا ثُمَّ اَتَاهُ الْحَقُّ وَسَكْرَةُ الْمَوْتِ۔

اور فرماتے تھے نرمی کرو! پھر ان کے پاس حق اور موت کی غشی آگئی۔

(تکملہ فتوح الغیب ص۲۱۵ تا ص۲۱۶)

شدّت سکرات موت مقام قطبیت کیلئے لازم ہے

شیخ اجل اکرم عبدالوہاب متقی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ۔

حضرت شیخ (غوث اعظم) کا وقت رحلت قریب پہنچا تو ہم سے فرمایا کہ اگر کچھ سکرات کی شدت کا مشاہدہ کرو تو دل گیر نہ ہونا۔ چونکہ شدّت سکرات موت۔ مقام قطبیت کیلئے لازم ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ۔

ظاہر یہ ہے کہ جب اس مقام عہدہ داری میں انسان جناب باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو سوال و جواب کا احتمال ہوتا ہے کہ اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بارے میں سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا؟ (اس سوال و جواب کے احتمال و خیال سے بے چینی ہوتی ہے۔) (تکملہ فتوح الغیب ص۲۱۶)

وفات

حضرت غوث اعظم قدس سرہ نے بعمر اکانوے [۹۱] برس ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ ۱۱ ربیع الثانی شب شنبہ کو انتقال فرمایا۔ (مقدمہ فیوض یزدانی) و "تاریخ آئینہ تصوف" میں ۵۶۱ھ ۲۹ ربیع الثانی۔ قبل نماز جمعہ وفات ذکر کی ہے۔ اور اپنے ہی مدرسہ واقع محلہ باب الازج بغداد شریف میں مزار ہے۔

پسماندگان

حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی چار [۴] بیویاں تھیں ستائیس [۲۷] صاحبزادے اور اٹھارہ [۱۸] صاحبزادیاں تولّد

ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالوہاب صاحب تھے
جو حضرت کے جانشین ہوئے اور روحانی اولاد جو حضرت کے
فیوض و برکات سے مالا مال ہوئی وہ بے شمار ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات

جناب غوث الاعظم قطب عالم	کہ نورش تافت از مہ تا بہ ماہی
سنینش کامل و عاشق تولد	وصالش وان تو معشوق الٰہی
سال ۹۱ سنہ ۴۷۱ھ ولادت	وفات سنہ ۵۶۲ھ

حضرت قطب عالم شیخ المشائخ شیخ الحدیث سہارنپوری اطال اللہ بقاءہٗ
کا یہ سلسلۂ قادریہ کا شجرہ قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی
قدس سرہ تک تو وہی ہے جو شجرۂ چشتیہ میں بیان کیا گیا۔ اس کے
آگے اس طرح ہے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر کے حضرات سلسلۂ قادریہ کا مختصر تذکرہ

از قطب عالم شیخ عبدالقدوس قدس سرہ از پیر خود درویش
محمد بن قاسم اودھی۔ از سید بڈھن بہرائچی۔ از سید اجمل امجد ابدال
رحمۃ اللہ علیہ۔ از مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری
رحمۃ اللہ علیہ (ان سب حضرات کی تاریخ ولادت و وفات اوپر مذکور
ہوچکی۔)

از شیخ عبید بن عیسیٰ (کذا فی ضیاء القلوب ص ۶۲ و فی تاریخ آئینہ تصوف ص ۸۴)

حضرت شاہ محمد بن عبید العشی رحمۃ اللہ علیہا (ولادت ۱۲ محرم سنہ ۸۰۶ھ
بروز یکشنبہ بوقت صبح صادق بمقام بلخ وفات ۱۳ محرم سنہ ۸۹۹ھ بروز

جمعہ بوقت اشراق مزار حیدرآباد سندھ)
از شیخ علیبیدہ بن ابوالقاسم۔ کذا فی ضیاء القلوب و فی تاریخ آئینہ تصوف
حضرت شاہ شمس الدین علیبیدہ بن محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۲۰ ربیع الاول ۵۱۵ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بمقام سہارنپور
وفات ۱۲ صفر ۵۵۵ھ بروز دوشنبہ قبل چاشت۔ مزار فیروزآباد)
از شیخ ابوالمکارم فاضل رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۸ شوال ۵۹۵ھ
بروز دوشنبہ بوقت مغرب۔ بمقام ہرات۔ وفات ۱۹ ذی الحجہ ۶۳۹ھ
بروز یکشنبہ بوقت مغرب قبل از نماز۔ مزار دہلی کہنہ)
از حضرت شیخ قطب الدین ابوالغیث جمیل یمنی رحمۃ اللہ علیہ
(ولادت ۲۲ محرم ۶۰۲ھ بروز جمعہ بوقت عشاء بمقام کوفہ
وفات ۶ رجب ۶۷۶ھ بروز دوشنبہ بعد نماز عصر۔ مزار صحرائے قندہار)
از شیخ شمس الدین علی بن افلح رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ رمضان
۵۵۸ھ بروز دوشنبہ بوقت اشراق بمقام دمشق۔ وفات ۲ جمادی الاخریٰ
۶۹۹ھ بروز سہ شنبہ بعد نماز عشاء مزار بغداد شریف کہنہ)
از شیخ شمس الدین حداد کذا فی ضیاء القلوب و فی تاریخ آئینہ تصوف
شاہ قطب الدین علی الحداد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ رجب ۵۲۵ھ
بروز دوشنبہ بعد مغرب بمقام بغداد شریف جدید۔ وفات
۲۷ ربیع الآخر ۶۷۷ھ بروز یکشنبہ بوقت مغرب، مزار بغداد شریف جدید)
از امام اولیاء قطب ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ۔
از شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۱۲ رجب ۴۰۳ھ بروز سہ شنبہ بوقت عصر بمقام ہنکار۔ وفات
۱۱ ربیع الثانی ۵۱۳ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح۔ مزار واسط)

از شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی اہنکاری رحمۃ اللہ علیہ
(ولادت ۲۲ شعبان ۲۴۲ھ بروز چہار شنبہ بوقت مغرب۔ بمقام ہنکار۔ وفات ۲۵ محرم ۴۸۶ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر مزار، ہنکار شریف میں جانب غرب دروازہ کا شہر سے سو قدم کے فاصلہ پر ہے)
از شیخ علاؤالدین ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷ شوال ۲۰۹ھ بروز یکشنبہ بوقت عشاء بمقام حلب قریب صحرا۔ وفات ۵ محرم ۴۶۱ھ بروز شنبہ بعد نماز ظہر مزار طرطوس)
از شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ رجب ۲۲۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر بمقام یمن۔ وفات ۱۹ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ بروز جمعہ قبل نماز عصر، مزار بغداد کہنہ)
از شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ شوال ۲۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق بعد نماز۔ بمقام دمشق۔ وفات ۲۶ ذی الحجہ ۲۳۴ھ بروز پنجشنبہ بوقت مغرب جمعہ کے روز دفن کیے گئے۔ مزار بغداد کہنہ)
از شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
از حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
از حضرت شیخ سید الدین معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
از شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
از شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
از حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
از حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔
از حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین شافع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ماخذ ان چاروں شجروں کے اکثر بزرگوں کی تاریخ ولادت و وفات اور ذکر مزار وغیرہ تاریخ "آئینہ تصوف" تالیف شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی المتوفی ۱۳۱۲ھ (جن کا مزار رائپور کلاں میں ہے) سے ماخوذ ہے۔

ذکر نیکو رفتگاں دارد ثواب
نیکوں کے ذکر کرنے میں ثواب ہے۔

عاصیاں را می رہاند از عذاب
نافرمانوں کیلئے عذاب سے رہائی کا سبب ہے

چوں بہ نیکو رفتگاں در ساختم
میں جب گذرے ہوئے نیکوں میں مشغول ہوا

ہم نشینان ملائک یافتم
تو فرشتوں کو ہم نشین پایا

ہر کہ را باشد محبت با خدا
جسکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے

کے بداند و اصلانش را جدا
وہ اسکے واصلین کو اس سے جدا نہیں جانتا

ذکر ایشاں ذکر آں یزداں بود
ان کا ذکر کرنا اس اللہ کا ہی ذکر کرنا ہے

یاد نیکان یاد آن سبحاں بود
نیکوں کی یاد اس سبحانہ تعالیٰ کی یاد ہے

(مثنوی)

یا اللہ العالمین و یا ارحم الراحمین اس سراپا قصور و خطا کو بھی اپنے فضل وکرم سے اپنے ان اولیاء کرام کے اوصاف و خصائل میں سے کچھ حصہ نصیب فرما دے۔ اور ان حضرات کی اتباع کی توفیق عطا فرما دے اور ان سب حضرات کی قبور کو انوار سے بھر دے اور خوب خوب درجات عالیہ نصیب فرما اور خوب خوب مقامات قرب و رضاء عطا فرما۔ اور ان سب بزرگوں کی برکت سے اس ناپاک و ناکارہ کو بخشدے اور ہر قسم کی معصیت سے محفوظ فرما کر اپنی ہی رضا و خوشنودی میں جلا اور مار۔ اور مرنے کے بعد اپنے فضل و کرم سے ان اولیاء کرام کے طفیل و صدقہ میں ان حضرات کی جوتیوں میں

جگہ نصیب فرمادیجئے!

"شنیدم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم"

آمین۔ آمین یا رب العالمین بحرمتہ سید المرسلین علیہ و

علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین۔

خدائے پاک سب مسلمانوں کو اپنے محبین و مقربین

اولیاء کرام کی شناخت نصیب فرما کر ان کے اتباع کی

توفیق عطا فرمائے۔ "آمین"

ہر کس کہ کمال اولیاء را نشناخت — دین نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت

بس شکر نہ گفت وحبِ ایشاں را نگزید — میدان بیقین کہ او خدا را نشناخت

آتش عشق الٰہی

آتش عشق الٰہی در دل او شعلہ زن

چشم گریاں ہیچکا نہ روز و شب سیل رواں

ترجمہ:- حضرت زید مجدہٗ کے دل میں عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہے۔ (عشق خداوندی میں) حضرت زید مجدہ کی رونے والی آنکھیں رات دن سیلاب بہاتی رہتی ہیں۔

ایک خط کے جواب میں (جس میں حضرت زید مجدہ کے کچھ باطنی حالات کا ذکر تھا) حضرت زید مجدہٗ نے یہ شعر بھی تحریر فرمایا ہے۔ جس سے حضرت زید مجدہ کی اندرونی کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مرا[1] دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

دگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

---

[1] آپ بیتی ص۲۰۲ ۱۲

(میرے دل میں ایسا درد (عشق) ہے۔ اگر بیان کروں تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو ہڈی کے مغز (تک) کے جل جانے کا اندیشہ ہے۔)

اشکہائے نیم شب چوں قطرہائے سلسبیل
می شود شاداب زیں ازھار و اشجار جناں

ترجمہ:- حضرت زید مجدہ کے اشکہائے نیم شب قطرہائے سلسبیل کی طرح ہیں۔ ان سے جنت کے ازھار (پھول کلی) و اشجار (درخت) پرورش پاتے ہیں۔

حضرت زید مجدہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حضرت شیخ زید مجدہ کے اسی سوز و گداز عشق و محبت کا ذکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہ میں ان الفاظ سے فرمایا ہے۔

شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار و سکینت اور ضبط و تحمل کے غلاف میں عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ ہے جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں۔ ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا ہے اور وہ شاید ان کے خمیر کے تمام اجزاء وعناصر سے زیادہ مقدار میں ہے۔ ان کا حال وہ ہے جو سودا نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

عشق و محبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے۔

اور اس کے شرارے اسی وقت نظر آتے ہیں جب عشق الٰہی، ذات رسالت پناہی اور واصلان بارگاہ الٰہی کا تذکرہ ہو۔ راقم سطور نے (مولانا ابوالحسن علی صاحب مدظلہ) اپنے پہلے سفر حجاز کے موقعہ پر مدینہ طیبہ سے ایک خط لکھا جس میں مدینہ (طیبہ) کے راستہ کی کیفیات اور بعض نعتیہ اشعار تھے جب یہ خط پہنچا تو شیخ کی عجیب کیفیت تھی جو لوگ پاس موجود تھے ان کا بیان ہے کہ ایک عزیز خادم ہیں جو خوش الحان بھی ہیں۔ ان اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش ہوئی۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ رمضان کے ایام تھے۔ اعتکاف کا موقع تھا۔ اس وقت کچھ لوگ شیخ کا بدن دبا رہے تھے۔ دیکھنے والے کا بیان ہے کہ جس وقت ان صاحب نے یہ اشعار پڑھے اس وقت شیخ فرط شوق اور شدت جوش میں بالشت بالشت بھر اچھل جاتے جو لوگ بدن دبا رہے تھے۔ ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ شیخ کے جسم میں ایک بجلی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنی کیفیت کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے راقم سطور نے (مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی) خود بارہا دیکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے حالات اپنے ایک مسودہ سے حضرت رائپوری کو سنا رہا ہے۔ شیخ پاس کی چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں ان پر گریہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ چارپائی ہلنے لگی، مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں حج ہوا تو اس سے واپسی کے موقع پر اس طرح سے بلک بلک کر رونے لگے جیسے بچہ اپنی ماں کی گود سے علیحدہ کیا جائے۔ تو وہ بیقرار ہو کر روتا اور بلکتا ہے۔[۱۵]

---

[۱۵] سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص۱۲۱ و ص۱۲۲ ۱۲

اکابر کے سوز و گداز کا نمونہ

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کا سوز و گداز

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی قدس سرہ نے حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری زید مجدہ کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

"مولانا محمد یحییٰ صاحب عجیب باغ و بہار طبیعت لیکر آئے تھے۔ بَکَّاءٌ بِاللَّیْلِ بَسَّامٌ بِالنَّهَارِ (رات کو بہت رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے) آپ کی صفت تھی۔ اِدھر گریہ طاری ہے اُدھر دوستوں کو اپنے نکتوں اور بذلہ سنجیوں سے ہنسا رہے ہیں دیدہ گریاں۔ روئے خنداں اور زبان گل فشاں کا پورا مجموعہ دل کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی الخ۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت ص۵۶)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ اور حضرت مدنی قدس سرہما کا سوز و گداز

حضرت شیخ زید مجدہ اپنے والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحب اور حضرت مدنی قدس سرہ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سُنا۔ بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی جس کی آنکھ سونے کے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہندی کے دوھے بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے۔ میں ہندی سے واقف نہیں۔

اس لئے مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا۔ لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے۔ جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔ اور رو رہا ہو۔" (آپ بیتی ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کا سوز و گداز

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

" اخیر زمانہ میں آپ کا اندرونی سوز و گداز اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ ضبط نہ فرما سکتے اور بات بات پر رقت و گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ بزرگوں کی عمروں کا ایک بار ذکر ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے دو سال زندہ رہا تو اپنے شیخ کی عمر کو پہنچ جاؤں گا۔ اتنا کہکر رو دیئے اور فرمایا سب چلے گئے میں ہی رہ گیا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ حضرت ہندوستان کا کب تک ارادہ ہے تو چشم پُر آب ہو گئے اور فرمایا اب تو بقیع کا ارادہ ہے۔

آخرت کا، قیامت کا یا بزرگوں کا جس وقت بھی ذکر آتا تو آبدیدہ ہو جاتے اور آواز میں تغیر آجاتا۔" (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۴۲۵)

قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا سوز و گداز

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ جب رات کو ذکر فرماتے تو محسوس ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہیں اور اس طرح گریہ طاری ہوتا کہ پسلیاں ٹوٹی جاتیں۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"جس وقت حضرت مخدوم یا لجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے خود پر جو حالت

گذرتی ہوگی اس کی تو کسی کو کیا خبر۔؟

تھانہ میں امدادیہ آستانہ سے جو بات حاصل ہوئی تھی اس نے نہ کھانے کا رکھا نہ پینے کا ہر وقت تفکر و استغراق سے کام تھا اور سونا سبب راحت و آرام، اکثر تمام شب روتے گزر جاتی اور سارا سارا دن کسی گہرے فکر میں غرق ہوتے تمام ہو جاتا تھا۔ آپکی والدہ ماجدہ نے ایک رضائی نیلے رنگ کی آپکے لئے طیار کی تھی کہ شب کو مسجد آتے جاتے، خنکی سے محفوظ رکھے اور ہلکی سردی میں راحت پہنچائے۔ آپکے رونے اور آنسوؤں کے اسی رضائی سے پونچھنے کی وجہ سے اسکا رنگ کچھ کا کچھ ہو گیا تھا اور ہیئت ہی دوسری بدل گئی تھی۔" (تذکرۃ الرشید ص)

آگے تحریر فرماتے ہیں۔

"الغرض امام ربانی وہ عالی اور بلند ہمت جو خداداد فطرت سے آپ کو عطا ہوئی تھی سرتاپا تمام و کمال تحصیل قرب الٰہی میں صرف ہونے لگی اور آپ کی عمر عزیز کا لحظہ لحظہ جو حق تعالیٰ نے تجارت آخرت کے جواہرات بنا کر راس المال قرار دیا ہے۔ پائدار منفعت کے کسب میں گذرنے لگا۔ رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ اپنے نجات دہندہ خدا کو پکارا کرتے۔ اندھیری شب کی سیاہ چادر اوڑھکر اپنے پرورش کنندہ خالق کو سجدے کرتے اس کے دربار میں حاضر ہوکر ناک رگڑتے گڑگڑاتے اور روتے روتے بیتاب ہو جایا کرتے تھے۔"

(تذکرۃ الرشید ص۴۰)

گریہ کے غلبہ کا عجیب واقعہ اور حضرت مولانا میرٹھی قدس سرہ نے اپنا چشم دید واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"نااہل مؤلف جو حضرت قطب العالم قدس سرہ کا ناقدر شناس بنا رہا۔ ان وجدانی کوائف کو کس طرح سمجھے یا زبان قلم پر لائے۔

جن کا سمجھنا وجدان سلیم اور اسی قلب کا کام ہے جس میں کچھ چینک پیدا ہوئی ہو یا اس راستہ کی ہوا لگ کر قدرے ذائقہ منہ کو لگ گیا ہو۔ نابالغ بچہ کتنا ہی کوئی سچا اور فہیم و صاحب زبان شخص بیان کرے مگر لذت جماع قبل بلوغ ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ پھر بھلا عشق محبت کی وہ آگ جو کسی عاشق کے قلب میں بھڑک رہی ہو صورت دیکھنے والا اور عشق کے معنی سے ناواقف شخص کیونکر سمجھ سکتا ہے ؎

نظر کو کیا خبر پردہ کے اندر دل لگی کیا ہے؟
کوئی آزاد کیا جانے کسی دل کی لگی کیا ہے؟

ایک مرتبہ ظہر کے بعد حجرہ شریف میں آپ تلاوت قرآن کے اندر مشغول تھے۔ بندۂ نادان و نادار مولوی محمد یحیٰی صاحب کے پاس اس طرح دبے پاؤں خاموش جا بیٹھا کہ حضرت نے آہٹ بھی نہ سُنی تھوڑی دیر میں مولوی محمد یحیٰی صاحب کسی ضرورت سے باہر تشریف لیگئے اور میں تنہا بیٹھا رہگیا۔ چند منٹ گذرے تھے کہ حضرت قدس سرہ کے لہجہ تلاوت میں تغیر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ بے اختیار آپ اٹھ اٹھ آنسو رونے لگے آواز رک گئی ہر چند آپ پڑھنا چاہتے مگر گریہ کا غلبہ حلق کو پکڑ لیتا تھا۔ خدا شاہد ہے وَكَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا جو حالت اس وقت حضرت پر طاری تھی شاید تند مزاج خونخوار شیر کے سامنے پڑ کر کسی کمزور و ناتواں، ضعیف القلب شخص کا بھی یہ حالت نہ ہو گی۔ اور خشیۃ جو اسوقت آپ پر ہویدا تھا غالبًا کسی جبّار و باقدرت شہنشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطاوار سے خطاوار مجرم غلام پر بھی ظاہر نہ ہوا ہو گا۔ آپ کی یہ حالت اتفاقیہ اور عمر بھر میں پہلی بار میری نظر پڑی تھی بس اب تک

بھی نہیں جانتا کہ کس بات سے آپ ڈرتے تھے اور کیوں کا تپ رہے تھے۔ یہی قرآن مجید ہے جس کو اوّل سے آخر تک مسلمان پڑھا کرتے ہیں خدا جانے وہ مضمون کون سا اور کہاں ہے جس پر خوف یا خشیۃ ہوتا ہے۔ اسلئے دفعۃً یہ تغیر حال دیکھکر میں تھرّا اٹھا۔ اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اب تصور آتا ہے تب بھی گھبرا جاتا ہوں۔ دل میں خوف زدہ ہو کر کہنے لگا کہ یا اللہ! آج کس مصیبت میں آپھنسا ہوں جائے رفتن ہے نہ پائے ماندن، اگر بیٹھا رہوں تو ممکن ہے کہ حضرتؒ کو میرے بیٹھنے کا کشف یا اور کسی طرح اطلاع ہو جائے تب معتوب ہوا اور اٹھوں تو پاؤں کی آہٹ سے اطلاع ہوئی ضرور اور اس موہوم سے یہ غالب خیال زیادہ خطرناک اسلئے خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی۔ نہ میں آسمان پر تھا نہ زمین پر، ساکت وصامت بُت بنا بیٹھا رہا اور وحشت زدہ دل بجائے اس کے کہ اس حالت سے مستفید ہوتا بکمال الحاح اور اخلاص کے ساتھ یوں دعا مانگتا رہا کہ "یا اللہ کسی طرح مولوی محمد یحییٰ جلد آویں" دعا حقیقت میں دل سے نکلی اور عین اضطرار و توحش میں واقع ہوئی تھی۔ اس لئے شاید چند لحظہ گذرے ہوں کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب جو عصر کی آمد ورفت کے ہر وقت کے مجاز تھے آگئے ان کا حجرہ کی چوکھٹ پر قدم رکھنا تھا اور حضرتؒ کا اس حالت کو ضبط فرما کر سیدھا ہو بیٹھنا۔ خدا جانے یہ حالت عجیبہ دفعۃً پیدا کیونکر ہوئی۔ اور اسی طرح یکلخت ضبط کس طرح ہو گئی۔ بجز اس کے کہ بالاجمال اتنا سمجھا کہ یہ بھی کوئی حالت محمودہ ہے، جو اتباع سنت نبویہ میں اولیاء اللہ پر طاری ہوتی ہے، جو جوان کو بوڑھا اور قوی کو کمزور بنا دیتی ہے اور کچھ نہ اسوقت سمجھا نہ اب سمجھ سکتا ہوں۔"

(تذکرۃ الرشید ص۱۹۲ و ص۱۹۳)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہ کا سوز و گداز

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز اپنا حال اپنے رسالہ "دردنامہ غمناک" میں بیان فرماتے ہیں اس کے چند شعر یہ ہیں۔

"ہزاروں غم کی لا آتش لگائی — میری سب عیش کی پونجی گنوائی
گیا اس دن سے سونا اور کھانا — ہوا میں غم کے تیروں کا نشانا
اجی جس کے ہو دل میں درد فرقت — اسے کب ہووے خواب و خور کی فرصت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو — نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
اٹھا چھاتی میں درد عشق جس کی — اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی
پڑا جو غم کا لشکر دل پہ آ ٹوٹ — متاع صبر و تسکین لے گیا لوٹ
تڑپ کر غم میں شب کو صبح کرنا — صبح سے شام تک رو رو کے مرنا
وہ جن آنکھوں میں خار ہجر ہو دے — بھلا وہ عمر بھر کیوں کر نہ روئے
گیا سب بھول کھانا اور پینا — پڑا مشکل مجھے اب اپنا جینا
لگی کہنے مجھے خلقت دیوانہ — کسی نے درد کو میرے نہ جانا"

چند اشعار کے بعد یہ اشعار ہیں۔

"یوں ہی کہتے ہیں اپنی اپنی سارے — نہیں واقف کوئی غم سے ہمارے
اگر ظاہر کروں حال دروں نی — بناؤں ایک عالم کو جنونی
جو میں ظاہر کروں سوز جگر کو — کروں شرمندہ دوزخ کے شرر کو
دکھاؤں بیکلی اپنی کو میں گر — تو اک ہلچل پڑے عالم کے اندر
جو آئے درد دل اپنا زباں پر — پڑے آفت کا ٹکڑا اک جہاں پر
حقیقت دل کی گر اپنے دکھاؤں — ہنسوں میں اور عالم کو رلاؤں
نہ کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا کروں میں
نہ ہو سکتا ہے جو چپ ہی رہوں میں"

مقاماتِ قرب و ولایت بقدرِ عشق و محبت

غرض کہ تمام اولیائے کرام کا یہی حال ہے۔ بلکہ مقامات قرب و ولایت بقدرِ عشق و محبت ہی ملتے ہیں جس درجہ عشق خداوندی ہو گا۔ اسی درجہ اس محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کا اس کو قرب حاصل ہو گا۔

حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری اطال اللہ بقائہٗ کے اس عشق و محبت سے ان کے مقامات قرب و ولایت کا بھی کسی درجہ میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گر مقام عشق ماوائے تو شد
سرفراز تو فلک جائے تو شد

"اگر مقام عشق تیرا ٹھکانہ ہو جاوے (یعنی حاصل ہو جاوے) تو تو آسمانوں سے اوپر تیری جگہ (یعنی تیرا مقام) ہو جائے"

اور اسی عشق و محبت کو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے۔

ہر کہ را جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد
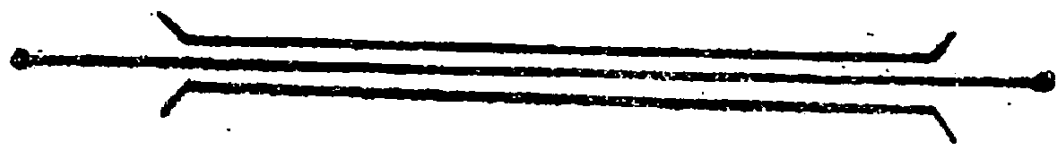
سیّد المرسلین محبوب رب العلمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت

گوہر حبِّ محمّد در دل او روشن است
صاف گویم قلب او روشن شدہ ہمرنگ آن

ترجمہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گوہر محبت حضرتؒ کے دل میں روشن ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ حضرتؒ کا قلب اس گوہر کے ہمرنگ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان ہے پیارے آقا محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔ جس درجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال ہو گا اسی درجہ ایمان میں کمال ہو گا۔ اور جس درجہ اس میں نقص ہو گا۔ اسی درجہ ایمان میں نقص ہو گا۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ	تم میں کوئی کامل الایمان نہیں ہو سکتا
حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ	جب تک میں اسے اس کے والد
مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ	اس کی اولاد اور تمام انسانوں
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔	سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اولاد، والدین اور تمام انسانوں، دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔

خدائے پاک تعالیٰ شانہ اور حبیب پاک صلی اللہ وسلم سے زیادہ اگر کسی چیز کی محبت ہو گی تو اس پر سخت ترین وعید قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔

ارشاد پاک ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(پ ۱۰ ع ۹)

آپ کہدیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو۔ اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (بیان القرآن)

محبت کیلئے اطاعت لازم ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو گی۔ بلکہ جس درجہ عشق ہو گا۔ جس درجہ محبت ہو گی اسی درجہ اطاعت و فرمانبرداری ہو گی۔ جب کمال عشق ہو گا تو کمال اطاعت ہو گی۔ اور گویا اطاعت ہی دلیل محبت ہے۔ بلا اطاعت دعوی عشق و محبت معتبر نہ ہو گا۔ جیسا کہ آج کل بہت سے مدعیان عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے کہ دعوی عشق تو ہے۔ مگر اطاعت کا نام نہیں بلکہ ہر حالت میں مخالفت ہے کیا خوب کہا ہے ؎

تعصی الرسول وانت تظہر حبہ ۔۔۔ ھذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعتہ ۔۔۔ ان المحب لمن یحب مطیع

تو کوئی شخص دعویٰ محبت تو کرتا ہے مگر اطاعت نہیں کرتا۔ برابر نافرمانی و مخالفت کرتا رہتا ہے تو اس کو محب کون جان لیگا۔ محبت دعویٰ کی چیز ہی نہیں ؎

وجائزۃ دعوی المحبۃ فی الھوی ۔۔۔ ولکن لا یخفی کلام المنافق

بلا اطاعت کسی کا کیا منہ ہے جو دعویٰ محبت کرے بلکہ عاشق کامل تو دعویٰ کرتا ہی نہیں۔ اس کی زبان سلی ہوئی ہوتی ہے زبان سے اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ زبان سے ظاہر نہ کرنیکے باوجود عشق چھپا نہیں رہتا ظاہر ہو ہی جاتا ہے اور اسکو چھپایا بھی کیسے جاسکتا ہے ؎

می تواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن
زردی رنگ رخ و خشکی لب راچہ علاج

شاعر کہتا ہے کہ تم آدمیوں سے عشق کے تذکرہ کو تو چھپا سکتے ہو مگر چہرہ کی زردی اور لبوں کی خشکی کو کس طرح چھپاؤگے۔ غرض پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ۔ ؏

عشق و مشک را نتواں نہفتن

بلکہ عشق بے زبان عشق زبانی سے کہیں زیادہ روشن ہوتا ہے کیونکہ عشق زبانی تو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور عشق بے زبان کے ساتھ ساتھ دلیل بھی موجود ہے۔ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

گرچہ تفسیر زباں روشن گر ست
لیک عشق بے زباں روشن تر ست

اس لئے محققین کاملین کا عشق اکثر بے زبان ہی ہوتا ہے اور وہ بے زبان ہو کر بھی سب کچھ کر گذرتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی کامل بھی بے قرار

ہو کر یوں اٹھتا ہے ؎

دل میرود ز دستم صاحب دلاں خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

یعنی جب ضبط انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور تاب ضبط نہیں رہتا تو بیتاب ہو کر زباں سے بھی اظہار ہو جاتا ہے تو پھر ایسے وقت میں جبکہ عشق بے زبان کو زبان لگتی ہے تو پھر عاشق پر کیا گذرتی ہے وہی خوب جانتا ہے، گویا قیامت کا سامنا ہوتا ہے۔ پھر اس کے سہنے کے واسطے بھی بڑا مضبوط کلیجہ چاہیئے۔ اس وقت اس کا یہ حال ہوتا ہے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

قطب عالم عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) شیخ المشائخ شیخ الحدیث سہارنپوری اطال اللہ بقائہ کی زندگی کو جس نے ذرا قریب سے دیکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حضرت زید مجدہ کی پوری زندگی ہر حرکت و سکون، قیام و قعود، اکل و شرب، رفتار و گفتار، معاشرہ، معاملہ، شادی، غمی غرض ہر حالت میں کس درجہ محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع و پیروی کا اہتمام ہوتا ہے اور جب سید المرسلین محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اجمعین کا نام مبارک زبان پر آتا ہے یا کسی سے سنتے ہیں یا کسی قسم کا کوئی تذکرہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوتا ہے تو اس وقت عاشق صادق حضرت شیخ زید مجدہ کا کیا حال ہوتا ہے؟ ادھر تو کمال ضبط اور ادھر بحر عشق میں طغیانی، دونوں کی کشمکش سے جو حضرت شیخ زید مجدہ کی حالت ہوتی ہے۔ اسے بے چارہ قلم بیان نہیں کر سکتا۔ اور اس حالت کو زبان و قلم سے کسی طرح بیان نہیں کیا جا سکتا ؎

قلم بشکن، سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش
حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

اور قیام ہند کے زمانہ میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً اور وہاں کے سفر مبارک کا ذکر ہوتا تھا تو حضرت شیخ زید مجدہ کا بھی وہی حال ہوتا تھا جس کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے قصیدہ میں اپنا حال بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے قصیدہ کے اشعار

تَصَوَّرْتُ الدِّیَارَ فَهَامَ قَلْبِیْ ‎ ‎ وَهَيَّجَ ذِكْرُهَا مِنِّیْ بُكَائِیْ

میں نے دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا تو میرا دل دیوانہ بنگیا۔ اور اس دیار کی یاد نے مجھ سے تیرے رونے کو ہیجان میں ڈال دیا۔ یعنی گریہ بے حد جوش مارنے لگا۔

رَوَتْ عِنْدِیْ شَمَائِلَ عَنْ حَبِیْبٍ ‎ ‎ فَاَبْكَتْنِیْ وَزَادَتْ مِنْ عَنَائِیْ

اس دیار نے محبوب کی خوبیاں میرے نزدیک بیان کیں تو مجھے خوب رلایا۔ اور روایت شمائل کے بیان میں میری محنت کو بڑھا دیا۔ یعنی کتاب شمائل کی روایت کرنے میں (جو ایک مشہور کتاب ہے) میری کوشش اور میرا شوق بڑھ گیا یا حبیب کی عادات و خصائل کی روایت میں میری محنت و کوشش زیادہ ہو گئی۔

۱؎ اَیَا قَلْبِیْ بِاَحْزَانٍ تَقَطَّعْ ‎ ‎ فَلَا سُلْوَانَ لِیْ بَعْدَ النَّوَاۤءِ

اور اے میرے دل میرے حزن و غموں کے سبب پارہ پارہ ہو جا کیونکہ فراق محبوب کے بعد کوئی دوا میرے تسلی بخشنے والی نہیں ہے۔

وَیَا صَدْرِیْ بِاَلَامٍ تَشَقَّقْ ‎ ‎ فَلَا اَرْضٰی لِنَفْسِیْ بِالْبَقَاۤءِ

اور اے میرے سینہ میرے دردوں کی تکلیف سے پھٹ جا۔

کہ مجھے خوش نہیں آتا کہ میرے نفس کی ہستی باقی رہے اور میں زندہ رہوں۔

فَهَلْ مِنْ مُشْتَرٍ رُوحِی بِرَوحٍ ۔۔۔ يُرَوِّحُنِی بِوَعْدٍ مِنْ بَقَاءٍ

کیا کوئی میری جان کا آسائش و تازگی کے بدلہ میں خریدار ہے کہ دیدار محبوب کا وعدہ کر کے مجھے آسائش پہنچا دے۔ یعنی مجھ کو لذت دیدار سے آرام دیکر میری جان کو غلام بنالے۔

يُبَشِّرُنِی بِنُعْمٍ بَعْدَ بُؤْسٍ ۔۔۔ وَإِسْعَادٍ لَهَا بَعْدَ الشَّقَاءِ

مجھ کو بعد مشقت فراق راحت دیدار کی خوشخبری دے۔ اور اس کی کو فراق کی بدبختی کے بعد جان کو سعادت دیدار ملے گی۔

وَقَالُوا اخْرُجْ تَنَزَّهْ فِی مُرُوجٍ ۔۔۔ لِتَسْلُوَ مِنْ تَبَارِيحِ الْبَلَاءِ

اور مجھے میرے نصیحت کرنے والوں نے کہا کہ چل گھر سے نکل کر سبزہ زاروں کی سیر کرتا کہ تجھ کو بلائے عشق کی مشقتوں سے تسلی حاصل ہو۔

شعر آئندہ میں ناصحوں کا جواب ہے۔

وَمَا عُذْرُ الْمَشُوقِ إِذَا تَلَهَّى ۔۔۔ خَلِيَّ الْقَلْبِ فِی شَرْعِ الْوَفَاءِ

کہ شرع وفا میں عاشق کو کیا عذر ہوگا جب کہ اس کا دل بیغم ہو کر بازی و کھیل کر رہا ہو۔ یعنی طریق وفا میں عاشق کو بازی و کھیل میں مشغول ہونا ایسا بڑا گناہ ہے۔ جس کا عذر ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

بِجُبِّ الْحُبِّ قَدْ أَمْسَى رَهِينًا ۔۔۔ فَمَا بَالُ الْحَدَائِقِ وَالْفَضَاءِ

چاہ عشق میں جس نے درماندہ ہو کر شام کی ہو تو باغوں اور وسیع میدان کا کیا حال ہے۔ یعنی جو غریق عشق ہو کر صبح سے شام کر چکا ہو اس کیلئے باغ اور وسیع میدان کس کام کے ہیں۔

وَمَنْ قَاسَى أَذًى مِنْ مَاءِ عَيْنٍ ۔۔۔ فَهَلْ يُغْنِيهِ شَيْئًا عَيْنُ مَاءٍ

اور جس نے آنسو بہا کر محنت کھینچی ہو کیا اس کو کسی پانی کے

چشمہ کے فائدہ دینے سے فائدہ پہنچے گا یعنی جس کسی نے رو کر دریا بہائے ہوں اس کو پانی کا ایک چشمہ دیکھنا کیا فائدہ دیگا۔

خواجہ دوست محمد اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پورے قصیدہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے اسی سے ان اشعار کا ترجمہ بھی نقل کرتا ہوں۔

دیکھتا کیا ہوں سماں آنکھوں میں سارا پھر گیا
دل مرا بیکل ہوا ہے جوش شورش اور بکار

تو بیاں محبوب کی اک اک بیاں ہونے لگیں
اشک تری آنکھوں سے جاری اور ہجوم ذکر منا

پارہ پارہ کیوں نہیں ہوتا ہے اے دل حزن سے
اب تسلی ہے کہاں محبوب ہے تجھ سے جدا

کیوں نہ ہو آلام سے سینہ مرا اب چاک چاک
جان بیزار ہوں بھاتی نہیں مجھ کو بقا

کوئی ایسا مشتری ہے وعدۂ دیدار پر
جان لے آرام دے تو دیکھو روئے مصطفیٰ

مژدۂ راحت ملے ایام محنت کا صلہ
بدلے بد بختی کے ہو جائے سعادت رہنما

کہتے ہیں تفریح کر چل سبزہ زاروں کی فضا
پائے تسکین غم سے دل ہے عشق محنت اور بلا

عذر عاشق کیا کرے طرز وفا میں اس گھڑی
دل ہے غم فکر سے اور رہو میں ہو مبتلا

جس نگاہ عشق میں کاٹی ہو شام غم بھلا
پھر فضا و باغ سے مطلب ہی اسکو کیا رہا

جس نے آب چشم سے دریا بہاتے ہوں سدا
چشمہ خوش سے اسے کیا لطف حاصل ہو بھلا

حضرت اقدس زید مجدہ کی مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً حاضری کس شوق کے ساتھ ہوتی تھی اس کا اندازہ ذیل کی تحریر سے ہوگا۔ اور اب تو وہاں مستقل قیام فرما لیا۔ اسی تمنا و شوق میں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اور اکثر مراقبہ و استغراق کی کیفیت رہتی ہے ؎

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

جب بھی دربارِ عالیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری ہوتی ، تو حضرتؒ کا حال بالکل اس شعر کا مصداق ہوتا ؎

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر
کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

فراق دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت شیخ زید مجدہٗ کی حالت — ایک سفر حجاز کا حال حضرت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدّ فیوضہم اسطرح بیان فرماتے ہیں ۔

اس سرزمین مقدس اور دیارِ حبیب سے ان کی روح اور قلب کو جو تعلق اور وابستگی ہے اور اس کے چھوٹنے پر ان کے دل پر جو کچھ گذر رہی تھی اس کا کچھ اندازہ ان سطور سے ہو گا جو ان کے ایک مخلص خادم نے ان سطور کے راقم (حضرت مولانا ابوالحسن صاحب) اپنے ایک مکتوب میں لکھی ہیں ۔

طائف سے واپسی پر عمرہ کر کے یعنی جعرّانہ سے احرام باندھا تھا ۔ دوسرے روز جدہ روانگی ہو گئی ۔ حدود حرم کے ختم پر جو کنواں ہے وہاں مغرب کا وقت ہوا ۔ نماز کے بعد سوار ہونے کے وقت حضرت پر گریہ طاری ہوا ۔ پھر جدہ پہنچکر محمد علی خاں صاحب کے مکان پر رات قیام تھا ۔ ساری رات عجیب بے چینی میں گذری ۔ حضرت کی خدمت میں فقیر محترمی ابوالحسن صاحب اور بندہ موجود تھے باقی خدّام اور حضرات حضرت جی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ دوسرے کمروں میں تھے ۔ حضرت بار بار اٹھکر بیٹھتے اور ہم لوگ بھی آہٹ پاکر اٹھ جاتے اور کسی وقت سوئے ہوئے رہتے اور دیکھتے رہتے ۔ بندہ کو بائیس ۲۲ سال سے کئی دفعہ کافی کافی عرصہ کیلئے حضرت کی خدمت میں رہنا ہوا ۔ سفر، حضر، اعزہ بزرگوں کی اموات ، رمضان مبارک کی راتیں حج کا سفر وغیرہ

مختلف اوقات و حالات میں حاضری نصیب ہوئی مگر ایسی حالت کبھی نہ دیکھی تھی، کبھی کھڑکی سے منہ نکال کر گلی میں، راستوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں ابوالحسن! آج اور عرب کی زمین دیکھ لے، صبح کو جانا ہی ہے۔ دوسرے روز ہوائی اڈہ پہ انتظار میں ویٹنگ روم میں بیٹھنا ہوا موسم حج اور اپنے ساتھ پاکستان جانے والوں کا کثیر مجمع اور جدہ میں رخصت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے کافی وقت بیٹھنا ہوا۔

بندہ نے حضرتؒ کو روتے ہوئے پہلے بھی بہت کثرت سے دیکھا ہے۔ اکثر اوقات تو ایسا کہ اجنبی کو تو ظاہر نہ ہوتا تھا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ رو رہے ہیں اور بعض وقت دیکھنے والوں کو محسوس ہو جاتا تھا کہ نماز تلاوت وغیرہ میں حضرتؒ رو رہے ہیں لیکن آنسوؤں کی کثرت کا دستور نہ تھا اور یہ قانون تھا کہ ایسی حالت میں جب کوئی ملنے والا آگیا یا کوئی دوسرا موضوع سامنے آیا جس میں کسی سے ہنسی مذاق اور خندہ پیشانی کی ضرورت ہوتی یا کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو ظاہری طور پر حضرتؒ کی وہ حالت فوراً ختم ہو جاتی اور آنے والے کو کچھ محسوس نہ ہوتا وقت کے حق کے مطابق حالت ہو جاتی۔

اس رخصتی والے دن کی حالت بالکل نرالی تھی۔ حضرتؒ تشریف فرما تھے۔ ارد گرد کافی مجمع تھا لیکن حضرتؒ ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے کہ بالکل اکیلے ہوں۔ کوئی بات، کلام، توجہ نہ تھی بے تحاشہ رو رہے تھے۔ آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے، کرتہ تر بتر ہو رہا تھا چہرہ مبارک سرخ اور آنسوؤں کے پانی سے ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسا کہ کوئی نل کے نیچے بیٹھا ہو بس آواز تو نہیں تھی۔

حضرت ہاتھ ڈھیلے کئے بیٹھے تھے۔ لوگ چپ چاپ مصافحہ کرتے جاتے تھے ایک دہشت سی تھی اس حالت میں رخصتی ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی حالت ہمیشہ مخفی رکھنے کی عادت تھی اس لئے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بھی یقین نہ آتا۔ بیان کو مبالغہ سمجھتا۔ اور اب بیان کو ناکافی سمجھ رہا ہوں۔

درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں تاثیر عشق

اسی محبت و اخلاص نے ان کے درس ان کی تصنیفات ان کے ساتھ بیعت و ارادت کے تعلق میں وہ تاثیر اور کیفیت پیدا کر دی ہے جو اہل عشق کے ساتھ مخصوص ہے" (سوانح مولانا محمد یوسف صاحب ص ۱۲۲ تا ۱۲۴)

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری زید مجدہ کے درس حدیث کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اس درس کی کیفیت بھی دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی حدیث کا احترام سنت سے شغف اور ذات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عشق کی کیفیت کا اثر تمام حاضرین پر پڑتا ہے۔ اور بعض مرتبہ تو ساری مجلس پر ایک بجلی سی کوند جاتی ہے۔ خصوصاً ختم کتاب اور دعا کے موقع پر تو یہ پیمانہ ہزار وسعت و عالی ظرفی کے باوجود چھلک پڑتا ہے اسی طرح وفات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث پر دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے آنکھیں بے اختیار اور آواز گلوگیر ہو جاتی ہے" (حوالہ بالا ص ۱۰۹ و ۱۱۰)

کمال عشق و محبت کمال تواضع و عبدیت اور کمال فنائیت کا اندازہ

حضرت اقدس زید مجدہ کے کمال عشق و محبت کمال تواضع و عبدیت اور کمال فنائیت کا کچھ اندازہ حضرت زید مجدہ کے اس گرامی نامہ سے ہوگا جو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب مدظلہ کو ان کے حجاز کے دوران قیام میں تحریر فرمایا تھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

ہمارا نام لیکر آہ بھی ایک کھینچیو قاصد
جو وہ پوچھیں تو کہہ دینا یہ پیغام زبانی ہے

بعد سلام مسنون! کراچی سے دو گرامی نامے پہنچے اول الفضل لفافہ اور پھر مختصر کارڈ مگر وہاں جواب کا وقت نہ تھا۔ آپنے اس ناپاک کی معیت و رفاقت کی آرزو کی مگر یہ نجس العین اس پاک خطہ کے قابل کہاں۔ دو مرتبہ حاضری ہوئی مگر ایک طاہر و مطہر ہستی تھی جس کے پیچھے قطمیر بھی لگ لیا۔ بلکہ حکماً لگا لیا گیا۔ اب کوئی پاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس میں ہر قسم کی غلاظت مغلوب ہو جائے۔ فیا حسرتا! آپ نہ معلوم کس مغالطہ میں ہیں۔ اپنی حالت یہ ہے۔ ؎

كَانَ ظَنِّيْ بِاَنَّ الشَّيْبَ يُرْشِدُنِيْ ‏ اِذَا اَتٰى فَاِذَا غَيِّيْ بِهٖ كَثُرَا
كُنْتُ امْرَاً مِنْ جُنْدِ اِبْلِيْسَ فَارْتَقٰى ‏ بِيَ الدَّهْرُ حَتّٰى صَارَ اِبْلِيْسُ مِنْ جُنْدِيْ
فَلَوْ مَاتَ قَبْلِيْ كُنْتُ اُحْسِنُ بَعْدَهٗ ‏ طَرَائِقَ فِسْقٍ لَيْسَ يُحْسِنُهَا بَعْدِيْ

اس تعلق اور محبت کے واسطے سے جو آپ کو اللہ رب العزت کی ستاری کی وجہ سے اس ناپاک سے محض مغالطہ کی وجہ سے رہا ہے۔ درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک راتوں میں مبارک جگہ میں اگر دعا سے دستگیری فرماویں تو وہ پاک ذات وہ مقلب القلوب قادر مطلق جو بلیغ کو عمر بنا دے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ناپاک کو پاک بنا دے اور رہزن کو نیک کا رہنما دے ؎

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے
لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

عمر ختم ہوتی جارہی ہے ظاہری طور پر وقت قریب ہی آتا جارہا ہے اور حالت یہ ہے ؎

آئی تھی کچھ لین کو اور بھول چلی کچھ اور
کیا دکھاؤں اپنے پیا کو میرے خالی دونوں ہاتھ

ے دیتے ہیں موئے سفید افسوس پیغام اجل
نفس سنتا ہی نہیں ہر چند کہتا ہوں سنبھل

اپنی حالت کو کہاں تک روؤں اور اس منافقانہ تحریر سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک ضائع کروں۔ یہ سطریں اس امید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر کچھ چوٹ لگے تو آپ اس پاک دربار میں کچھ عرض کرسکیں۔ جس کی پاک جوتیوں کے ذرّے "لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" کے مصادیق ہیں، بہت ادب سے صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض کردیں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہرگز لائق نہیں لیکن تم رحمۃ للعالمین ہو اس ناپاک کیلئے تمہاری نظر رأفت کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے ے

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
نہ محروماں چرا غافل نشینی

یہ بھی عرض کردیں کہ کچھ عرض کرنے کا منہ نہیں اس لئے کیا عرض کروں۔

فقط والسلام۔ زکریا۔ مظاہر علوم

۲۲ر شعبان ۷۶ھ (حوالہ بالا ص ۱۲۷ تا ۱۲۸)

حضرت شیخ زید مجدہٗ کا گرامی نامہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نام

ایک گرامی نامہ میں مولانا موصوف ہی کو تحریر فرمایا۔

بہرحال اگر ملاقات نہ ہوسکے تو اولاً اپنی تمام تقصیرات اور بے عنوانیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ ثانیاً ے

جاتے ہو تو جا اُو پر اتنا تو سُن جا کر
یاد جو آجائیں مرنے[1] کی دعا کرنا

بارگاہ رسالت پہ پہنچ کر اگر یاد آجائے تو یہ الفاظ بھی عرض کردینا۔

---

[1] کس پر! یہ کیا بتاؤں۔ ۱۲

ایک روسیاہ ہندی کتّے نے بھی سلام عرض کیا تھا۔ اگر ایک دو طواف بھی اس ناکارہ کی طرف سے کر دیں تو آپ جیسے کریم جفاکش حضرات سے امید ہے کہ بار نہ ہوگا۔ یہی چیزیں اس ناکارہ اور نااہل کیلئے اعلیٰ تبرکات ہیں۔ کسی تبرک کے لانے کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کریں۔ اس کا نعم البدل میں نے تعلقات کی قوت کے زور میں خود ہی تجویز کر دیا کہ مجھے کھجور، زمزم وغیرہ تبرکات کی بہ نسبت دعا اور طواف کی مسرت ہی زیادہ ہوگی۔ اور احتیاج بھی زیادہ ہے۔

فقط والسلام۔ زکریا۔ مظاہر علوم

۲۳ رجب ۷۶ھ (حوالہ بالا ۱۲۴، ۱۲۵)

"خدائے پاک اپنے فضل و کرم اور حضرت شیخ زید مجدہ کے طفیل میں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کچھ حصہ اس ناپاک و ناکارہ اور نااہل کو بھی نصیب فرما دے۔ آمین، آمین، اللّٰہم آمین، یا رب العالمین"

اقدامِ عالیہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کمال تواضع سے بیٹھنا

عاشقانہ می نشیند، سمت اقدام حبیبؐ
مشفقانہ می نوازد، سرورِ پیغمبراں

ترجمہ:۔ (حضرت زید مجدہٗ) عاشقانہ انداز میں (تواضع اور عاجزی و تذلل کے ساتھ) حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی جانب بیٹھتے ہیں۔

اور سرورِ پیغمبراں (حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت دام مجدہٗ کو اپنے قرب خاص اور دیگر مقامات عالیہ سے) مشفقانہ طور پر نوازتے اور سرفراز فرماتے ہیں۔

پانچویں حج کا واقعہ | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

پانچویں بار آپ کا سفر حج (۱۳۸۹ھ) غایت درجہ اشتیاق و شوق حضوری کے ساتھ ہوا اس نعمت عظیم کے شکرانہ کے طور پر آپ نے دو ماہ کے روزہ اور ہمہ وقت بحالت حضور رہنے کی نذر مانی تھی اللہ تعالیٰ نے راقم کو اس سفر حج میں ہمرکابی کی توفیق نصیب فرمائی۔ اور آپ کے علو ہمت، قوت ارادی، بارگاہ نبوی صلعم آپ کے آداب ذات نبوی ﷺ سے آپ کے عشق و شیفتگی، علو استعداد نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قیام میں جن مراتب عالیہ اور دولت قرب و اختصاص سے نوازا اور سربلند و سرفراز فرمایا اس کے عجیب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اسلاف کرام اور اولیاء متقدمین کی یاد تازہ ہوئی آپ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقدام عالیہ کے پاس مسلسل گھنٹوں ایک عالت میں مراقب رہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب بھی آپ کی سیری نہیں ہوئی ہے تمنا فرماتے کہ اسی پاک سرزمین میں آپ کو مستقل قیام کا موقع مل جائے واپسی کا ذکر تک آپ کو بہت شاق ہوتا (حیات خلیل بحوالہ مقدمہ اوجز ص ۱۱۷)

روئے انور از جمالِ مصطفٰے شد تابناک
روح اطہر با کمال و با وقار و شادماں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کا روئے انور جمال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تابناک ہو گیا۔ اور روح اطہر باکمال باوقار اور شادماں ہو گئی۔

سید المرسلین حبیب رب العالمین (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گذرے اور ایک

کمزور ولاغر بکری (جو جنگل میں چرنے کیلئے بھی نہیں جا سکتی تھی جس کے تھن بالکل خشک تھے برائے نام بھی دودھ نہ تھا) کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے دودھ دینے کا معجزہ پیش آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں سے تشریف لیجانے کے بعد جب ام معبد کا شوہر گھر آیا تو اس نے دودھ سے بھرے ہوئے برتن اور خاص انوارات محسوس کئے جسکی وجہ سے ام معبد سے حالت دریافت کی، تو جب خیمہ کے پاس سے گذر جانے کی وجہ سے بعد تک انوارات محسوس کئے جائیں تو جس جگہ وہ ذات اقدس وہ صاحب جمال وکمال صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ آرا و آرام فرما ہوں۔ وہاں اس جمال جہاں آرا کے انوارات کا کیا حال ہوگا؟

اور جو عاشق صادق اپنے آپ کو ان کے عشق میں فنا کر کے انکے دربار گہربار پر جا پڑے اور انکے تصور و مراقبہ میں اکثر وقت گذارے۔ ان کی یاد ان کی غذا اور قلب و روح کیلئے سکون وسرور کا باعث ہو جائے اور جو اپنے کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے تصور میں اپنے آپکو فنا کر دے اور محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کا جمال جہاں آرا کی شعائیں جس پر ہر وقت پڑیں اور اسکو جگمگائے رہیں اسکے حسن کا کیا پوچھنا وہ کتنا حسین ہو جائیگا۔ خود اندازہ لگالیا جائے شعر مذکور میں اسی کیطرف اشارہ ہے۔

روشن تیرے نور سے سورج بھی قمر بھی
دیکھے تیرا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی

خاک طیبہ

خاک طیبہ نزد دے محبوب از عیش نعیم
قلب زوا زما سوا فارغ شدہ در شوق آں

ترجمہ:۔ خاک طیبہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) حضرتہ دام مجدہ کو عیش نعیم سے زیادہ محبوب ہے۔ (یہاں تک) کہ حضرتہ کا قلب مبارک اسکے شوق میں اس کے ماسوا سے فارغ ہو گیا ہے۔ (کہ ہر وقت اسی کے شوق میں مشغول و مستغرق رہتے ہیں۔)

کمال اتباع

خلق و فعل و نطق: زسنت منور سربسر
معدن ایثار و شفقت راحت دل خستگاں

ترجمہ:۔ حضرتہ زید مجدہ کا خلق (عادت) و فعل اور نطق (گفتگو) سب سنت (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) سے منور ہے۔ یعنی سب سنت کے مطابق ہے اور سنت میں نور ہوتا ہی ہے۔ اس لئے حضرتہ کے یہ سب کام سنت کے نور سے منور ہیں۔ اور ——— مقصود یہ ہے کہ حضرتہ کا ہر ہر عمل سنت کے مطابق ہے جو ہزار کرامتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ؎

مپندار سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ!

معدن ایثار و شفقت راحت دل خستگاں

ترجمہ:۔ حضرتہ زید مجدہ ایثار و شفقت کی کان اور خستہ دلوں کی راحت ہیں۔

تشریح:۔ یہ بھی محبوب کبریا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اتباع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اپنے ادنیٰ امتی کے ساتھ محبت ہے پوری دنیا کی محبت بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ   تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر

مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے۔ جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان داری کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔ (بیان القرآن)

نیز ارشاد فرمایا گیا۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ الآیۃ۔

نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (بیان القرآن)

"گلدستۂ سلام" میں۔ ع "السلام اے برخلائق او رؤف است و رحیم" کے ذیل میں لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر لمحہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت و رحمت پر شاہد ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہؓ کو طرح طرح ایذا دیتے تھے۔ جن کے سننے سے ہی دل دہلتے اور کلیجے پھٹتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں مگر ان لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس درجہ مہربانیوں کی بارشیں برسائی ہیں۔ قاتلین کو (بدلہ لینے پر پوری قدرت کے باوجود) معاف ہی نہیں کیا بلکہ الطاف انعامات سے نوازا۔ جس سے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی بھرپور رہی ہے۔ یہ حصہ پیارے آقا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تھا حدیث و سیر اور تاریخ کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔

امت کے لئے ہر وقت بے چین رہنا، راتوں کو رونا، اتنے لمبے لمبے سجدے کرکے دکھ لوگوں کو وفات ہو جانیکا احتمال ہونے لگے) اور اتنی لمبی لمبی نفلیں پڑھ کر دکھ پیروں پر ورم آجائے) امت کیلئے دعائیں مانگنا، اور پتھر تک کھا کر اور (اُحد میں) زخمی تک ہو کر ہدایت کی دعائیں فرمانا یہ ایک رحمۃ للعالمین ہی کا منصب ہو سکتا ہے اور بس۔ (گلدستۂ سلام ص ۳۹)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس امت سے اس درجہ محبت تھی اس سے محبت رکھی جائے۔

اور جو حضرات سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ امت کی رحمت و شفقت بھی کمال درجہ عطا فرماتا ہے۔

حضرت شیخ زید مجدہٗ کی امت کے حال پر رحمت و شفقت

حضرت قطب عالم شیخ زید مجدہٗ کی پوری زندگی رحمت بر حال امت سے بھرپور ہے امت کے لئے دردمند رہنا، رات کی تنہائیوں میں رب العالمین کے حضور میں پیشانی رکھ امت کے لئے دعائیں مانگنا یہ حضرت کا محبوب مشغلہ ہے۔ بلکہ امت کے لئے دوسروں سے دعائیں کرانا بھی۔ چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ کو ان کے سفر حجاز کے موقع پر ایک مکتوب گرامی میں یہ بھی تحریر فرمایا۔

اب آپ سے انتہائی لجاجت سے درخواست ہے کہ ملتزم پر اور مواجہہ پر اس ناپاک کیلئے جو کچھ کہہ سکتے ہوں کہہ دیجئے اللہ جل شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور یہاں کے

مسلمانوں کے لئے کیا کہنا ہے یہ تو آپ کا دل مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہوگا۔

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ص۱۲۶)

قیام مدینہ منورہ کا ایک مقصد

اسی طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری مدظلہ کے قیام مدینہ پاک زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

یہ قیام بھی دراصل اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی اقبال مندی کی دعا کے لئے ہے۔ اور آپ کے شب و روز کا بڑا حصہ ان مسائل کی فکر و دلسوزی اور اللہ تعالیٰ کے باب کرم کو کھلوانے کیلئے مسلسل دعا اور توجہ الی اللہ میں گذرتا ہے۔

یہ شعر آپ کے بالکل حسب حال ہے ۔

بایں پیری رہ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرور عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سر شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

اطال اللہ حیاتہ، و نفع الامۃ بفیوضہ، (حیات خلیل ص۶۱۲)

حضرت شیخ زید مجدہ کے مراتب عالیہ

حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری اطال اللہ بقاءہ کی امت کے حال پر رحمت و شفقت اور امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں اور ہر قسم کی صلاح و فلاح کی دعائیں مانگنے اور امت کی زبوں حالی سے درد مند و فکر مند رہنے سے خود حضرت زید مجدہ کے مراتب عالیہ کا بھی کسی درجہ میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔

من استغفر للمؤمنین ... جو مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے

وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَوْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَحَدُ الْعَدَدَيْنِ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ

اللہ تعالیٰ سے ہر دن ستائیس ۲۷ یا پچیس ۲۵ مرتبہ استغفار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو ان لوگوں میں شمار فرماتے ہیں۔ جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے زمین والوں کو روزی ملتی ہے۔

(فی فصل الاستغفار ص۱۱ بحوالہ حصن حصین ص۵۳)

شیخ محمد آفندی عابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "اجابۃ الغوث ببیان النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث" میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفی الحلیۃ لابی نعیم مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجِ الْكَرْبَ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ كُتِبَ مِنَ الْاَبْدَالِ انتهى۔

جو شخص ہر دن دس دفعہ یوں کہیگا اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح فرما دے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تکلیف ومصیبت دور فرما دے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما "تو وہ ابدال میں لکھ لیا جائیگا۔

(رسائل ابن عابدین ص۲۷۴)

"یعنی ابدال کے مثل ہو جائیگا۔ کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اسکا ابدال کیساتھ حشر فرمائیں گے" (حوالہ بالا)

حضرت شیخ زید مجددہ کی صحبت کیمیا اثر

صحبت او اے برادر کیمیائے بے مثال
ہر کہ آید حسب استعداد یابد بہرہ زاں

ترجمہ:۔ حضرت دام مجدہ کی صحبت اے بھائی بے مثال کیمیا ہے۔
جو آتا ہے اپنی استعداد کے موافق اس سے حصہ پاتا ہے، (اپنی استعداد
صلاحیت کے بقدر فیض حاصل کرتا ہے)

ایسے ہی حضرات کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

نیکوں کی صحبت اگرچہ ایک ساعت ہی ہو۔ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

نیز کیا خوب کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر است از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک زمانہ جو اولیاء کی صحبت میں گذرے۔ سو سال کی مخلصانہ عبادت سے بہتر ہے۔

نیز

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　گو نشیند با حضورِ اولیاء

جو شخص خدا کے ساتھ ہم نشینی چاہے　　چاہیئے کہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

نیز کیا خوب کہا ہے ؎

آنانکہ بنظر خاک را کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

جو حضرات نظر سے خاک کیمیا کر دیتے ہیں　　کیا ہی اچھا ہو اگر کچھ توجہ ہماری طرف فرماویں

ماہ صیام میں بارش الطاف کی زیادتی

می فزاید بارش الطاف در ماہ صیام
اعتکافش خلوتے در انجمن ایں راز داں

ترجمہ:۔ (حضرت دام مجدہ) کے کرم و الطاف کی بارش ماہ صیام
میں اور بڑھ جاتی ہے۔ حضرت دام مجدہ کا اعتکاف "خلوت در انجمن"

کا مصداق ہوتا ہے اس راز کو جان لے۔

تشریح:۔ **خلوت در انجمن کا مطلب** "خلوت در انجمن" سلسلہ نقشبندیہ میں اصطلاح تصوّف کا لفظ ہے سیّد الطائفہ، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

"خلوت در انجمن" آں ست	"خلوت در انجمن" یہ ہے کہ بظاہر
کہ بظاہر با خلق بباطن	مخلوق کے ساتھ اور بباطن
با حق تعالیٰ بود، یعنی با ہر حال	حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ رہے
متوجہ الی اللہ بودہ باشد۔	یعنی ہر حال میں متوجہ الی اللہ
(ضیاء القلوب ص۴۲)	رہے۔

خواجہ مجذوب مرحوم ومغفور نے کیا خوب اس مضمون کو ادا فرمایا ہے ؎

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

توجّہ باطنی

می نشیند در مجالس بہر تنویر ظلم
می رساند آفتابے در قلوب خادماں

ترجمہ:۔ حضرت دام مجدہ مجالس میں ظلمتوں (اندھیروں) کو منوّر کرنے کے لئے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور (اپنی توجہ باطنی کا) ایک آفتاب خادموں کے قلوب میں پہنچا دیتے ہیں۔ (جس سے خادموں کے قلوب جگمگا اٹھتے ہیں۔)

پُر نور چہرہ

چہرۂ پُر نور او روشن تر از شمس و قمر
لیک ظاہر می شود مقدار تاب طالباں

ترجمہ:۔ حضرت دام مجدہ کا پُر نور چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ لیکن اس کا نور طالبین کی قوت کے بقدر ظاہر ہوتا ہے۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

دیدِ لیلیٰ کے لئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور
کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تماشا انکا

نیز ارشاد ہے ؎

جہان سارا تو چھان مارا بتاؤ انصاف سے خدارا
کہیں بھی اے مہر و ماہ دیکھا جمال ایسا کمال ایسا؟
بھلا وہ سمجھے تو کیسے سمجھے، بھلا وہ جانے تو کیسے جانے؟
جو قلب اور عقل کا ہوا اندھا جمال ایسا کمال ایسا؟

مضمون سابق کی دلیل

سطح ظاہر را منور می نماید آفتاب
از شعاع روئے او روشن شود خلق نہاں

ترجمہ:۔ آفتاب تو بس ظاہری سطح کو منور کرتا ہے اور حضرت دام مجدہ کے روئے انور کی شعاعوں سے پوشیدہ اخلاق روشن ہو جاتے ہیں ؎

دیدہ و جسم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا؟
مجھے تو تم پسند ہوا اپنی نظر کو کیا کروں؟

مقبولیت عامہ اور اسکی وجہ

کاسہ گیران جادہ پیماں سوئے آں مینا نوازند
در دش خمخانۂ عشق و محبت این زماں

ترجمہ ا:۔ طالبین کاسہ طلب لئے ہوئے اس شراب عشق بخشنے والے کی طرف جادہ پیماں ہیں (چنانچہ مختلف شہروں مختلف ملکوں سے طالبین پروانوں کی طرح آتے اور شراب عشق پی کر اور بقدر وسعت ظرف حصہ پاکر واپس لوٹتے ہیں)

اس وقت حضرت دام مجدہ کے دل ہی میں تو عشق و محبت کا خمخانہ ہے۔ جسطرح بجلی کا پاور ہاؤس ہوتا ہے کہ وہیں سے بجلی تقسیم کی جاتی ہے اور جسطرح کسی شئی کا گودام ہوتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں خدائے پاک نے حضرت دام مجدہ کے دل کو عشق و محبت کا گودام اور پاور ہاؤس بنایا ہے، طالبین آتے ہیں اور بقدر طلب و ظرف حصہ پاتے ہیں۔ تو گویا لوگوں کے دلوں میں حضرت شیخ زید مجدہ کیطرف کشش اور طبیعتوں کی میلان کی وجہ یہی ہے کہ حضرت شیخ زید مجدہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق کمال درجہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت اور مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور پھر اس بندہ سے محبت کرنیکا حکم جبرئیل علیہ السلام کو ہوتا ہے اور پھر ان کے بعد دیگرے تمام آسمان والوں کو یہ حکم ہوتا ہے۔ پھر دنیا میں اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی جاتی ہے (جیسا کہ یہ مضمون حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے) اس کے بعد بے اختیار لوگوں کے قلوب اس کیطرف کھینچتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن میں سلامتی نہیں۔

اس صورت میں مصرعۂ ثانیہ مصرعۂ اولیٰ کے لئے علت ہوگا۔

حضرت زید مجدہ کی عجیب و غریب مجلس کا کچھ نقشہ

مجلس او معرفت را بحر ناپیدا کنار
بر لآلی حسب طاقت ہر کسے غوطہ زناں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کی مجلس معرفت کا ناپیدا کنار دریا ہے ہر شخص حسب طاقت اس میں معرفت کی موتیوں پر غوطہ زن ہے۔

تشریح:۔ یعنی شرکاء مجلس میں سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد و صلاحیت اور طاقت کے اعتبار سے رموز معرفت سے واقف اور بہرہ ور ہوتا ہے

مجلس او آبشارے کشت دل سیراب زو
مجلس او رود بارے بر کنارش تشنگاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کی مجلس ایسا آبشار ہے کہ جس سے دل کی کھیتی سیراب ہوتی ہے۔

تشریح:۔ "دل کی کھیتی" ایمان و یقین اللہ کے وعدوں پر اعتماد اور اس بیچوں و بیمثل تعالیٰ شانہ کی معرفت ہے حضرت زید مجدہ کی مجلسوں سے یہ کھیتی سیراب ہوتی ہے اور تر و تازگی و افزونی پیدا ہوتی ہے۔

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کی مجلس (علوم و معرفت کی) ایسی نہر ہے جس کے کنارہ پر پیاسے جمع رہتے ہیں۔

تشریح:۔ کہ حضرت زید مجدہ ہند میں ہوں یا عرب میں وہیں دور دراز افریقہ، امریکہ، لندن، برما، ہندوستان، پاکستان اور دوسرے ممالک عرب و عجم کے طالبین پروانہ وار حضرت زید مجدہ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔

مجلس او دلگدازے گرد او دلہا چو موم
مجلس او دلنوازے گرد او دل دادگاں

ترجمہ:- حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایسی دلگداز (دل پگھلا دینے والی) ہے جس کے پاس دل مثل موم (نرم) ہو جاتے ہیں۔

حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایسی دل نواز (دلوں کو علوم و معرفت بخشنے والی) ہے۔ جس کی وجہ سے دلدادہ (عشاق) اس کے پاس جمع رہتے ہیں۔

مجلس او باغبانے گرد او انواع گل
مجلس او سائبانے زیر او دل تفتگاں

ترجمہ:- حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایسا باغبان ہے۔ جس کے پاس مختلف قسم کے پھول ہیں۔

حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایسا سائبان ہے جس کے نیچے تڑپتے دل (پناہ گزیں) ہیں۔

مجلس او ہر زبانے وقف بر ذکر و درود
مجلس او پاسبانے بر قلوب سالکاں

ترجمہ:- حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایسی مجلس ہے کہ جس میں ہر زبان ذکر و درود پر وقف ہے۔ (یعنی شرکائے مجلس میں ہر شخص ذکر، درود وغیرہ میں مشغول رہتا ہے۔)

حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس سالکین کے قلوب پر ایک محافظ ہے (کہ خطرات و وساوس سے دلوں کی حفاظت کرتی ہے

مجلس او نرد بانے بہر تیسیر وصول
مجلس او مہربانے بر ہمہ آئندگاں

ترجمہ:- حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ایک سیڑھی ہے، وصول کو آسان کرنے کے لیے۔

حضرت زبیدہ مجیدہ کی مجلس ہر آنیوالوں پر مہربان ہے۔

تشریح :۔ یعنی جسطرح سیڑھی کے ذریعہ مکان کے اوپر چڑھا جاتا ہے اسی طرح حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مبارک مجلس کی مدد سے وصول الی اللہ میسّر آتا ہے اور حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مجلس میں ہر آنے والوں پر مہربانی کی جاتی ہے ہر کسی پر توجہ ہوتی ہے۔ جس سے ہر شخص بقدر ہمت و وسعت ظرف فیضیاب ہوتا ہے۔

مجلس او آسمانے از کواکب زینتش

مجلس او راہ دانے گرد او سیارگاں

ترجمہ :۔ حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مجلس ایسا آسمان ہے جو ستاروں سے مزیّن ہے۔

تشریح :۔ یعنی حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مجلس میں علماء کرام (جو مثل ستاروں کے ہیں) جمع رہتے ہیں جن سے مجلس کو زینت ہوتی ہے۔

ترجمہ :۔ حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مجلس ایسا راہ داں (راستہ سے واقف و باخبر) ہے کہ جس کے گرد قافلے جمع رہتے ہیں۔

تشریح :۔ یعنی حضرتؒ زبدۃ مجددہ وصول الی اللہ کے راستہ سے ایسے واقف اور باخبر ہیں کہ راہ سلوک و طریقت طے کرنیوالوں کے قافلے کے قافلے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر رہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ کسی پر قبض کی کیفیت غالب ہوتی ہے، کسی پر بسط کی، کسی پر گریہ و بکا ہے۔ کسی پر سرور و انبساط، کسی پر کوئی وارد پیش آتا ہے کسی کو کوئی۔ ہر شخص اپنا اپنا حال بیان کر کے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔

مجلس او شمع روشن گرد او پروانہ ہا

مجلس او شاہ گل گردش عنادل در فغاں

ترجمہ :۔ حضرتؒ زبدۃ مجددہ کی مجلس ایسی روشن شمع ہے جس کے گرد پروانے جمع ہیں۔

تشریح :- یعنی حضرت زید مجدہ کی مجلس میں لوگ ایسے جذبہ و شوق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں جیسے پروانے شمع کے پاس۔

ترجمہ :- حضرت زید مجدہ کی مجلس ایسا شاہ گل ہے جس کے گرد بلبلیں آہ و فغاں میں رہتی ہیں۔

تشریح :- یعنی جسطرح بلبلیں شاہ گل پر عاشق ہیں۔ اس سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتیں۔ یہی حال لوگوں کا ہے حضرت زید مجدہ کے عشق میں حضرت زید مجدہ کی مجلس سے جدائی ان پر بڑی شاق گذرتی ہے۔

مجلس او غم گسارے گرد او دل پارہا
مجلس او تاجدارے گرد او فرزانگاں

ترجمہ :- حضرت زید مجدہ کی مجلس ایسا غم گسار ہے جس کے گرد دل پارہ لوگ جمع رہتے ہیں۔

تشریح :- یعنی جن کے دل غموں سے پارہ پارہ ہو چکے ہیں چونکہ حضرت شیخ زید مجدہ ان کی غمگساری تسلّی و دلجوئی فرماتے ہیں اسلئے حضرت کے گرد جمع رہتے ہیں۔

ترجمہ :- حضرت شیخ زید مجدہ کی مجلس ایسی تاجدار ہے جس کے گرد فرزانے جمع رہتے ہیں۔

تشریح :- یعنی حضرت شیخ زید مجدہ کی مجلس میں شرکت سے رذائل دور ہو کر فضائل سے انسان آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کے سر پر مقبولیت و محبوبیت اور رشد و ہدایت کا تاج رکھ دیا جائے۔ اس لئے عقلمند انسان حضرت زید مجدہ کے پاس جمع رہتے ہیں۔
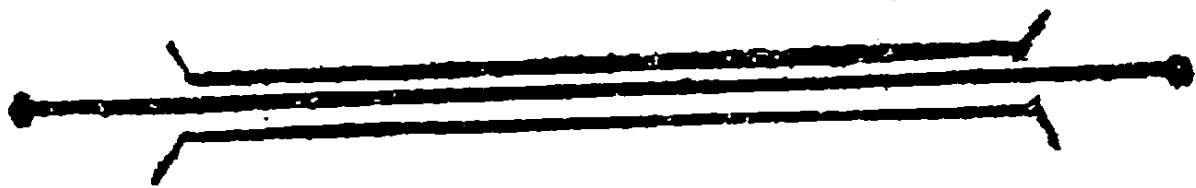
توکل و اعتماد اور اسکے چند واقعے

مایۂ او اعتماد وعدہ ہائے ذات حق
تاج فقر ش باتوکل رد کش چتر شہاں

ترجمہ :۔ ان کی پونجی اور سرمایہ ذات حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں کا اعتماد ہے۔ ان کا فقر باتوکل بادشاہوں کے چتر کو شرمندہ کرنیوالا ہے۔

حضرت قطب عالم شیخ سہارنپوری | نصف صدی تک درس حدیث دینے پر کبھی تنخواہ قبول نہ فرمائی

اطال اللہ بقاءہ کی پوری زندگی ہی حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں پر اعتماد کی روشن مثال ہے۔ یہ تو پہلے گذر چکا ہے کہ تقریباً نصف صدی تک مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں درس حدیث دیا مگر کبھی تنخواہ قبول نہ فرمائی اور جو اکابر کے اصرار پر قبول فرمائی تھی بعد میں اس کو بھی واپس فرما دیا تھا اس قسم کے واقعات سے حضرت قطب عالم زید مجدہ کی پوری زندگی بھری ہوئی ہے۔ بطور نمونہ کے چند واقعات عرض کرتا ہوں جن سے حضرت قطب عالم زید مجدہ کا خالق کائنات تعالیٰ شانہ کے وعدوں پر اطمینان و اعتماد کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

پہلا واقعہ حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد گھر کا سب خرچ حضرت زید مجدہ کے سر پہ آپڑا والدہ صاحبہ، ہمشیرہ صاحبہ اور دیگر اہل خانہ کی کفالت ادھر ظاہری طور پر کوئی سرمایہ نہیں جائداد نہیں، تنخواہ نہیں کتب خانہ کی بکری بہت کم اور کتب خانہ کا کام والد صاحب قدس سرہ فرماتے تھے حضرت زید مجدہٗ کو تجارت کا تجربہ بھی نہ تھا یہ ساری چیزیں کسطرح پریشان کن تھیں۔ مگر

والد صاحب قدس سرہ کے انتقال کے تیسرے روز جب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ دہلی کی شفقت ومحبت کے واقعات اوپر گذر چکے ہیں ہمارے ان سب چیزوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

یہ امور بالا بہت قابل فکر ہیں۔ تم ابھی بچے ہو تجارت سے واقفیت نہیں۔ مولانا عاشق الہٰی صاحب کو تجارت میں بہت مہارت ہے۔ اس لئے تم اپنا کتب خانہ لیکر میرٹھ منتقل ہو جاؤ اور مولانا عاشق الہٰی کی زیر نگرانی تجارت کرو تو ان شاءاللہ قرضہ بھی جلد ادا ہو جائے گا۔ اور متعلقین کی کفالت کا انتظام بھی سہولت سے ہو جائیگا۔ حضرت قدس سرہ نے بہت ہی شفقت اور طویل تقریر سے یہ مضمون ارشاد فرمایا۔
حضرت قطب عالم اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اسوقت میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ میں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضرت! اگر حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر مشورہ ہے تو میری تمنا تو یہ ہے کہ حضرت سہارنپوری ان شاءاللہ تشریف لے ہی آئیں گے۔ (حضرت سہارنپوری اسوقت نینی تال جیل میں بلا تفتیش محبوس تھے)

حضرت اقدس رائےپوری نے میرا جواب سُنکر فرمایا کہ۔
بس بس! اور انتہائی مسرت اور انتہائی اخلاص کے ساتھ مجھے اس قدر دعائیں دیں کہ آج بھی وہ دعائیں میرے لئے انتہائی موجب لذت ہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ میری بھی یہی خواہش تھی۔ مگر مولانا عاشق الہٰی صاحب نے بہت اصرار کے ساتھ کہا تھا کہ زکریا میرے کہنے کو تو مانے گا نہیں آپ اس کو حکم فرما دیں کہ وہ میرٹھ منتقل ہو جائے۔ اور جو وجوہ مولانا نے بتلائی تھیں وہ ظاہر تھیں۔

اس لئے میں نے مشورہ دیا تھا یہ سمنکر اللہ مجھے معاف کرے۔ مجھے مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا غصہ آیا کہ حد نہیں۔ اگرچہ مولانا میرٹھی نے از راہ شفقت فرمایا تھا۔ مگر میری حماقت کہ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، اور میں نے واقعی مولانا کی شفقت کا بدلہ بہت ہی گرانی کے ساتھ دیا۔ اگر اسوقت کوئی لفظ گستاخی کا مولانا مرحوم کی شان میں نکل گیا ہو تو اللہ ہی معاف فرمائے۔ اور مولانا کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ (ولی کامل ص۳۰، ص۳۹ بحوالہ آپ بیتی)

اسی نوع کے دو واقعے حضرت سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے تحریر فرمائے ہیں۔ پہلا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

دوسرا واقعہ شیخ کے خاندان کا تعلق مدرسۃ العلوم۔ علی گڈھ سے (جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے نام سے مشہور ہوا) بہت قدیم اور گہرا تھا علیگڈھ تحریک کے بانی سرسید احمد خاں مولانا نورالحسن صاحب کاندھلوی کے شاگرد تھے اور انہوں نے اس تلمذ کا ہمیشہ بڑا احترام کیا۔ جس کے نتیجے میں اس خاندان کے ذہین اور شریف نوجوان مختلف دوروں میں علیگڈھ سے استفادہ کرتے رہے ان میں بیسویں صدی کے ابتدا میں دو بھائی مولوی بدرالحسن صاحب (جو سب جج کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے) اور مولوی سلام الحسن (جو ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔) خاص طور پر ممتاز و نامور ہوئے۔ شیخ کے اکثر ہم عمر اور قریبی عزیز علیگڈھ میں تعلیم پاتے تھے، مولوی بدرالحسن صاحب نہ صرف علیگڈھ کے اولڈ بوائے ...... تھے، بلکہ کالج کے ٹرسٹی اور اس کے اہم ارکان میں سے تھے۔ شیخ کی تنخواہ پندرہ [15] روپے ماہانہ تھی۔ آئندہ کی ترقیات کا بھی حال معلوم تھا۔ والد صاحب کا انتقال

ہو چکا تھا۔ خاندان کا معیار زندگی زمینداری اور اعلیٰ سرکاری عہدوں کی وجہ سے خاصا بلند تھا۔ مولوی بدرالحسن صاحب نے ازراہ شفقت یہ منصوبہ بنایا کہ شیخ جن کی ذہانت اور محنت خاندان میں مشہور اور مسلم تھی۔ پرائیویٹ طریقے پر علوم مشرقیہ کے دو امتحانات دیدیں اس کے بعد کالج میں تین سو روپے کی ملازمت یقینی ہے۔ خاندان کے بزرگوں کی طرف سے اس بارہ میں نہ صرف تائید تھی۔ بلکہ اصرار تھا جو ناراضگی کی حد تک پہنچ گیا۔ لیکن شیخ نے ادب مگر شدت کے ساتھ اس سے انکار کیا اور فرمادیا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس میں کمی اور بیشی کا تعلق صرف مقدر سے ہے اگر اللہ کو کشائش اور روزی کی فراخی منظور ہے تو یہیں بیٹھے بیٹھے حاصل ہوگی۔ وہ حاصل ہوگی ورنہ ہزار جتن کرنے کے بعد بھی اس کی کوئی ضمانت نہیں۔ شیخ کا یہ جواب سنکر خاندان کے ایک بزرگ مولوی شمس الحق صاحب جو شیخ کو سمجھانے آئے تھے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور بڑی داد دی۔

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص ۹۱، ۹۲)

تیسرا واقعہ دوسرا واقعہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

اس سے بڑا امتحان چند دنوں کے بعد پیش آیا کرنال میں نواب عظمت علی خاں مظفر جنگ کے مشہور وقف کی جانب سے ایک بڑا تبلیغی دارالعلوم قائم کیا گیا جس کی خصوصی غرض و غایت یہ تھی کہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے نیز جدید شبہات اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے، جو اس وقت اپنی تبلیغی کوششوں میں بہت سرگرم تھے، ایسے فضلاء تیار کئے جائیں جو عربی و انگریزی دونوں سے

واقف اور علوم قدیم وجدید دونوں کے جامع ہوں اس کے لئے یہ تجویز ہوئی کہ بڑے وظائف دیکر مستند عربی مدارس کے فضلاء کو انگریزی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغین کو عربی پڑھائی جائے۔ مولانا سر رحیم بخش صاحب مرحوم جو ریاست بھاولپور کے صدر کونسل اور ایجنٹ تھے اس تحریک کے بڑے سرپرستوں میں سے تھے، ان کا تعلق گنگوہ، رائے پور اور سہارنپور سے خادمانہ تھا اور مخلصانہ تھا اور وہ مظاہر العلوم کے بھی سرپرستوں میں تھے انہوں نے ابتدائی مدرس حدیث کیلئے شیخ کا انتخاب کیا اور اس کیلئے سہارنپور کا مستقل سفر کیا۔ ضابطہ کے تین سو[۳] ماہانہ تنخواہ کے علاوہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کا وعدہ فرمایا۔ مثلاً رمضان کی چھٹی حضرتؒ کی خدمت میں رہنے کیلئے ہر سال تین ماہ کی چھٹی بلا وضع تنخواہ، اجناس کی سہولت، ان سب کے ساتھ ان کی صرف شرط یہ تھی کہ حضرتؒ پر ظاہر نہ ہو کہ یہ تحریک ان کی ہے۔ اس لئے کہ مظاہر العلوم کے ایک سرپرست کی حیثیت سے ان کیلئے یہ مناسب نہیں تھا کہ مدرسہ کے مدرس کو کسی اور جگہ کیلئے آمادہ کریں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دو سال کی چھٹی لیلو اور یہ کہو کہ قرض کا بار زیادہ ہے، شادی بھی ہو چکی ہے اور بچے بھی ہیں مدرسہ کی تنخواہ میں گذارا نہیں ہوتا۔ اس وقت شیخ کی تنخواہ بیس[۲۰] روپے تک پہنچی تھی۔ مولانا سر رحیم بخش صاحب کے دیرینہ تعلقات، ان کی بزرگانہ، مخدومانہ حیثیت ان کا پُر خلوص اصرار، قرض کا بار، تنخواہ کی قلت اور ترقی کے امکانات کا فقدان یہ سب وہ حقائق تھے جو اس پیشکش کو قبول کرنے کی ترغیب بھی دیتے تھے، اور ان کیلئے شرعی، اخلاقی و علمی دلائل بھی پیش کرتے تھے یہ ایک نوجوان عالم کیلئے جو ذہانت کے جوہر سے آراستہ

اور حدیث و ادب میں شہرت یافتہ تھا۔ ایک بڑی آزمائش تھی۔ شیخ اس وقت حقیقۃً ایک دوراہے پر کھڑے تھے۔ اگر وہ اثبات میں فیصلہ کرتے تو ان کی زندگی کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔ اور آج شاید ان سطور کے لکھنے کی نوبت نہ آتی، کہ عرصہ ہوا کہ وہ اسکیم فیل ہوچکی، مدرسہ کا نام ونشان باقی نہیں رہا اس کے لائق مدرسین کچھ تو پیوند خاک ہوگئے اور کچھ گمنامی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ بنظر بہ اسباب ظاہر شیخ کا معاملہ اس سے کچھ مختلف نہ ہوتا۔

لیکن توفیق الٰہی نے دست گیری فرمائی اور جس کو شیخ الحدیث کے لقب سے مقبول خاص وعام ہونا تھا۔ اور جس سے خدا کو حدیث کی خدمت طلبائے علوم دینیہ کی تربیت اور ایک عالم گیر دینی تحریک و تبلیغ کی سرپرستی اور مشائخ عصر کی جانشینی کا اہم کام لینا تھا۔ اس کو اس معاملہ میں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔ شیخ کے الفاظ ہی میں سنئے فرماتے ہیں۔

"اس ناکارہ نے مولانا مرحوم سے کہا کہ آپ کے مجھ پر احسانات بہت زیادہ ہیں۔ ان احسانات کے مقابلہ میں مجھے آپ سے معذرت کرنی نہایت نامناسب ہے، لیکن اس سب کے باوجود آپ تو مجھ سے یہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سے اجازت لوں۔ لیکن آپ کے براہ راست کہنے پر۔ اگر حضرت مجھے حکم بھی فرمائیں گے تو میں عرض کر دوں گا کہ اس حکم کی تعمیل سے معذور رہوں۔"

عزیمت کا یہ جواب سنکر مولانا رحیم بخش صاحب جو بڑے جوہر شناس اور جہاندیدہ تھے کبیدہ خاطر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے جواب کی بڑی قدر کی اور فرمایا کہ۔

"میں تمہارا معتقد پہلے سے تھا لیکن اس جواب سے میں اور زیادہ معتقد ہو گیا"

(حوالہ بالا ص۹۲تا۹۳)

چوتھا واقعہ | عزیمت اور توکل علی اللہ کا ایک اور واقعہ قطب عالم تریدہ مجدہ کی زبانی سنئے۔

میرے مخلص دوست مولوی عادل قدوسی گنگوہی نے ۱۳۴۲ھ میں مظاہر میں دورہ سے فراغت حاصل کی اور یہاں سے فراغت کے بعد وہ "دائرۃ المعارف" حیدرآباد میں تصحیح کے کام پر ملازم ہو گئے، اور وہاں کے مطبع کے اکابر میں وہ اونچی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ انہوں نے نہ معلوم اہل مطبع کو کیا جھوٹی سچی باتیں سنائیں کہ دو تین سال بعد ان کا ایک بہت ہی طویل خط یاد پڑتا ہے کہ سات آٹھ ورق کا بہت ہی دل لبھانے والا پہنچا جس میں لکھا تھا کہ "دائرہ" میں "بیہقی" کے اسماء رجال کی تالیف کا مشورہ طے ہوا اور یہاں کی مجلس نے صرف دو آدمیوں کا انتخاب کیا ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور تیرا۔ اور ان دو میں بھی تجھے ترجیح ہے، اس لئے کہ کام بہت لمبا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب کی شیخیت و ضعف و پیری اور تیرے شباب و جوانی کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں پوری نہ ہو سکے۔ تنخواہ آٹھ سو روپے ماہانہ اور ایک موٹر تیرے استعمال کیلئے سرکاری جس کا پٹرول اور ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ جملہ چیزیں سرکاری ہونگی۔ تاکہ تو جہاں جس وقت جانا چاہے جا سکے۔ مکان بھی سرکاری ہوگا۔ ان میں سے تو کوئی چیز اللہ کے احسان سے دل لبھانے والی نہیں تھی جس کو میں نے دل لبھانا لکھا وہ یہ تھی کہ "دائرہ" کی ملازمت صرف چار گھنٹہ ہوگی۔ باقی میں تو مختار ہوگا کہ جو چاہے کرے "دائرہ" کے کتب خانہ پر تو تیرا اختیار رہے ہی گا کہ جس وقت چاہے تو آئے اور جس وقت چاہے لکھے۔ کتب خانہ

"آصفیہ" کے اوپر مجھے یہ اختیار ہوگا کہ جتنی دیر چاہے بیٹھ کر کتابیں دیکھے اور جو چاہے کتابیں منگالے، اور تو چونکہ "اوجز المسالک" لکھ رہا ہے۔ اس لئے اس کی تالیف میں جتنی آسانی یہاں ہوسکتی ہے، وہ مظاہر علوم میں نہیں اور نہ "دائرہ" مجھ سے جو کام لینا چاہتا ہے وہ بھی علم حدیث ہی کا ہے اور بہت ہی "اوجز" کی تالیف کی سہولتیں لکھی تھیں۔ جس کے جواب میں اس ناکارہ نے مختصر ایک کارڈ لکھا تھا کہ جس میں نہ القاب نہ آداب۔ ؎

مجھ کو جینا ہی نہیں بندہ کا احسان ہو کر

فقط۔ زکریا

مختصر یہ مصرعہ لکھا تھا اس کے بعد دوبارہ عزیز کا خط آیا اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے بہت ہی محبت و شفقت سے لکھا تھا کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر "اوجز" کی تالیف جتنی بہتر یہاں ہوسکتی ہے۔ سہارنپور میں نہیں ہو سکتی لیکن اس وقت تو مجھ پر ملازمت سے وحشت کا ایسا اثر مسلط تھا کہ نظر ثانی کی بالکل گنجائش نہ تھی مگر بعد میں کبھی کبھی اس ابتلاء کے متعلق اب تک یہ خیال آتا رہا کہ معلوم نہیں اچھا کیا یا برا کیا۔ اس زمانہ میں ملازمت سے طبیعت کو وحشت ہی بہت تھی۔ لیکن "اوجز" کی تالیف میں بہت ہی سہولتیں اور مواد ملتا۔ (دی کامل ص ۱۰۹ بحوالہ آپ بیتی)

پانچواں واقعہ اس نوع کا ایک اور واقعہ قطب عالم اطال اللہ بقائہٗ کی زبانی سنئے:

اس کے بعد پانچواں ابتلاء تقسیم ہند سے دو تین سال پہلے پیش آیا۔ وہ یہ کہ اسی ابوداؤد شریف کی برکت سے بنگالی طلباء جن کی تقسیم ہند سے پہلے تک بہت ہی کثرت سے آمد تھی۔ ان میں سے

اب بھی بہت سے مشرقی پاکستان کے مدارس میں صدر مدرس یا شیخ الحدیث ہیں نہ معلوم کیا کیا اور کس کس سے کہا۔ وہاں سے چاٹگام یا ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ کے منتظمین کا ایک بہت لمبا خط آیا۔ نام میں اسوقت تردد ہے، جس میں وہاں مشیخت حدیث کیلئے اور صرف ترمذی بخاری شریف پڑھانے کیلئے بارہ سو روپے تنخواہ پر اس ناکارہ کو بہت ہی اصرار سے بلایا تھا۔ ایک تار ارجنٹ اس مضمون کا کہ خط کے جواب کا شدت سے انتظار ہے۔ مگر اس وقت تک ابھی خط نہیں پہنچا تھا اور دو روز بعد دوسرا ارجنٹ تار خط کے جواب کا سخت انتظار ہے ملا۔ اس وقت خط پہنچ چکا تھا۔ تار کا جواب تو میں نے یہ لکھکر کہ معذوری ہے، مفصل خط میں ان کو میں نے لکھا کہ جن دوستوں نے آپ سے میرا نام لکھا ہے، انہوں نے محض حسن ظن سے غلط روایات پہنچائی ہیں۔ یہ ناکارہ نہ اس کا اہل ہے اور نہ متحمل۔ (حوالہ بالا ص ۱۱۱ج۲)

بطور نمونہ یہ چند واقعات ذکر کئے ہیں جن سے حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ کے دوسرے اوصاف عالیہ کے ساتھ ساتھ استغناء، توکل واعتماد علی اللہ کا بھی پتہ چلتا ہے، اسی توکل علی اللہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت شیخ اطال اللہ بقائہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

توکل واعتماد سے متعلق حضرت شیخ زید مجدہٗ کا عجیب وغریب مضمون

اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے کہ یہ مضمون ذہن میں راسخ ہوجائے کہ دینے والی ذات صرف مالک کی ہے وہی رازق ہے وہی رب العالمین ہے اور باقی سارے ذرائع چاہے وہ مدرسہ ہو یا ملازمت ہو، تجارت ہو یہ سب مالک کے قاصد ہیں۔ مالک کے یہاں سے جو مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کے رہتا ہے۔ چاہے وہ

مہتمم مدرسہ کے ذریعے سے پہنچے یا تجارت کے ذریعے سے پہنچے یا کسی کے ذریعے سے ہدیہ پہنچے، اگر آدمی یہ غور سے سوچا کرے کہ مجھے اس ماہ میں کیا ملا؟ پھر اس کا اس پر اصرار کہ وہ مدرسہ کی تنخواہ سے ملا ہے یا کسی ہدیہ سے یا کسی اور ذریعے سے حماقت کے سوا اور کیا ہے؟ زبان سے تو یہ چیزیں ہم لوگ بھی کہتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر دل میں جگہ کریں تو دین دنیا دونوں کی راحت ہے، اور اس ناکارہ کو تو اس کے ذاتی تجربے بارہا ہوئے۔ ہزاروں سے بھی کہیں زیادہ کہ جب بھی کسی جگہ سے آمد کا ذریعہ کوئی بند ہوا۔ مسبب الاسباب مالک نے دوسرا دروازہ ہاتھ کے ہاتھ کھولدیا۔ آدمی اپنی کمائی سے عمدہ غذائیں کھائے۔ یا دوستوں کے اصرار و ہدایا سے عمدہ غذائیں کھائے دونوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟ غذا جو مقصود تھی وہ ہر حال میں ایک ہی سی پہنچی۔ پھر یہ سوچنا کہ فلاں کے ہاتھ سے آئی، فلاں کے ہاتھ سے نہیں آئی۔ یا فلاں کے ذریعے سے آئی فلاں کے ذریعے سے نہیں آئی بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک رئیس زادہ کا قصہ

بچپن میں اپنے والد صاحب قدس سرہ سے ایک قصہ سُنا تھا کہ ایک رئیس زادہ تھا۔ باپ مر چکا تھا۔ ماں بہت ہی لاڈ و پیار سے رکھتی تھی اول تو باپ کے مرنے کے بعد اولادیں ویسے ہی ماؤں کے قبضہ میں نہیں آیا کرتیں۔ اور رئیسوں کی اولاد تو ماؤں کے قبضہ میں کبھی نہیں آتیں۔ وہ رئیس زادے فارسی پڑھا کرتے تھے۔ جب اس میں یہ مضمون گذرا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو آدمی کے مقدر میں ہو ضرور ملتا ہے۔ خوشی سے نہ کھاوے تو جبر سے کھانا پڑتا ہے۔ وہ منچلے صاحبزادے اسپر پہنچ کر استاد سے جھگڑ پڑے کہ میں نہیں کھاتا ہوں کسی کے باوا کی

مجال جو مجھے کھلائے اور یہ کہکر کتاب بند کر کے چلے آئے کہ آئندہ
سبق جب پڑھوں گا کہ جب کوئی اپنی ماں کا لال مجھے جوت مار کر
کھلا کر دیکھے اور جا کر ماں پر بھی برس پڑے، کتاب بھی پھینک دی کہ
میں ایسی جھوٹی کتاب نہیں پڑھوں گا۔ میں عہد کر کے آیا ہوں کہ
میں نہیں کھاؤں گا۔ میں بھی دیکھوں کہ کون یوں توں کرنے والے مجھے
کھلا سکے۔ ماؤں کی شفقت تو ضرب المثل ہے دن بھر بیٹے کی خوشامد
منت سماجت سب کچھ کر لی مگر اس پر تو ریاست کا سودا چڑھ
رہا تھا۔ وہ لڑکا دن بھر تو اپنی ضد پر رہا۔ رات کو اس کو خیال ہوا
کہ بھوک بھی لگے گی اور ماں کا اصرار بھی ہوگا کہیں بات نہ گر جائے۔
اس لئے آبادی سے قریب ایک تکیہ (قبرستان) میں چلا گیا۔ ماں
کو تو تڑپ لگ رہی تھی، اس نے بچے کے دوستوں سے پوچھا کہ
ارے وہ تو گھر سے چلا گیا کہیں تلاش کرو، تمہیں انعام دونگی بچوں
نے تلاش کر کے بتایا کہ وہ تو قریب ہی تکیہ میں ہے۔ ماں نے ایک
دیگچی میں بہت ہی نفیس پلاؤ پکائی جس میں سونف گرم مصالحہ
وغیرہ بھی بہت ڈلوایا جس کی خوشبو دور تک جا رہی تھی اور اس
خیال سے کہ یہ بچے ضرور ساتھ کھا دیں گے، ایک بڑی سی دیگچی میں
پلاؤ پکا کر ان لڑکوں سے یہ کہا کہ میں تمہیں انعام دوں گی یہ دیگچی
تکیہ میں اس کے قریب رکھدو اس کو خبر نہ ہو وہ ضدی ہے، اگر
اسے پتہ چل گیا تو وہ بالکل نہیں کھائیگا جب رات کو بھوک لگیگی
ادھر ادھر پھریگا اس کے پاس آئیگا تو کھا ہی لیگا۔ لڑکے انعام
کے شوق میں وہ دیگچی عشاء کے قریب اندھیرے میں اس تکیہ میں
رکھ آئے اتفاق سے رات کو کچھ ڈاکو اس بستی میں ڈاکہ ڈالنے کو گئے
تھے جب اس تکیہ میں پہنچے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ابے یار ا

پلاؤ کی خوشبو آرہی ہے ایک نے دوسرے سے کہا۔ وہ خوب مہک رہی تھی، دیکھا تو دیگچی میں گرم گرم پلاؤ رکھی تھی، اور اس کے قریب ہی ایک لڑکا چادر اوڑھے پڑا ہے، لڑکے کو ٹھوکر مار کر اٹھایا کہ یہ پلاؤ کیسی رکھی ہے اوّل تو اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں تو خوب پٹائی ہوئی اور کہا جھوٹ بولتا ہے یہ ہمارے مارنے کے واسطے زہر ملا کر رکھی رکھا ہے، اس لڑکے نے کہا اس میں زہر وغیرہ کچھ نہیں سارا قصہ سُنایا تو وہ جوت پھر کھائے کہ بات ملاتا ہے۔ اگر زہر نہیں تو پہلے تو کھا پھر ہم کھا دیں گے۔ اور جوت بازی شروع کر دی، وہ اکیلا تھا یہ کئی تھے۔ پلاؤ کھانی شروع کر دی اور جہاں سے یہ لڑکا کھاتا وہاں سے چار لقمے وہ بھی جلدی کھا کر اس لڑکے سے کہتے کہ اب ادھر سے کھا تجھے خبر ہے کہ کدھر ملایا ہوا ہے۔ اور وہ جوتے کھاتا رہا اور پلاؤ کھاتا رہا اور جب وہ دیگچی صاف ہو گئی تو ڈاکو تو آگے چلے گئے، لڑکا تھا تو منڈی مگر تھا سعادتمند ان ڈاکوؤں کے جانیکے بعد دیگچی اٹھا کر گھر آ لیا۔ کیواڑ کھلوائے اور ماں سے کہا کہ ماں جوتے بھی کھائے اور پلاؤ بھی کھائی اور سارا قصہ سُنایا۔ صبح کو کتاب لیکر استاد کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ استاد جی! جو شعر لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ میں جوتے بھی کھا آیا اور پلاؤ بھی کھا آیا۔ اور سارا قصہ سُنا دیا۔ خود اس ناکارہ کے ساتھ بھی کئی واقعے اس نوع کے پیش آئے۔ واقعات تو کئی یاد ہیں اس وقت تو ایک ہی واقعہ لکھوانا ہوں۔

شیخ زید مجدہ کا ایک واقعہ تقریباً بیس۲۰ سال کا قصہ ہے۔ میرے مخلص دوست جناب حافظ محمد اسحاق صاحب سہارنپوری بیمار ہوئے کہ مایوسی کی حالت ہو گئی، میں اپنے مخلص دوست

قاری سعید احمد صاحب مرحوم کے ساتھ ان کی عیادت کو گیا۔ اس زمانہ میں ایک جذبہ اس سیہ کار پر یہ غالب ہو رہا تھا کہ فضول چیزیں پھل مٹھائی وغیرہ نہیں کھانی چاہیئے۔ جو کہیں سے آئے احباب کو دے دینی چاہیئے کئی دن سے یہ جذبہ غالب ہو رہا تھا ہم دونوں کے پہنچنے پر حافظ صاحب کو اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ باوجود بغیر سہارے کے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے یا فرط خوشی میں ایک دم بیٹھ گئے اور اپنے بچے کو آواز دیکر جو پھل انگور، انار وغیرہ انکے لئے آئے رکھے تھے وہ منگا کر اصرار کیا کہ اس میں سے کچھ کھالے میں نے ان سے بہت ہی اصرار کیا کہ میں اپنا حصہ لیجاؤں۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حصہ تو میں ضرور دونگا۔ مگر میرے سامنے اگر کچھ انگور اور فلاں فلاں چیز کھالے تو میرا بہت ہی جی خوش ہو میں نے بہت ہی خوشامد کی کہ میرا حصہ دیدو خیال تھا کہ بچوں یا دوستوں میں سے کسی کو دیدونگا مگر انہوں نے اس قدر بری طرح سے اصرار کیا کہ ان کی خاطر میں کھانا ہی پڑا۔ جوانی میں تو اس قسم کے جذبے وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے مگر اب ضعف و پیری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد

یَشِیْبُ اِبْنُ اٰدَمَ وَ	آدمی جوں جوں بوڑھا ہوتا
یَشُبُّ فِیْہِ خَصْلَتَانِ	ہے دو عادتیں اس میں جوان
اَلْحِرْصُ وَطُوْلُ الْاَمَلِ	ہوتی رہتی ہیں ایک حرص
	دوسری لمبی امیدیں۔

اس ناکارہ پر تو آج کل حدیث پاک کے دونوں اجزاء کا بہت ظہور ہو رہا ہے۔ پہلے جن چیزوں کے کھانے کی طرف التفات وخیال بھی نہیں ہوتا تھا بلکہ اضاعت وقت سمجھتا تھا۔

اب ہر کھانے کی چیز کا شوق ہے۔ پہلے اپنی موت اس قدر قریب معلوم ہوتی تھی کہ ضروری کام بھی اور ضروری تعمیرات اس جذبہ سے ملتوی کر دیتا تھا کہ زندگی کتنے دن کی ہے اور اب تعمیرات وغیرہ کا تو اللہ کے فضل سے شوق نہیں ہوا مگر قرض سے بڑی بڑی کتابیں چھپوانے کا جذبہ غالب ہو رہا ہے۔ میرے حضرت قدس سرہ کی شرح ابوداؤد "بذل المجہود" جو تقریباً تیس سال سے نایاب ہے اسکو ہندی اور عربی رسم الخط میں دو جگہ طباعت شروع کرا رکھی ہے۔ مصر میں "اوجز المسالک" شرح موطا امام مالکؒ" جس کے ٹائپ پر طبع کرانیکا کبھی واہمہ بھی نہیں گذرا اب وہ مصر میں طبع ہو رہی میرے قدیم اور ناقص مسوّدات میرا نواسہ عزیز شاہد سب کے طبع کرنے پر تُل رہا ہے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(آپ بیتی ۲؍ ص ۳۶۷ تا ص ۳۷۰)

غرضکہ جب یہ مضمون دل میں راسخ ہو جائے کہ رزّاق اللہ تعالیٰ ہیں اور تجارت ملازمت سب ذرائع و اسباب ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے بغیر بھی پالنے پر قادر ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی تمام ضرورتوں کا کفیل ہو جاتا ہے اور اسطرح اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں کہ پہلے سے اسکا گمان بھی نہ تھا۔ خود قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ	اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ
يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ	اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے
مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ	اور اسکو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا
مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ	ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا
فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ	اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا۔

بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ٥

تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ (بیان القرآن)

اور اس یقین کا راسخ فی الذہن ہو جانا اصل ہے جس کیلئے سخاوت کا ہونا، طمع و بخل کا نہ ہونا، استغناء کا ہونا لازمی ہے۔ پھر جب طمع ختم ہو گئی نفع و ضرر کی کسی سے امید نہ رہی۔ تو اب شاہ و گدا اس مرد حقانی کی نظر میں برابر ہوتے ہیں ایسے شخص سے کوئی رئیس و امیر یا شاہ زمانہ کا چاپلوسی کی امید رکھنا فضول ہے، اس کا تو حال یہ ہوتا ہے ؎

از خدا داں خلاف دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست (سعدی علیہ الرحمہ)

"دوست و دشمن کا اختلاف خدا کی طرف سے جان، اس لئے کہ دونوں کے دل اسی کے تصرف میں ہیں۔ یعنی دوست کے دل میں دوستی اور دشمن کے دل میں دشمنی اسی نے رکھی ہے۔"

نیز ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

"اگر تجھے مخلوق کی جانب سے تکلیف پہنچے تو رنجیدہ نہ ہو اس لئے کہ مخلوق سے نہ راحت پہنچتی ہے نہ رنج۔ یعنی تکلیف و راحت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مخلوق تو محض آلہ ہے۔"
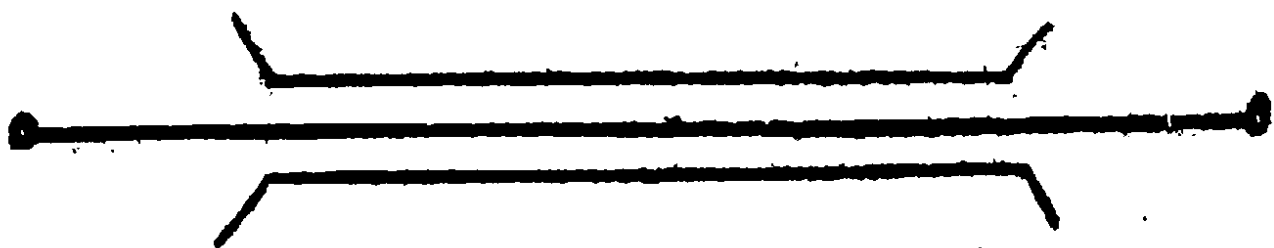
تاج فقر اور سخاوت کی نرالی شان

تاج فقرش باتوکل روکش چتر شہاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کے فقر باتوکل کا تاج بادشاہوں کے چتر کو شرمندہ کرنے والا ہے۔

کہ کوئی شاندار تجارت نہیں جائداد نہیں، ملازمت نہیں اور پھر داد و دہش، جود و سخاوت کا یہ عالم کہ اگر یہ شعر پڑھا جائے تو مناسب ہے ؎

هُوَ الْبَحْرُ مِنْ اَیِّ النَّوَاحِیْ اَتَیْتَهٗ ۔ فَلُجَّتُهُ الْمَعْرُوْفُ وَالْجُوْدُ سَاحِلُهٗ

جَوَادٌ اِذَا مَا جِئْتَ لِلْجُوْدِ طَالِبًا ۔ حَبَاكَ بِمَا تَحْوِیْ عَلَیْهِ اَنَامِلُهٗ

وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِیْ كَفِّهٖ غَیْرُ رُوْحِهٖ ۔ لَجَادَ بِهَا فَلْیَتَّقِ اللّٰهَ سَائِلُهٗ

ترجمہ:۔ وہ ایسا دریا ہے کہ جس کنارہ سے بھی تو اس کے پاس آوے، تو احسان اس کی موج ہے اور سخاوت اس کا کنارہ ہے۔

وہ ایسا سخی ہے کہ جب تو سخاوت طلب کرنے کیلئے اس کے پاس جاوے، تو اپنی مٹھی کی چیز بھی تجھ کو بخش دے۔

اور اگر اس کے ہاتھ میں اس کی جان کے سوا کچھ نہ ہو تو اسی کو بخش دے، اسلئے اس سے مانگنے والے کو جان کا سوال کرنے میں اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔

حضرت زید مجدہ کی جود و سخاوت کا ہلکا سا اندازہ

حضرت شیخ زید مجدہ کی جود و سخاوت سے متعلق حضرت شیخ زید مجدہ کے خادم و مجاز صوفی اقبال صاحب کا بیان

حضرت زید مجدہ کے خادم و مجاز صوفی اقبال مدظلہ کی اس تحریر سے ہو جائیگا۔ فرماتے ہیں۔

(ب) دوسری بات حضرت والا کی مالی حالت ہے کہ آپکو ہمیشہ مقروض ہی سُنا ہے تو زکوٰۃ تو کبھی فرض ہوئی ہی نہ ہوگی۔ کیوں کہ حضرت اقدس دینی کاموں میں خفیہ بھی اور علانیہ بھی بڑی بڑی رقمیں خرچ فرماتے ہیں۔ مال ادھر آتا ہے ادھر جاتا ہے۔ آپکے پاس کبھی ٹھیرتا ہی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔

(ج) تیسری بات حرمین شریفین کی خصوصیت ہے، حرمین شریفین میں اور لوگ بھی بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان حضرات میں مذکورہ بالا دو خصوصیت تو سرے سے ہوتی ہی نہیں ہاں ایک اور خصوصیت مستزاد ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ و صدقہ اور خیرات دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ محتاج اور ضرورتمند تلاش کرتے ہیں۔ باقی رہے تحفے اور ہدیے تو وہ ان لوگوں کو دیے جاتے ہیں جن سے ذاتی تعلقات یا شناسائی ہو

حضرت والا بھی کافی رقمیں محتاجوں ضرورتمندوں کو یا مدارس و مساجد اور دینی اداروں میں دیتے رہتے ہیں اور اپنے خدام متوسلین اور علماء و مشائخ نیز احباب کو تحفے اور ہدیے بھی دیتے رہتے ہیں۔

غرض اس قسم کے اخراجات کا تو عام رواج ہے ہی بندہ یہاں ان میں سے صرف ایک قسم یعنی ہدایا کی کچھ تفصیلات بیان کرنا چاہتا ہے جس سے حضرت والا کی سخاوت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ حُبِّ خدا و حُبِّ رسول کے تحت خرچ کرتے وقت اس طرح بے پروائی کے ساتھ دیتے ہیں جیسے مال کی ان کی نظر میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا کہ لاکھوں کے مالک ہونگے۔

کئی ہزار ریال تو حضرت والا حرم شریف کے شرطیوں، مؤذنوں

اور اغوات کیلئے مدینہ طیبہ پہنچتے ہی بندہ کے حوالہ فرماتے ہیں اتنظیمیا
مؤذنوں اور اغوات کیلئے عموماً پانچ پانچ سو ریال کی رقمیں ہوتی ہیں۔
لیکن اغوات کیلئے ایکمرتبہ دو ہزار ریال (ہندی روپے چھ ہزار)
اور ایکمرتبہ ایک ہزار کی رقم سپرد کی حالانکہ ہر شخص جانتا ہے، اور
حضرت اقدس کو بھی معلوم ہے کہ ان اغوات کے خانگی اخراجات کچھ
زیادہ نہیں ہیں۔ تنخواہیں بھی حکومت سے ملتی ہیں شہر میں بیشمار اوقاف
ان کے نام ہیں جن کی آمدنی ان کو ملتی ہیں۔ حجاج و زائرین بھی جو لاکھوں
کی تعداد میں ہر سال آتے ہیں۔ وہ بھی عموماً کچھ نہ کچھ ان کو پیش کرتے ہیں
غرض وہ کسی طرح بھی ضرورتمند اور محتاج نہیں ہوتے، حضرت والا
تنہائی میں رقمیں دیکر یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں کہ ان کو میرا نام بتانیکی
ضرورت نہیں۔ کہدینا ایک ہندی حاجی نے دیئے ہیں۔ یہ اغوات حضرات
سارے دن صفہ کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف شب جمعہ
میں جالی شریف کے اندر جاکر روضہ شریف کا گرد و غبار صاف
کر دیتے ہیں۔ حضرت یوں فرمایا کرتے ہیں کہ ان کی نسبت خدام
بارگاہ نبوت کی ہے بس ان کو یہ رقمیں زکوٰۃ صدقہ کی تو دیتا نہیں
یہ تو ہدیہ ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے ساتھ ہی حضرت والا کو بہت زیادہ اہتمام
انہی ہدایا کے پیش کرنے کا ہوتا ہے۔ جس کی شاید بندہ کے سوا
کسی کو بھی خبر نہ ہو کہ مدینہ منورہ کے ہر سفر میں روضۂ شریف پر
حاضری سے پہلے اغوات کے لئے اور مدینہ منورہ کے فقراء کے لئے
کچھ نہ کچھ رقم بندہ کے حوالے ضرور فرما دیتے ہیں۔ اور یہ ارشاد فرمایا
کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا　　　اے ایمان والو! جب تم

إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً

رسول سے سرگوشی کرو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقات پیش کیا کرو!

اس کے بعد تو دوران قیام مدینہ فقراء اور بیوگان کے حالات کی تحقیق تو مجھ سے اور دوسرے لوگوں سے چپکے چپکے کرتے ہی رہتے ہیں مگر روضۂ اقدس پر حاضری سے پہلے ہدایا وصدقات کا کچھ نہ کچھ حصہ تقسیم کرنے کے لئے بندہ کو ضرور دیدیتے ہیں تاکہ اتنے حضرت غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر روضۂ اقدس پر حاضر ہوں اتنے کچھ نہ کچھ ضرور تقسیم ہو جائے۔ (چند سبق آموز واقعات)

حضرت زید مجدہ کا اپنے اقارب، احباب، اکابر زندہ اور وفات پانیوالوں کی طرف سے قربانی کرنیکا دستور پہلے گذر چکا۔ اسی طرح مشائخ سلسلہ، ائمہ فقہ، حضرات محدثین نیز زیر درس کتاب کے مصنف کی جانب سے بھی قربانی کرنیکا دستور ہے (جیسا کہ حضرت اقدس سیدو مرشد حضرت مفتی صاحب زید مجدہ نے بیان فرمایا) اس وجہ سے متعدد جانوروں کی قربانی کرنے کی نوبت آتی ہے۔

اسی طرح مفید کتابیں ہزاروں کی تعداد میں وقتاً فوقتاً خریدکر تقسیم کرنیکا بھی معمول ہے۔

اس سب کے ساتھ سیکڑوں کی تعداد میں مہمانوں کا ہجوم اور ماہ مبارک میں تو یہ تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہوتی ہے اور سب مہمانوں کے لئے مختلف الانواع کھانوں کا انتظام جس میں مریضوں کم مرچ کھانے والوں زیادہ مرچ کھانیوالوں تک کی رعایت ہوتی ہے یہ ساری چیزیں بڑے بڑے دولت مندوں، رئیسوں، بادشاہوں کو شرمندہ کردینے والی ہیں۔

اس مصرعہ کے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقر و فاقہ کے باوجود حضرت زید مجدہ کو عزت و عظمت، محبوبیت و مقبولیت بخشی ہے۔ وہ بادشاہوں کو شرمندہ کر دینے والی ہے ان بیچاروں کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں اور ان کے مال و دولت، ریاست و بادشاہت کی طرف حضرت زید مجدہ کو ذرا التفات بھی نہیں۔

حضرت غوث اعظم مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کا واقعہ

جیسا کہ حضرت مولانا غوث اعظم مولانا شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی نور اللہ مرقدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، کہ ان کے پاس بادشاہ ملک نیمروز کا خط آیا تھا کہ میں ملک نیمروز کا ایک حصہ آپ کو خرچ خانقاہ کے لئے دینا چاہتا ہوں۔ حضرت غوث الاعظم نے جواب تحریر فرمایا۔ ؎

چوں چترِ سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم

"یعنی اگر میرے دل میں تیرے ملک کی ہوس تک بھی ہو تو خدا کرے میرا بخت سیاہ رو ہو جائے۔ جیسا کہ تیرا چتر سیاہ ہے" (اس زمانہ میں سلاطین کا چتر سیاہ ہوا کرتا تھا)

آگے اس کے بے رغبتی کی وجہ بیان فرماتے ہیں ؎

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

"کہ جب سے مجھے نیم شب یعنی آدھی رات کی بادشاہت کی خبر ملی ہے اس وقت سے میں ملک نیمروز کو ایک جو کے بدلے بھی نہیں خریدنا چاہتا"

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو یہ دولت بخشدی پھر اس کی نظر میں دنیا

کی سلطنت و بادشاہت کی کوئی وقعت نہیں ہوتی بلکہ اس کا یہ حال ہوتا ہے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

"جس نے تجھے پہچان لیا وہ جان کو کیا کرے۔ فرزند و عیال اور خانماں کو کیا کرے"

نگاہ میں حب رسول اور اسکی تاثیر

قلب طالب از نگاہش می کشد حب رسول
تابع سنت شود ہر قول و فعلش آں زماں

ترجمہ:۔ طالب کا دل حضرت دام مجدہ کی نگاہ سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرتا ہے۔

تشریح:۔ یعنی حضرت دام مجدہ کی نگاہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ٹپکتی ہے۔ چونکہ حضرت کے رگ و ریشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری ہوئی ہے، مگر اس کو طالب کا دل ہی محسوس کرتا ہے۔ اور حضرت دام مجدہ کی برکت سے اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔

ترجمہ:۔ جس کی وجہ سے اس کا ہر قول و فعل سنت کے تابع ہو جاتا ہے۔
جان کے عوض سے دوڑ رہی تھی وہ دیکھا کئے مجھے مخمور نظر سے

از مودت ہر کرا بیند نگاہ لطف او
قلب او گردد مطیب مثل گل در گلستاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کی نگاہ لطف جس کو محبت سے دیکھ لیتی ہے۔ اس کا قلب ایسا مطیب (مہکدار) ہو جاتا ہے۔ جیسے پھول چمن میں۔ ع

ع۔ وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر

ع۔ آنا نکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

در نوافل در تلاوت در دعا در در بکا

حسب حالت ہر کسے یابد سکون قلب و جاں

ترجمہ:۔ کوئی نوافل میں کوئی تلاوت میں کوئی دعا میں کوئی آہ و بکا میں۔ ہر شخص اپنی حالت کے مطابق قلب و جاں کا سکون حاصل کرتا ہے۔

تشریح:۔ یعنی چونکہ ذوق جدا جدا ہوتا ہے اس لئے کسی کو نوافل میں کسی کو تلاوت میں، کسی کو دعا میں کسی کو آہ وزاری میں سکون ملتا ہے۔ نیز سالک کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے کبھی نوافل کے شوق کا غلبہ ہوتا ہے، کبھی تلاوت کا کبھی دعا کا کبھی آہ وزاری کو جی چاہتا ہے۔

ساغر عیش کسے نوشد شود مست و خراب

سینہ بریاں دیدہ گریاں اللہ ورد زباں

ترجمہ:۔ ان کے چشم کا ساغر جو شخص پیتا ہے وہ مست ہو جاتا ہے، اس کا سینہ بریاں ہو جاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور اس کی زبان پر بس اللہ، اللہ کا ورد ہوتا ہے (اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔) ص

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

ص جگر میں داغ، کلیجے میں ٹیس، دل میں تڑپ

یہ چند باتیں ضروری ہیں عاشقی کے لئے

سوختہ گردد رذائل دل مجلیٰ می شود

کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستاں

ترجمہ:۔ رذائل جل کر ختم ہو جاتے ہیں اور اخلاق حمیدہ سے دل

مجلیٰ ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔ اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ | اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ کو ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے ؎

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم

ت:۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقام قرب خدا وندی میں مقیم ہو

نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

ت:۔ تو نو چیزیں اپنے نفس کو تعلیم کر

صبر و شکر و قناعت و علم و یقیں

ت:۔ صبر اور شکر اور قناعت اور علم اور یقین

تفویض و توکل و رضا و تسلیم

ت:۔ تفویض اور توکل، رضا اور تسلیم

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ

ت:۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیرا دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہو جاوے،

دہ چیز برُوں کُن از درون سینہ

ت:۔ تو دس چیزوں کو اپنے سینہ سے نکال دے

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت

ت:۔ حرص (لالچ) اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) اور غضب اور جھوٹ اور غیبت

حسد و بخل و ریا و کبر و کینہ

ت:۔ حسد اور بخل اور ریا اور تکبر اور کینہ

کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستاں

ترجمہ:۔ اور خوش نصیب دوستوں کو کیف احساں حاصل ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔ یعنی جب قلب رذائل سے پاک ہو کر اخلاق حمیدہ سے

مزین ہو جاتا ہے۔ تو اب اس کو کیفیت احسان حاصل ہوتی ہے۔ جو کہ عین مقصود ہے اور تمام ریاضات و مجاہدات اور عبادات کا منتہیٰ ہے۔

سالک کو مطلوب تک پہنچانا اور اس کا واصل و منجا ہو جانا

روح سالک را بروح خود گرفتہ می برد
پیش وے بعدے نبا شد از زمیں تا آسماں

ترجمہ:۔ (حضرت دام مجدہ) سالک کی روح کو اپنی روح کے ساتھ پکڑ کر (بارگاہ قدس کی طرف) لیجاتے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک زمین سے آسمان تک کوئی بعد و حجاب نہیں ہے۔

نیز از ہفت آسماں تا عرش اعظم می رسد
با ادب داخل شود در بارگاہ لامکان

ترجمہ:۔ نیز ساتوں آسمانوں سے گذر کر عرش اعظم تک پہنچتے ہیں۔ اور بارگاہ لامکاں میں باادب داخل ہو جاتے ہیں۔

ہم شفاعت می کند محبوب رب العالمین
وا شود آغوش رحمت با ہزاراں عز و شاں

ترجمہ:۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت فرماتے ہیں۔ (جس کی وجہ سے) آغوش رحمت محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ ہزاروں عز و شان کے ساتھ کھل جاتا ہے۔

در سرا پردہ چساں شں می نوازد لطف حق
قلب گوید گر بگوید سر او سوزد زباں

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ شانہ کا لطف ان کو سراپردہ میں کس طرح نوازتا ہے۔ کہ قلب کہتا ہے اگر زباں نے اس کو بیان کر دیا تو جل جائیگی۔

تشریح:۔ یعنی اس کیفیت کو بیان کرنے کی زباں میں طاقت نہیں ہے۔

ہے۔ اگرہ گو ہم زباں سوتد

سالک وارفتہ عارف می شود از وصل دوست

خود خدا حافظ شود از ابتلائے دشمناں

ترجمہ :- سالک وارفتہ وصل دوست سے عارف ہو جاتا ہے۔ اور خود خدائے پاک دشمنوں (نفس وشیطان) کے ابتلاء سے اس کا محافظ ہو جاتا ہے۔

درچنیں مشہد اگر خواہد خدا گردد مجاز

قلب او آئینہ گردد بہر فیض عارفاں

ترجمہ :- اس جیسے مقام شہود میں پہنچ کر اگر خدا چاہتا ہے تو وہ (سالک) مجاز ہو جاتا ہے۔

تشریح :- یعنی خدائے پاک شیخ کے دل میں القاء فرماتے ہیں۔ اور شیخ اس کو اجازت سے نوازتا ہے۔

ترجمہ :- اور اس کا دل عارفین کی فیض رسانی کیلئے آئینہ بنجاتا ہے۔

تشریح :- یعنی شیخ کے قلب پر انوار و تجلیات معرفت ربانی کی بارشش ہوتی ہے۔ اور قلب شیخ سے (جو مثل آئینہ کے ہوتا ہے) ان کی شعاعیں طالبین کے قلوب پر پڑتی اور ان کو جگمگاتی ہیں۔

اجازت کا نہ ہونا عدم قبولیت کی دلیل نہیں

گرکسے را راز مخفی داشتن خواہد خدا

در حجابے داردش مثل عوام سالکاں

ترجمہ :- خدائے پاک اگر کسی کا راز مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کو حجاب میں رکھتے ہیں۔ عوام سالکین کے مثل کہ باوجود اہل اور قوی النسبت ہونیکے لوگ انکو جانتے بھی نہیں اور ایک عامی آدمی سمجھتے ہیں۔

حضرت حاجی عبدالرحمن نوراللہ مرقدہٗ جو میوات کے ایک غیر مسلم بنیا گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے اور مولینا محمد صاحبؒ کے ہاتھ پر اسلام لاتے نظام الدین کے مدرسہ میں حضرت مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک اور دین کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ سے بیعت کی اور مولانا محمد صاحبؒ کے زمانہ میں ان کے معتمد خاص اور ان کے دست راست رہے،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے تمام دینی کاموں میں ان کے قدیم ترین رفیق و معاون تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ ان کے بارے میں نہایت بلند کلمات فرماتے تھے۔ اور اپنی تحریک کا روح رواں سمجھتے تھے۔ اہم مقامات پر ان کو بھیجا جاتا تھا۔ میوات کے حکیم و عارف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی دولتیں نصیب فرمائی تھیں غیر مسلموں میں تبلیغ کا خاص ملکہ تھا۔ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ (مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت)

مگر اس سب کے باوجود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نے ان کو اجازت بیعت نہیں دی، آخر وقت میں جب کئی حضرات کو اجازت مرحمت فرمائی تو تنہائی میں حضرت مولانا قدس سرہٗ نے حاجی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ حاجی صاحب جس طرح آج تک اللہ نے پردہ میں رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ پردہ میں رہیں۔ اسی لئے آپ کو اجازت نہیں دی۔ (بروایت حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ)

اس لئے سالک کو چاہیئے کہ اپنی طرف سے اجازت کی طلب و خواہش نہ کرے بلکہ یہ مزاج رکھنا چاہیئے ؎

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

"احمد تو تو عاشق ہے تجھکو مشیخت سے کیا کام (کہ مشیخت طلب کرنا عاشقی کے خلاف ہے) اس لئے تو تو دیوانہ ہو جا۔ سلسلہ تجھ سے چلے جب بھلا نہ چلے جب بھلا۔ جیسا اللہ کو منظور ہوگا۔ ہو جائے گا۔"

مجمع ماہ مبارک

بارک اللہ مجمع ماہ مبارک در سلوک
ہر کسے در طے منزل رہرو السنت و دواں

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ماہ مبارک کے مجمع میں سلوک کے اندر برکت عطا فرمائے۔ کہ ہر شخص منزل قرب الٰہی کے طے کرنے میں حسب استعداد چلنے والا اور دوڑنے والا ہے،

یک ایسے بد زبانے بد نگاہے بد عمل
ہم امید عفو دارد در طفیل دیگراں

ترجمہ:۔ ایک گنہگار، بد زبان، بد نگاہ، بد عمل بھی دوسروں کے طفیل میں معافی کی امید رکھتا ہے۔

تشریح:۔ یعنی بڑا سے بڑا گنہگار بھی اس مبارک ذاکرین شاغلین عارفین کے مجمع میں ان حضرات کی برکت سے معافی کی امید رکھتا ہے اور خود بھی اس کو اپنی حالت پر شرمندگی ہوتی ہے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

دعاء

اے خدائے قادر و قیوم، رحمٰن و غفور
بہر فیضان ہر کسے کو آید ش کن کامران

ترجمہ:۔ اے خدائے قادر و قیوم اور اے رحمٰن و غفور۔ جو شخص ان کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے آئے تو اس کو کامیاب فرما۔

یا الٰہی روح و قلب شیخ ما مسرور باد
فیض اولاد و تلامیذ ش بہ عالم در رساں

ترجمہ:۔ یا الٰہی ہمارے شیخ کی روح و قلب خوش ہو جیو۔ حضرت کی اولاد اور تلامذہ کے فیض کو عالم میں پہنچا دے۔ اس لئے کہ شیخ زید مجدہ کی روح و قلب کو اصل سرور اسی سے حاصل ہوگا۔

از شرور جملہ مخلوقات خود محفوظ دار
علم، عزت، حلم، عفت کن عطا خرد و کلاں

ترجمہ:۔ اپنی تمام مخلوق کی شر سے ان کو محفوظ رکھ۔ علم عزت، حلم، عفت ہر چھوٹے بڑے کو عطا فرما۔

جود و سخاوت

مظہر جود و سخاوش دست دولت بخش او ست
ابر نیساں بر عطایش از مسرت درفشاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کا دست دولت بخش (دولت بخشنے والا ہاتھ) حضرت زید مجدہ کی جود و سخاوت کا مظہر ہے۔ (کہ اس سے حضرت کی جود و سخاوت ظاہر ہوتی رہتی ہے)

ابرِ نیساں حضرت زید مجدہ کی عطا و بخشش پر مسرت کی وجہ سے درفشاں ہے۔ ؎

کرم میں دوں ابرِ نیساں سے کس طرح تشبیہ
کروں میں جان کے کیوں کر ترقی معکوس

سفرہ اش را دیدہ حیراں می شود مرد کریم
حق تعالیٰ می رساند رغبت ہر مہماں

ترجمہ:- حضرت دام مجدہ کے عام دسترخوان کو دیکھ کر ہر سخی سے سخی آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت دام مجدہ کے دسترخوان پر ہر مہمان کی رغبت کا سامان پہنچاتے ہیں۔

تشریح:- حضرت زید مجدہ کا حال دسترخوان پر متنبی کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

يَسْتَصْغِرُ الْخَطَرَ الْكَبِيرَ لِوَفْدِهِ
وَيَظُنُّ دِجْلَةَ لَيْسَ تَكْفِي شَارِبًا

"وہ بڑے سے بڑے مال کو اپنے مہمانوں کے لئے معمولی اور حقیر سمجھتا ہے، اور نہر دجلہ کو بھی گمان کرتا ہے کہ وہ پینے والے کے لئے کافی نہ ہوگی۔"

اور عجیب بات کہ حاضرین کو تو عمدہ عمدہ مختلف الانواع لذیذ کھانوں سے مسرت و تلطف کے ساتھ ضیافت کی ہی جاتی ہے، اپنے متعلقین کو دور دور بستیوں میں آنے جانے والوں کے ہاتھ اور بعض دفعہ مستقل آدمی بھیجکر کھانا بھیجنا حضرت زید مجدہ کے معمول میں داخل ہے۔ متنبی کے اس شعر سے کیا خوب ترجمانی ہوتی ہے ؎

كَالْبَحْرِ يَقْذِفُ لِلْقَرِيبِ جَوَاهِرًا
جُودًا وَيَبْعَثُ لِلْبَعِيدِ سَحَائِبًا

"وہ مثل دریا کے ہے کہ پاس والے کے لئے سخاوت کی وجہ سے جواہر (موتی) پھینکتا ہے۔ اور بعید کیلئے بادلوں کو (پانی سے بھر کر) بھیجتا ہے"

كَالشَّمْسِ فِي كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْءُهَا
يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبَا

"اور وہ ممدوح سخاوت میں مثل سورج کے ہے کہ سورج آسمان کے درمیان ہے اور اس کی روشنی تمام شہروں کو مشرق و مغرب کو بھرے ہوئے ہے" (اسی طرح ممدوح کی سخاوت مشرق و مغرب کو بھرے ہوئے ہے)"

اگلے شعر میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔

ہر کہ آید می خورد از سفرہ اش مرغوب خویش
می برد با خود طعام و میوہ بہر دودماں

ترجمہ:- جو شخص آتا ہے حضرت زید مجدہا کے دستر خوان سے اپنا مرغوب (کھانا) کھاتا ہے۔ اپنے ساتھ کھانا اور پھل خاندان کے لئے لے جاتا ہے۔

چوں کسے نایہ رسد مقسوم او برجائے او
پرورش یابند طفل و پیر و بیوہ نوجواں

ترجمہ:- جب کوئی شخص نہ آوے تو اس کا مقسوم (قسمت کا لکھا ہوا) اس کی جگہ پر پہنچتا ہے۔ (اسی طرح) بچے، بوڑھے، اور بیوہ نوجوان پرورش پاتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تشنگاں گر آب جویند در جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

"پیاسے آدمی اگر دنیا میں پانی تلاش کرتے ہیں۔ تو پانی بھی عالم میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔"

بر یتیم و بر ضعیف و بر مسافر بر فقیر
سایہ افگن ابر جود ش بر مثال خانداں

ترجمہ:۔ یتیم و ضعیف اور مسافر و فقیر پر۔ ان کی سخاوت کا بادل خاندان کے طریق پر سایہ افگن (برستا رہتا ہے)۔

تشریح:۔ یعنی خاندان کے دوسرے حضرات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا محمد صاحب حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب، حضرت مولانا نور الحسن صاحب، حضرت مولانا ابو الحسن صاحب، حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب نور اللہ مراقدہم و برد اللہ مضاجعہم، اور خاندان روحانی خاندان چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و قادریہ نور اللہ مراقدہم و برد اللہ مضاجعہم، کی جود و سخاوت، داد و دہش کے مثل (ان حضرات کی جود و سخاوت اور دیگر حالات ان کی سوانحات میں دیکھے جاسکتے ہیں)

یا یہ مطلب ہے کہ ضعیف، مسکین، بیوہ وغیرہ پر اس طرح بخششیں کرتے ہیں جیسا کہ اپنے خاندان والوں پر۔

رأفت بر خلقت

گر خلد در پائے کس خارے شود قلبش ملول
بہر خلقت رأفتے دارد دلے او بیکراں

ترجمہ:۔ اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو حضرت زید مجدہ کا دل رنجیدہ ہوتا ہے۔ حضرت زید مجدہ کا دل مخلوق کیلئے بے انتہا شفقت و محبت رکھتا ہے، سه

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حدیث شریف میں ہے۔

(ابن عمر بن العاص) رَفَعَہٗ۔ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ (للترمذی وابی داؤد ص۱۷۲ جمع الفوائد)

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رحمٰن (تعالیٰ شانہٗ) رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِیٍّ (لابی داؤد والترمذی بلفظہ)

رحمت نہیں نکالی جاتی مگر بدبخت (کے قلب) سے۔

ایک روایت میں ہے۔

مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ۔

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ضعف پیری کثرت امراض کردش مضمحل
لیک بہر محنت دیں ہمتے دارد جوان

ترجمہ:۔ ضعف پیری اور کثرت امراض نے حضرت دام مجدہ کو مضمحل بنادیا۔ لیکن اس کے باوجود دین کی محنت کے لئے ہمت جواں رکھتے ہیں۔

تشریح:۔ کہ بڑے بڑے جوان وہ محنت نہیں کرسکتے جو حضرت زید مجدہ اس ضعف و پیری میں فرماتے ہیں۔

اس وقت حضرت زید مجدہ کی عمر چوراسی سال ہے۔ ضعف کا حال یہ ہے کہ پیر بھی نہ خود پھیلا سکتے ہیں نہ سکوڑ سکتے ہیں۔ سے

ہر چند کہ پیر خستہ و ناتواں شدم
چوں روئے تو دیدم جواں شدم

ترجمہ:۔ میں ہر چند کہ پیر خستہ و ناتواں ہو گیا
مگر جب تیرے چہرہ کو دیکھا تو جواں ہو گیا

کمالِ اطاعت اور فنافی الرسول ہونا

کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم
گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستاں

ترجمہ:۔ حضرت دام مجدہ نے اپنے اوقات عزیزہ کو اشارۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم فرما دیا۔ کبھی (شوق زیارت میں) طیبہ (مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) پہنچتے ہیں اور کبھی طالبین و سالکین اور عام بندگان خدا کے افادہ اور رہبری و رہنمائی کی خاطر ہندوستان تشریف لاتے ہیں۔

بے اجازت نقل و حرکت وصل و ہجرت ہیچ نیست
شد فنا قصدش بہ قصد سید پیغمبراں

ترجمہ:۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نقل و حرکت وصل و ہجرت کچھ نہیں ہے۔

تشریح:۔ یعنی حضرت زید مجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں فرماتے حتیٰ کہ کوئی نقل و حرکت خود مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) حاضری اور وہاں سے واپسی کچھ بھی بلا اجازت نہیں فرماتے۔ اسکی وجہ دوسرے مصرعہ میں بیان فرماتے ہیں۔ ع
شد فنا قصدش بہ قصد سید پیغمبراں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کا قصد (ارادہ) سید پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم

سے قصد میں فنا ہو گیا۔

تشریح:۔ جب اپنا ارادہ فنا ہو گیا تو جو کچھ بھی فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ بقول شاعر ؎

خواہشیں قربان کر دے سب رضائے دوست پر
پھر میں دیکھوں دل کا چاہا کیوں نہ ہو

یہ ناکارہ مبتلائے خواہشات نفسانی اس حقیقت کو کیا سمجھے، اور کیا بیان کرے، بقول شاعر متنبی ؎

لَا تَعْذِرِ الْمُشْتَاقَ فِیْ أَشْوَاقِہٖ
حَتّٰی تَکُوْنَ حَشَاکَ فِیْ أَحْشَائِہٖ

"تو عاشق مشتاق کو اس کے اشواق میں معذور نہ سمجھے گا۔ (یعنی اس کی کیفیت عشق سے واقف نہیں ہو سکتا) جب تک کہ تیرا دل اس کے دل میں نہ ہو۔ (یعنی جب تک تیرے دل میں وہ عشق حاصل نہ ہو گا اس کی کیفیت کو نہ جان سکے گا)"

اسی کی فارسی شعر میں کسی نے ترجمانی کی ہے ؎

تا ترا حالے نباشد ہم چو من
حال من باشد ترا افسانہ پیش

"جب تک تیرا حال مجھ جیسا نہ ہو گا۔ میرا حال تیرے نزدیک افسانہ ہو گا"

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔

"میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا۔ اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہوگئے پھر کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی ہے نہ سکون"

(تذکرۃ الرشید ص ۱۹۷)

شیخ زید مجدہ کا فیض عام

خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جا بجا ؎
تربیت کردہ فرستند کارواں در کارواں

ترجمہ:۔ جگہ جگہ خانقاہ و مدرسہ قائم فرمائے۔ اور تربیت فرما کر قافلے کے قافلے بھیجتے ہیں۔

مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسیدہ فیض او
ساخت مرکز مورسش، رنگون، لندن، انڈماں

ترجمہ:۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) پاکستان افریقہ (اور دوسرے ملکوں میں) حضرت کا فیض پہنچا ہے۔ اور حضرت زید مجدہٗ نے مورسش، رنگون لندن، انڈمان (جیسے مقامات کو جو علم دین سے بالکل خالی تھے، دین و سنت کی اشاعت کے لئے) مرکز بنایا ہے۔

تشریح:۔ کہ حضرت زید مجدہ کے خلفاء و خدام ان مقامات پر خدمت دین میں مشغول ہیں۔ جن کی وجہ سے بڑے بڑے مدارس ان مقامات پر قائم ہوگئے۔ اور بڑا فیض پہنچ رہا ہے۔

خلق احسن

خلق احسن شد عطا ایش بہر تسخیر قلوب
نرمی و گرمی بہم حسب مزاج طالباں

ترجمہ:۔ تسخیر قلوب کے لئے خلق احسن حضرت مجدد دام مجدہ کو عطا ہوا ہے۔ نرمی و گرمی دونوں ملی ہوئیں طالبین کے مزاج کے موافق۔

تشریح:۔ اچھے اخلاق، اچھے عادات، نرمی و محبت ہی ایسی چیزیں ہیں جس سے انسانوں کے قلوب مسخر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بد سلوکی کرے بدمعاملگی برتے تو بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ	آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا
فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ	کیجئے پھر یکایک آپ میں اور
بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ	جس شخص میں عداوت تھی وہ
وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ٥	ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی

دلی دوست ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

بدی را بدی سہل باشد جزاء
اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاء

"برائی کا بدلہ برائی سے دینا سہل ہے، لیکن اگر تو مرد (بہادر) ہے تو برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کر"

خود سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ	بعد اس کے خدا ہی کی رحمت
لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ	کے سبب آپ ان کے ساتھ

فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ الآية	نرم رہے اور اگر آپ تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کیجئے اور آپ ان کیلئے استغفار کر دیجیئے۔ اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیئے۔ (بیان القرآن)

دوسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم پہ ہونے کی خبر دیگئی۔ فرمایا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ	اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ (بیان القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ۔ (لابی داؤد ج۲ ص۱۴۹ جمع الفوائد)	بے شک مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے صائم القائم (دن کو روزہ رکھنے والا رات کو عبادت میں جاگنے والا) کے درجہ کو پا لیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ۔ (حوالہ بالا)	مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو ان میں زیادہ اچھے اخلاق والے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوشگوار

سلوک کرنے والے ہیں۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ۔ (حوالہ بالا)

مومن کی میزان عمل میں قیامت کے روز اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی عمل نہ ہوگا۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ بد اخلاق، بدخو شخص کو ناپسند رکھتے ہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا (الحدیث)

بے شک مجھے تم سب میں زیادہ محبوب اور تم میں مجھ سے زیادہ قریب درجہ والے قیامت کے دن تم میں اچھے اخلاق والے ہوں گے۔

حسن اخلاق کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔

انہ قال. یا معاذ! اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ۔

بے شک انہوں نے فرمایا۔ اے معاذ! لوگوں کے لئے اپنے اخلاق اچھے کرو۔

ایک روایت یہ بھی ہے۔

عن مالک بلغہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے حسن اخلاق

قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔ — کو کامل کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(رواہ فی الموطا و رواہ احمد عن ابی ہریرۃ ص ۴۳۲ مشکوٰۃ شریف)

ایک روایت میں فرمایا گیا ہے۔

"انسان کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان سب میں اچھی چیز حسن اخلاق ہے"

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْاِنْسَانُ، قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ص ۴۳۱ مشکوٰۃ شریف)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے اس میں سب سے اچھی کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھے اخلاق۔

غرضکہ اچھے اخلاق کو دین میں بڑی اہمیت ہے۔ بڑی کثرت سے یہ مضمون احادیث پاک میں بیان کیا گیا ہے مگر افسوس کہ آج یہ وصف بھی ہم سے رخصت ہو گیا۔ خدائے پاک اپنے فضل و کرم سے اپنے نیک بندوں کے صدقے حسن اخلاق کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب فرما دے۔

حضرت قطب عالم اطال اللہ بقائہ کے حسن اخلاق ہی کو لگے دو شعروں میں بیان فرمایا گیا ہے۔

در گذرد در طبع عالی از حقوق ذات خویش
در حقوق شرع جاری دار و گیر رہبراں

ترجمہ:- حضرت دام مجدہ کی طبع عالی میں اپنے ذاتی حقوق سے

درگذر کرنا ودیعت ہے۔ اور حقوق شرع میں دلیر وگیر رہبروں کی طرح (بلا کسی کی پرواہ نہ خوف کئے ہوئے) جاری فرماتے ہیں۔

اس میں بھی بعینہ سید الکونین محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا

(بخاری شریف ص ۵۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے (تاکہ امت کو سہولت رہے) تاوقتیکہ اس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو اگر کوئی معصیت ہوتی تو اس سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کا ہتک کیا جاتا۔ یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا جاتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا بدلہ لیتے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

"مردان راہ خدا (اولیاء کرام) کو میں نے سُنا ہے کہ دشمنوں کے دل کو بھی تنگ نہیں کرتے، مجھ کو یہ مقام کب میسر ہو سکے گا جبکہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہی اختلاف و جنگ میں مشغول ہے۔"

کس نشنود از زبانش فقرۂ ناگفتنی
کس نہ بیند در کتابش جملۂ ژولیدگاں

ترجمہ:- حضرت زید مجدہ کی زبان مبارک سے کوئی ناگفتنی کلمہ نہیں سن سکتے۔ اور نہ کوئی حضرت کی کتاب میں بیہودہ لوگوں جیسا جملہ نہیں دیکھ سکتا۔

قلب پُر غم چشم پُر نم خندہ بر لب بر ملا
آب و آتش دیدہ حیراں واردان و صادراں

ترجمہ:- دل پُر غم، آنکھ پُر نم، لب پر ہنسی ظاہر رہتی ہے۔ آب و آتش کو یکجا جمع دیکھکر آنے جانے والے حیران ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ میانہ قد و چہرہ اور خوبصورت ہیں، رنگ سرخ و سفید ہے، رخسار انار کی مانند بہت سرگرم و نشیط، سستی آپکے چھو کر نہیں گذری، باغ و بہار طبیعت کے مالک، خوش اخلاق اور مہمان نواز، مجلس میں مہمانوں سے ہنسنے ہنسانے کی دلچسپ باتیں کرتے ہیں، چشم پُر آب رہتی ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام یا اولیاء امت کا تذکرہ یا کوئی مناجات اور

شوقیہ اشعار پڑھے جاتیں تو اس وقت ضبط و اخفاءِ حال کی کوشش کے باوجود آپ کے آنسو چھلک پڑتے اور آپ کی اس اندرونی کیفیت اور سوز و رقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔"

(حیات خلیل صہ ۲۱ بحوالہ مقدمہ اوجز)

حضرت شیخ زید مجدہٗ کے اوراد اور ہمہ وقت ذاکر ہونا

وردِ پاک اور درود و ذکرِ قرآن و حدیث
روز و شب شام و سحر از یں ہمہ رطب اللساں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کا وردِ پاک (اور وظیفہ) درود، ذکر قرآن، حدیث ہے۔ رات دن، صبح و شام ان سب سے رطب اللسان رہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

(عبداللہ بن بسر) اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبْوَابَ الْخَیْرِ کَثِیْرَۃٌ وَلَا اَسْتَطِیْعُ الْقِیَامَ بِکُلِّھَا فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ وَلَا تُکْثِرْ عَلَیَّ فَاَنْسٰی قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِکْرِ اللّٰہِ۔

(جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۴۹)

ایک شخص نے عرض کیا! یا رسول اللہ خیر کے دروازے بہت ہیں اور سب کو قائم کرنے (سب پر عمل کرنے) میں طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے آپ ایسا عمل بتا دیجئے جسے میں مضبوط پکڑ لوں۔ اور وہ عمل زیادہ نہ ہو کہ کہیں بھول جاؤں بلکہ مختصر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر کیساتھ رطب اللسان رہو۔ (ہمیشہ زبان ذکر خداوندی سے تر رہے)۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ۔

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت میں کون لوگ افضل اور بلند درجے والے ہونگے؟ ارشاد فرمایا۔ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے۔ سوال کیا گیا کہ کیا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل اور بلند درجے ہونگے؟ ارشاد فرمایا۔ کہ وہ غازی فی سبیل اللہ جو اپنی تلوار چلاتا رہے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون آلود ہو جائے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والا اس سے بھی افضل درجہ والا ہوگا" (حوالہ بالا)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ۔

"کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو زندہ اور مردہ کے مثل ہیں"

ایک روایت میں ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغیچے فرمایا گیا ہے۔

(انس) رفعہٗ۔ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حَلَقُ الذِّکْرِ۔

(حوالہ بالا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغیچوں سے گذرا کرو تو کچھ چر لیا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ذکر کے حلقے۔

"اس حدیث سے اجتماعاً حلقہ بنا کر ذکر کرنے کا بھی ثبوت ہو گیا"

ایک روایت میں ہے کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایسی اقوام کو جنکے چہروں میں نور ہوگا موتیوں کے منبروں

پر بٹھائیں گے۔ جن پر لوگ رشک کریں گے۔ اور وہ لوگ انبیاء ہوں گے نہ شہداء ایک اعرابی کے سوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰى وَبِلَادٍ شَتّٰى يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ يَذْكُرُوْنَهٗ لَا كَبِيْرَ

(حوالہ بالا)

وہ مختلف قبیلوں مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے۔ جو اللہ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور اللہ کے ذکر پر جمع ہو جائیں کہ اللہ کا ذکر کریں۔

"اس سے بھی اجتماعاً ذکر کرنے کا ثبوت ہوا"

ایک روایت میں ہے۔

(ابن مسعود) رفعہٗ۔ اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِذِكْرِ اللّٰهِ اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ للكبير

بعض لوگ اللہ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں کہ جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آ جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ۔

"میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس کی جماعت سے اچھی جماعت (فرشتوں کی جماعت) میں کرتا ہوں"

"اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت چاہیئے"

ایک روایت میں ہے۔

(مالک) بلغہ۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّیْنَ، وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِیْ شَجَرٍ یَابِسٍ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ مِثْلَ مِصْبَاحٍ فِیْ بَیْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُرِیْہِ اللّٰہُ مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ حَیٌّ وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُغْفَرُ لَہٗ بِعَدَدِ کُلِّ فَصِیْحٍ وَاَعْجَمٍ وَالْفَصِیْحُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَھَائِمُ

(حوالہ بالا)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا جنگ کے بھاگنے والوں کے پیچھے قتال کرنے والے کے مثل ہے، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے تر شاخ سوکھے درخت میں، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی ہی میں اس کا جنت میں ٹھکانہ دکھا دیں گے اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے کی ہر فصیح و اعجم کی تعداد کے موافق مغفرت ہوگی۔ اور فصیح سے مراد اولاد آدم اور اعجم سے مراد بہائم ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم کو

تمہارے اعمال میں سب سے بہتر کی خبر نہ دیدوں اور جو تمہارے درجات میں سب سے بلند ہو، تمہارے ملیک (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک سب اعمال سے عمدہ ہو اور جو تمہارے لئے کھانا، سونا صدقہ کرنے سے اور اس سے کہ تم اپنے دشمن (کفار) سے ملو اور تم ان کی گردنیں مارو، وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ (یعنی جہاد کرو) اس سب سے افضل ہو۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "ذکر اللہ"

ایک روایت میں ہے۔

(ابو سعید) رفعہ۔ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ ۔ لاحمد۔ (حوالہ بالا)

اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

ایک روایت میں ہے۔

(معاذ) ما عمل ابن آدم من عمل انجیٰ لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ۔ لمالک والترمذی

ابن آدم نے اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا کوئی عمل نہیں کیا۔

(حوالہ بالا)

چونکہ ذکر، درود قرآن و حدیث سب کو شامل ہے اس لئے مختصراً چند حدیث ذکر سے متعلق عرض کر دیں ورنہ تو درود و قرآن و حدیث ہر ایک کی فضیلت سے قرآن و حدیث پُر ہیں۔ حضرت قطب عالم شیخ سہارنپوری اطال اللہ بقائہ نے ان میں سے ہر ایک کی فضیلت پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا۔

حضرت زبیدہ مجدہ کے ذکر کی کیفیت کو ہی اگلے تین شعروں میں بیان فرمایا ہے۔

یک نفس از ذکر خالی نیست اورا اے عزیز
ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سرّی ہم رواں

ترجمہ:- پیارے! حضرت زبیدہ مجدہؒ کا ایک سانس بھی ذکر سے خالی نہیں ہے۔ ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سرّی سب جاری ہیں۔

تشریح:- صوفیاء کے یہاں "پاس انفاس" کی مشق کرائی جاتی ہے جس سے سانس کے ساتھ ذکر جاری ہو جاتا ہے کہ کوئی سانس بھی سوتے، جاگتے کسی بھی حالت میں ذکر سے خالی نہیں رہتا۔

ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سرّی کے جاری ہونے سے لطائف ستہ کے جاری ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف ستہ کے بارے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

"باید دانست کہ لطائف
شش اند، یعنی شش موضع
اند در جسم انسان کہ پر فیوض
و پر انوار و مشتمل بسیار برکات
اند، اوّل لطیفۂ قلبی کہ مقام
او دو انگشت فروتر زیر
پستان چپ است و نور او
سرخ است۔ دوم لطیفہ
روحی کہ مقام او دو انگشت
فروتر زیر پستان راست

جاننا چاہئے کہ لطائف چھ ہیں
یعنی جسم انسان میں چھ جگہ ہیں
جو پر فیض و پر انوار اور برکات
بسیار کو مشتمل ہیں۔ اوّل لطیفۂ قلبی
اس کا مقام بائیں پستان کے
دو انگشت نیچے ہے اور اس کا
نور سرخ ہے، دوم لطیفہ روحی
ہے۔ اس کا مقام دائیں پستان
کے دو انگشت نیچے ہے اور اس کا
نور سفید ہے۔ سوم لطیفۂ نفس

است و نور او سفید است
سوم لطیفۂ نفس کہ موضع آن
زیر ناف است و نور او
زرد است چہارم لطیفۂ سری
مقام آن مابین سینہ و نور او
سبز است پنجم لطیفۂ خفی
مقام آن بالائے ابرو و نور او
نیلگوں است ششم لطیفۂ اخفیٰ
محل آن ام الدماغ است
و نور او سیاہ است مثل
سیاہی چشم (ضیاء القلوب ص ۳۶)

ہے۔ اس کی جگہ زیر ناف
ہے اور اس کا نور زرد
ہے چہارم لطیفۂ سری ہے
اس کا مقام سینے کے درمیان
ہے اور اس کا نور سبز ہے۔ پنجم
لطیفۂ خفی ہے۔ اس کا مقام
ابرو کے اوپر ہے اور اس
کا نور نیلگوں ہے۔ ششم
لطیفۂ اخفیٰ ہے اس کا محل ام الدماغ
ہے۔ اور اس کا نور سیاہ ہے
مثل سیاہی چشم

جب طالب شغل لطائف ستہ کے طریق پر اپنے شیخ کی ہدایت کے موافق عمل کرتا ہے تو اس کے لطائف ستہ ذاکر ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کو لطائف ستہ کا جاری ہونا کہا جاتا ہے۔

جب یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ اس کو مجھ جیسا بے بہرہ، اندھا کیا بتائے۔ اگلے شعر میں اجمالی طور پر اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کی تفصیل کو زبان سے بتایا نہیں جا سکتا۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی کیفیت قلب ہی جانتا سمجھتا ہے۔ اس کیفیت کو زبان سے بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

ذاکر و مذکور کے درمیان ربط بے قیاس

درمیان ذاکر و مذکور ربط بے قیاس
گر بگویم مرغ جانم بر پرد بر آشیاں

ترجمہ:۔ ذاکر و مذکور کے درمیان ربطِ بے قیاس ہے (جس کو کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا نہ اس کو بیان کیا جا سکتا۔) اگر میں (اس ربطِ بے قیاس) کو بیان کروں تو میری جان کا پرندہ آشیانہ پر اڑ جائے۔ یعنی جان جاتی رہے۔

لوہا جب آگ کی بھٹی میں آگ کے انگاروں کے درمیان ڈالا جاتا ہے تو وہ لوہا آگ کے ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ اس کا رنگ اسکی صورت آگ کے رنگ و صورت سے تبدیل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس وقت لوہے کے خواص اس سے رخصت ہو کر آگ کے خواص اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور مکمل آگ میں فنا ہو کر آگ۔ ہی بن جاتا ہے کہ آگ و لوہے کے مابین کوئی فرق و امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مگر اس کیفیت کو کوئی بینا و دانا انسان بھی اس اندھے کو (جس نے عمر بھر نہ آگ کو دیکھا نہ لوہے کو نہ دونوں کے خواص سے واقف رہا لوہے کے آگ میں ڈال دینے سے جو اسکی کیفیت ہوتی ہے (اس کو مکمل مشاہدہ کیا) نہیں سمجھا سکتا، اور کتنا ہی اس کو سمجھایا جائے اس کو سمجھنا ممکن نہیں۔

اس طرح کوئی انسان اپنے ہوا و نفس کو فنا کر کے اپنے آپکو ذکر اللہ کی بھٹی میں ڈال دے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ کیا کیفیت اس پر گذرے گی؟ اس کو کوئی دانا و بینا بھی کیا بیان کرے؟ اور کس سے بیان کرے؟ اور کس طرح بیان کرے؟ بجز اس کے کہ کہے گا

کہ چوں ما شوی بدانی

کہ تم جب مجھ جیسے ہو جاؤ گے تو پہچان لوگے

ت:۔

ذاکر کے ذکر کا غیر انسان اور غیر حیوان پر اثر

خشت و چوب حجر او مثل ناطق ذاکر اند
از لحاف و تکیہ و بستر شنو ذکر نہاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کے حجرہ کی اینٹ اور لکڑی مثل ناطق ذاکر ہیں۔ تو لحاف تکیہ اور بستر سے پوشیدہ ذکر سن۔

تشریح:۔ ان سب چیزوں کا ذکر کرنے میں کوئی اشکال نہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ حلیم ہے بڑا غفور ہے۔
(بیان القرآن)

مگر اس کے ساتھ جس جگہ کثرت سے ذکر ہوتا ہو ہر آن و ہر لمحہ ذاکرین ذکر میں مشغول رہتے ہوں تو ان کے ذکر کا اثر بھی ان چیزوں میں آتا ہے۔ عارفین اس کا ادراک و احساس بھی کرتے ہیں۔

اور ذکر کا اثر ان چیزوں پہ کیوں نہ ہو۔ جس جگہ آگ دہکائی جاتی ہے اس کے ملحق آس پاس کے حصہ میں بھی وہ تپش اور گرمی سرایت کر جاتی ہے کہ آگ ختم ہو جانیکے بعد بھی وہ حصہ تپتا رہتا ہے۔ اسی طرح ذاکرین کے ذکر کا اثر آس پاس کی چیزوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعد میں بھی وہاں انوار

وبرکات اہل دل حضرات محسوس کرتے ہیں۔ لوہاری میں جہاں حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ گنگوہ حضرت قطب الاقطاب جس جگہ ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے رائپور میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں اور دیگر اہل اللہ حضرات کی جگہوں پر آج بھی ارباب نظر انوارات وبرکات ذکر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت میاں جی نور محمد قدس سرہ کا واقعہ

حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ لوہاری و چرتھاول کے درمیان ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہو کر مراقب ہوئے تھے تو وہ درخت بھی مراقبہ کی کیفیت میں تمام جھک گیا اور آخیر تک جب تک وہ درخت رہا اسی کیفیت پر رہا۔

حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ کے ذکر کا سانپ پر اثر

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ کے ذکر کرنے کا ایک (سوانح قاسمی کے حوالہ سے حضرت شیخ سہارنپوری نے آپ بیتی میں) واقعہ بیان فرمایا ہے۔

"کہ حضرت نانوتوی اپنے بند حجرہ میں ذکر میں مشغول تھے تو ہر ضرب کے ساتھ دھاکہ کی آواز بھی آتی تھی۔ لوگ متشوش ہوئے کہ یہ کیا قصہ ہے، حجرہ کے کیواڑ اتارے گئے چونکہ اندر سے زنجیر بند تھی۔ اندر جا کر دیکھا تو حضرت کے برابر ایک سانپ ہے اور جب حضرت ضرب لگاتے ہیں تو وہ بھی اپنا سر زمین پر دے مارتا ہے۔ حضرت گردن اٹھاتے ہیں تو وہ بھی سر اٹھا کر کھڑا ہوتا ہے اور جب حضرت ضرب لگاتے ہیں

تو وہ بھی زور سے زمین پر سر پٹکتا ہے، یہ دھماکہ اسی کا تھا لوگوں نے اسے مارا مار کر باہر لائے لیکن حضرت کو کچھ غضب نہیں ہوئی۔ قاری طیب صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقعہ میں نے امیر شاہ خاں اور متعدد لوگوں سے سنا ہے"

(آپ بیتی ج ۲ ص ۱۲۵ بحوالہ سوانح قاسمی ص ۱۳۲ ج ۱)

بلکہ ہر چہ بینی در خروش است
ولے داند دریں معنی کہ گوش است

نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست
کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

غرضکہ ذکر کا اثر شجر و حجر کی چیزوں پر ہونا ایک ظاہر چیز ہے۔
مثل ناطق میں تشبیہ صرف مطلق ذکر میں ہے جس میں من کل الوجوہ مماثلت و مشابہت ضروری نہیں آگے ذکر نہاں میں اس کی تصریح فرمادی جس کا ادراک ارباب بصیرت کو ہی ہوتا ہے "سرالاسرار ص ۱"

حضرت شیخ زید مجدہ کا سجدہ

سجدہ اش گویا نہد سر در بر محبوب خویش
ایں چنیں قربت کجا حاصل شود درایں واں

ترجمہ:- حضرت زید مجدہ کا سجدہ گویا سر اپنے محبوب کی گود میں رکھتے ہیں۔
تشریح:- یعنی سجدہ میں وہ سرور و کیف حاصل ہوتا ہے جو محبوب کی گود میں حاصل ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ اس جیسی (یعنی سجدہ جیسی) لذت اس کے علاوہ (کسی اور چیز میں) کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔

تشریح:۔ اور کیسے حاصل ہو حدیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ	بندہ اپنے رب سے سب سے
مِنْ رَبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ	زیادہ قریب سجدہ کی حالت
فَاَکْثِرُوا الدُّعَاءَ۔	میں ہوتا ہے۔ اسلئے سجدہ میں
(ابوداؤد شریف ص۱۲۶)	کثرت سے دعا مانگا کرو۔

تو بھلا پھر اس سے زیادہ سرور و کیف کا اور کون وقت ہوگا ؎

سر اپنا ان کے زیر پائے ہے کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

نیز "ایں چنیں قرہ" میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف۔

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فِی الصَّلٰوۃِ (الحدیث)	ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں
	کی ٹھنڈک نماز میں کردی گئی ہے۔

جو امتی جس درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریگا اس کو اسی درجہ یہ دولت بھی میسر آئے گی۔

بہ سجودش در ملائک رشک پیدا می شود
مجمع کروبیاں انگشت حیرت در دہاں

ترجمہ:۔ حضرت زید مجدہ کے سجدوں پہ فرشتے رشک کرتے ہیں۔ اور حضرت زید مجدہ کے سجدہ کی حالت میں محبوب حقیقی شانہ سے قرب کے اعلیٰ درجہ کو دیکھ کر مقربین فرشتے حیرت کی وجہ سے انگلی منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔

تشریح :- کہ خاکی انسان جسکے متعلق رائے ظاہر کی تھی۔

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ	کیا آپ پیدا کریں گے زمین
يُفْسِدُ فِيهَا وَ	میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں
يَسْفِكُ الدِّمَاءَ.	گے اس میں اور خونریزیاں
	کریں گے۔ (بیان القرآن)

اس کو خداوندی کا یہ اعلیٰ مقام نصیب ہو۔ ع
یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

اعتذار

اے عزیز القدر بہر خاطرت کردم رقم
خامہ ایں جا درشکست و سار بانم شد رواں

ترجمہ :- اے عزیز القدر تیری خاطر اتنا لکھدیا یہاں پہنچ کر قلم ٹوٹ گیا اور میرا ساربان روانہ ہو گیا۔

تشریح :- یعنی اس سے زائد اور اوصاف عالیہ، مقامات قرب و اختصاص کو بیان کرنے کی قلم میں طاقت نہیں۔ چونکہ اسرار خفیہ کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

"داماں نگہ تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول بیشمار ہیں۔ آپ کی بہار کے گل چیں کو دامن کی تنگی کا گلہ ہے"

سیدی و مرشدی حضرت اقدس مفتی صاحب (اطال اللہ بقائہم)

کے ان اشعار کی جامعیت و عمدگی اور لطافت و پاکیزگی پر بے اختیار کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ؎

کہ عزیز ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی
یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا؟
جب تو نے یہ مئے واصف[ل] شیشہ میں بھری ہوگی

جس قلب کی گرمی نے دل پھونک دئیے لاکھوں
اس دل میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

خدائے پاک دونوں بزرگوں کا مبارک سایہ کمال صحت و عافیت کے ساتھ دراز تر فرمائے اور مخلوق کو دونوں سے بیش از بیش نفع نصیب فرمائے اور اس ناکارہ و ناپاک کو بھی اپنے فضل و کرم سے دونوں بزرگوں کے اوصاف عالیہ سے کچھ حصہ نصیب فرمادے اور ان کے حالات طیبہ کے اتباع کی کسی درجہ توفیق عطا فرمادے۔ "آمین" ؎

داد وے را قابلیت شرط نیست
بلکہ قابلیت شرط داد ویست

خدائے پاک ان سطور کو دونوں بزرگوں کی نسبت و برکت سے قبول فرمالے۔ اور مخلوق کیلئے نافع بنادے۔ اور اس میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کو معاف فرمادے۔

غرض نقشیست کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در کار ایں مسکین دعائے

ل اصل شعر میں پیمانہ کا لفظ ہے مگر [illegible]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِ
الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ
وَعَلٰی اَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ
فقط

محمد فاروق غفرلہ
دار العلوم جامع مسجد میرٹھ
۱۷ ۳/۹۹ ھ

ختم شد